سہ ماہی نئی دہلی

خبرنامہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

جلد نمبر: ۱۲	اکتوبر ۲۰۱۷ء تا مارچ ۲۰۱۸ء	شمارہ نمبر: ۱-۲

ایڈیٹر

(مولانا) محمد ولی رحمانی

خط و کتابت کا پتہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

1/ 76A، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

Tel:. 011-26322991, 26314784

E-mail: aimplboard@gmail.com / Web: www.aimplboard.in

پرنٹر و پبلیشر سید نظام الدین نے اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس دریا گنج نئی دہلی-۲ سے چھپوا کر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ 1/ 76A، مین مارکیٹ اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵ سے شائع کیا

فہرست مضامین

نمبرشمار	مضامین	اسمائے گرامی	صفحہ
۱	پیغام	(حضرت) مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۳
۲	ابتدائیہ	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	۵
۳	کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ وروداد سکریٹریز و کنوینرس میٹنگ لکھنؤ	مولانا رضوان احمد ندوی	۷
۴	تین طلاق پر غیر متوازن سزا	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	۱۳
۵	طلاق ثلاثہ: دیوانی معاملہ، فوجداری قانون	کپل سبل (سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ، نئی دہلی)	۱۵
۶	تین طلاق پر تین سال کی سزا	(حضرت) مولانا محمد ولی رحمانی	۱۷
۷	تین طلاق بل — جائزہ اور تجویز	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۹
۸	ہمارے ملک کی پارلیمنٹ میں زیر بحث طلاق بل: ایک تجزیاتی مطالعہ	مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی	۲۳
۹	تین طلاق بل اور ملت اسلامیہ کے لئے راہِ عمل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۲۸
۱۰	اسلام کا عائلی نظام اور موجودہ طلاق بل	مولانا مفتی محمد اسجد قاسمی ندوی	۳۳
۱۱	قضیہ بابری مسجد — مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیاں	ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی	۳۸
۱۲	دارالقضاء......اہمیت و ضرورت	مفتی محمد تجمل حسین قاسمی	۴۱
۱۳	نکاح کی بعض مروجہ صورتیں اور اسلامی نقطۂ نظر	مفتی شاہد علی قاسمی	۴۴
۱۴	دین کامل ہے زمانے کی ضرورت کے لئے	مولانا مفتی محمد اسجد قاسمی ندوی	۴۶
۱۵	تعاون باہمی کی اہمیت	محمد اعظم ندوی	۵۳
۱۶	ہندوتوا کا ایجنڈا اور مسلم پرسنل لا	مولانا سید احمد ومیض ندوی	۵۷
۱۷	خطبۂ استقبالیہ: دوروزہ ورکشاپ تفہیم شریعت، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات	مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی	۶۲
۱۸	......بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ	ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی	۶۵
۱۹	ایجنڈا و نظام الاوقات	ادارہ	۸۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

(حضرت مولانا) سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم
صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور اس میں علاقائی وسعت اور تنوع کے ساتھ آبادی بھی وسعت اور تنوع رکھتی ہے، آبادی کے لحاظ سے وہ دنیا کا نمبر دو کا بڑا ملک ہے اور متعدد طبقوں اور مذہبوں کے لوگ یہاں رہتے ہیں اور آپس میں پرامن طریقہ سے زندگی گزارتے رہے ہیں، اس کی اہم اور بڑی خصوصیت یہ رہی ہے کہ جمہوریت اور سیکولرزم کے ذہن کے ساتھ لوگ یہاں رہتے رہے ہیں اور یہ صفت اب بھی یہاں کے رہنے والوں میں پائی جاتی ہے۔اس کے علاقائی تنوع اور مذہبی میل ملاپ کو مسلمان حکمرانوں نے قائم رکھا جو گزشتہ صدیوں کے دوران یہاں کے انتظام مملکت میں پایا گیا اور ملک کی مختلف آبادیوں کو متحد رکھنے میں اس کا بڑا حصہ رہا، آخر میں مغرب کی سامراجی طاقت یعنی انگریزوں نے اس ملک کے اقتدار پر قبضہ کر کے یہاں کی خوشحالی اور آزادی کو اپنے مقاصد میں استعمال کیا اور اپنے سیاسی مقصد کے تحت اس سے فائدہ اٹھایا اور اسی نے اس کی پریشانی محسوس کر کے یہاں کے لوگوں کو آزادی کی جدوجہد پر مجبور کیا، بالآخر بڑی قربانیوں کے بعد اس کو آزادی ملی، لیکن سیاسی ہوشیاری سے یہاں کی آبادی کے دو بڑے طبقوں یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان عداوت کی فضا قائم کی جس سے یہاں کے باشندوں میں تفرقہ کے جذبات پیدا ہوئے۔

آزادی کے وقت اس ملک کے دانشور طبقہ کے تجربہ کار افراد نے اس کے نظام حکومت کو جمہوری آزادی اور سیکولر نظام کے اصولوں پر اس کا دستور طے کیا جو شہری زندگی کے بہتر طریقوں پر مشتمل ہونے کے ساتھ آبادی کی انفرادی زندگیوں کی خود اختیاری کی رعایت رکھتا ہے، اس خود اختیاری زندگی کے خصوصی معاملات پرسنل لا میں آتے ہیں، جس کا اختیار ان کے دائروں کے لحاظ سے تسلیم کیا گیا، اس طرح یہ ملک مقامی اور علاقائی لحاظ سے تو مشترکہ تہذیب وتمدن کا اور انفرادی و پرسنل لا معاملات میں اپنے اپنے تنوع کا حامل بنا اور اس طرح اس کو دوسرے ملکوں کے درمیان ایک طرح کا امتیاز حاصل ہے اور ملک کو مختلف پرسنل لا حاصل ہوئے، ان میں مسلمانوں کا بھی پرسنل لا ہے اور مسلمانوں کے پرسنل لا میں تفصیل وتنوع دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہے جبکہ دوسرے پرسنل لا عمومی اور رواجی حیثیت کے ہیں۔

مسلم پرسنل لا انسانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے، یہ آسمانی حکم کے ذریعہ بنا ہے، اسلام کے آنے سے قبل دنیا کے دیگر پرسنل لا میں بیوی شوہر کے تعلقات کے سلسلہ میں من مانے طریقہ سے جتنی بیویاں جی چاہے بنا لینے کا بھی رواج تھا، جس کی مثال عموماً راجاؤں اور بادشاہوں کے یہاں ملتی ہے، اس طرح بیوی سے ناراض ہونے پر بار بار طلاق دینے اور پھر واپس لینے کا رواج بھی تھا اور اس طرح اس کو زندگی کے آخر تک روک رکھنے کا رواج تھا، اسلام نے ان باتوں کو روکا اور بیویوں کی تعداد بھی محدود کی کہ اگر ایک بیوی سے زیادہ کی واقعی ضرورت ہو جیسا کہ عورت کے ماہانہ مسئلہ میں ہونے کی حالت میں مرد کی ضرورت پوری نہیں ہوتی اور بیماری وغیرہ کی معذوری بھی پیش آتی ہے، ضرورت پڑنے پر ایک سے زیادہ کا موقع دیا ہے، لیکن چار سے زیادہ نہیں، حالات کے بگاڑ کی صورت میں طلاق کی اجازت دی، لیکن محدود کی، جبکہ رواج یہ ہو گیا تھا کہ طلاق دی، پھر کچھ دنوں میں واپس لے لیا، اس طرح بیوی کے ساتھ طلاق کی کھلواڑ کی جاتی تھی، اسلام نے طلاق کے لیے تین ماہ کی مدت محدود کر دی اور طلاق کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ ایک ایک طلاق کر کے دو ماہ کے اندر دی جائے، اس دوران بیوی واپس ہو سکتی ہے، تیسرے ماہ پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر شدید ضرورت پڑنے پر تیسری طلاق دے رہا ہے تو بیوی کی واپسی نہ ہو سکے گی۔

اسلامی پرسنل لا میں یہ ضابطے آسمانی حکم کے تحت مقرر کیے گئے ہیں، ان میں ہم انسانوں کو فرق کرنے یا تبدیلی کا حق نہیں ہے، البتہ ان کی تشریح میں وضاحت کی جاسکتی ہے، اسی لیے مسلم پرسنل لا بورڈ ان کی وضاحت اور حفاظت کا کام انجام دیتا ہے اور حکومت سے یہ امید رکھتا ہے کہ جب پرسنل لا کی بنیاد پر ہندوستانی شہری اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں تو اس اختیار کو روکا یا بدلا نہ جائے تب ہی ملک کا جمہوری انداز اور سیکولر طریقہ کار صحیح طور پر عمل میں آئے گا، اس میں کسی ایک مذہب کی بالادستی دوسرے مذہب پر نہ ہو اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کا پورا اختیار ہو، یہ ہندوستانی دستور کا بھی تقاضہ ہے اور سب باشندگان ملک کے ساتھ انصاف کا بھی یہی تقاضہ ہے۔

مسلم پرسنل لا انسانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے، یہ آسمانی حکم کے ذریعہ بنا ہے، اسلام کے آنے سے قبل دنیا کے دیگر پرسنل لا میں بیوی شوہر کے تعلقات کے سلسلہ میں من مانے طریقہ سے جتنی بیویاں جی چاہے بنا لینے کا بھی رواج تھا، جس کی مثال عموماً راجاؤں اور بادشاہوں کے یہاں ملتی ہے، اس طرح بیوی سے ناراض ہونے پر بار بار طلاق دینے اور پھر واپس لینے کا رواج بھی تھا اور اس طرح اس کو زندگی کے آخر تک روک رکھنے کا رواج تھا

ابتدائیہ

مولانا محمد ولی رحمانی
جنرل سکریٹری بورڈ

دنیا میں آج جو مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں، ان کے ماننے والوں کے یہاں مذہب عبادات میں سمٹ کررہ گیا ہے، اور عموماً ان کی عبادتیں بھی چند رسوم ورواج کا مجموعہ ہیں؛ لیکن اسلام ہماری پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے، اور ہم نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ہمارا پورا وجود رب کائنات کے لئے ہے: ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین (انعام:۱۶۲) یہ عہد وقرار ہمیں پابند بناتا ہے کہ ہم جس طرح نماز روزہ حج وزکوۃ میں احکام الٰہی کے پابند ہیں، اسی طرح خاندانی زندگی میں بھی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر قائم رکھیں، شریعت نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے، اس کو حرام سمجھیں، اور صرف یہی کافی نہیں ہے؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ شریعت جن چیزوں کو حلال قرار دیتی ہے، ان کو حلال تسلیم کریں، نہ ہمیں کسی حلال کو حرام کرنے کا حق حاصل ہے اور نہ کسی حرام کو حلال کرنے کا۔

یہ وہ حقیقت ہے جو مسلمانوں کو اپنی شریعت کا پابند رہنے پر آمادہ کرتی ہے، دوسری اقوام نے چونکہ زندگی سے مذہب کا رشتہ توڑ دیا ہے اور مذہب کے دائرہ کو محدود سے محدود تر کر دیا ہے؛ اس لئے انہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مسلمان کیوں اپنی شریعت پر اصرار کرتے ہیں؟ وہ یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ چونکہ یہ شریعت خالق کائنات کی بھیجی ہوئی ہے؛ اس لئے خواہ کتنا بھی عرصہ گزر جائے، یہ از کار رفتہ نہیں ہوسکتی، اس پس منظر میں اس وقت ضرورت ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کو دین پر ثابت قدمی کی تعلیم دی جائے، دوسری طرف غیر مسلموں کو اور مسلمانوں کی نئی نسل کو شریعت اسلامی کی معنویت سمجھائی جائے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ان مقاصد کے لئے اصلاح معاشرہ اور تفہیم شریعت کی تحریک چلا رہا ہے؛ لیکن کام اتنا وسیع ہے کہ جب تک پوری ملت اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کو تقویت نہیں پہنچائے، بورڈ اپنے ہدف کو حاصل نہیں کرسکتا، موجودہ حالات میں تمام مسلمانوں کے لئے اس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے!

تین طلاق سے متعلق جو بل لوک سبھا میں لایا گیا اور نہایت عجلت کے ساتھ پاس کرایا گیا، وہ ہندوستان کی تاریخ میں نہایت صدمہ انگیز واقعہ ہے، نیز راجیہ سبھا میں اس قانون کو روکنے کے لئے مسلم پرسنل لا بورڈ نے جو کوششیں کیں، اور جس مؤثر حکمت عملی کا استعمال کیا، وہ نامساعد حالات میں تحفظ شریعت کی کوششوں کا ایک روشن باب ہے؛ لیکن ابھی یہ بل راجیہ سبھا میں زیر التوا ہے، اور حکومت بضد ہے کہ وہ اسی حالت میں اس بل کو پاس کرائے گی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ اپنی کوشش جاری رکھے گا کہ یہ بل موجودہ صورت میں پاس نہیں ہو؛ لیکن تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں عوامی نمائندوں----خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب اور کسی بھی پارٹی سے ہو----کو اس مجوزہ قانون کی نامعقولیت، تضادات اور اس کی وجہ سے عورتوں کے لئے پیدا ہونے والی دشواریوں کو سمجھائیں، اور بورڈ آئندہ جو بھی ہدایت دے پورے خلوص اور اتفاق رائے کے ساتھ اس پر عمل کریں۔

تین طلاق کا مسئلہ عدالت سے شروع ہوا، اور پارلیامنٹ تک پہنچا، اس میں حکومت کی بدنیتی، سیاسی مفاد پرستی، اور مسلمانوں کی دل آزاری کا جذبہ بالکل واضح ہے، اور یہ ایک کھلا ہوا راز ہے؛ لیکن ہمیں بھی اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے اور خود اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ایسے واقعات کیوں کر پیش آتے ہیں؟ جب ہم خود اپنے آپ کو احکام شریعت پر قائم نہیں رکھتے، اسلام نے ہر طبقہ کے لئے جو حقوق وفرائض متعین کئے ہیں، ان کا علم حاصل کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، اپنے معاملات کو اپنے سماج میں سلجھانے کے بجائے پولیس اسٹیشنوں اور عدالتوں میں لے جاتے ہیں، تب شریعت میں مداخلت کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، فرقہ پرست تنظیمیں مسلم

مسائل کو موضوع بناتی ہیں، میڈیا مسئلہ کو اس طرح گرم کرتا ہے کہ گویا اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہی ہے، پھر معاملہ کورٹ تک پہنچتا ہے، اور جو لوگ عدالتوں میں انصاف کا فریضہ انجام دیتے ہیں، ظاہر ہے کہ وہ بھی انسان ہی ہیں؛ اس لئے وہ اس بنائے ہوئے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، یا بعض دفعہ احکام شریعت سے پوری طرح واقف نہیں رہتے اور پھر نوبت کہاں پہنچتی ہے، وہ آپ کے سامنے ہے!

کیا بہتر ہو کہ ہم اپنے مسائل کو خود حل کریں، ہمارے انصاف کا مرکز ہماری مسجدیں، ہمارے دینی ادارے، ہمارے دارالافتاء اور ہمارے دارالقضاء ہوں۔

آج کل عام طور پر مسلمانوں میں قیادت کے فقدان کی بات کہی جاتی ہے، یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قومیں خود اپنی قیادت کو وجود میں لاتی ہیں، اور ان کی تائید وتقویت ہی قیادت کو ابھارتی ہے، اگر ہر شخص کے متعلق بے جا شکوک وشبہات پیدا کر دیئے جائیں، مسلمان خود اپنی مذہبی تنظیموں کو ہدف تنقید بنانے لگیں، اور سچائی کو دریافت کرنے کے بجائے سنی سنائی باتوں پر رائے زنی کی جانے لگے تو کیسے قیادت وجود میں آسکتی ہے، اور کس طرح قیادت خود اعتمادی کے ساتھ ملت کے مسائل کو پیش کر سکتی ہے؟

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ جب سے قائم ہوا وہ ملت کی ترجمانی اور شریعت اسلامی کے تحفظ کے کام میں لگا ہوا ہے، وہ نہ کبھی کسی دھمکی سے متاثر ہوا اور نہ کسی طمع کا شکار، اس نے ہمیشہ حکومت کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کی ہے، حق بات کے اظہار میں نہ ان لوگوں کی پرواہ کی جو اقتدار پر فائز ہیں، اور نہ ان لوگوں کی جو اپوزیشن میں ہیں؛ مگر افسوس کہ ملت کے بعض حلقوں کی طرف سے ایسی حوصلہ شکن باتیں پیش آتی ہیں، جن سے فرقہ پرستوں اور مسلمانوں کے بارے میں معاندانہ جذبہ رکھنے والی طاقتوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے، اگر آپ خود ہی اپنے اداروں کو بے وزن کر دیں تو یہ اسی درخت کو کاٹنے کے مترادف ہوگا جس پر آپ بیٹھے ہوئے ہیں، موجودہ حکومت مختلف محاذوں پر ناکام ہو چکی ہے، ملک کی معیشت زوال کی طرف جا رہی ہے؛ لیکن جو لوگ اس پارٹی کو برسر اقتدار لائے ہیں، وہ آنکھیں بند کر کے اس کی تائید کرتے جا رہے ہیں، وزیر اعظم کو ملک کی تاریخ کا سب سے اچھا وزیر اعظم قرار دیا جا رہا ہے، اور ان کی تعریف میں زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولنے کا ریکارڈ قائم کیا جا رہا ہے، اس کا مقصد انتہا پسند، سخت گیر ہندوتوا کی حامل قیادت کو ابھارنے کی کوشش ہے، تو غور کیجئے کہ اسلامی اقدار کی مخالف قوتیں تو اپنی قیادتوں کو ابھارنے کے لئے سچ اور جھوٹ کی بھی پرواہ نہیں کرتیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم حقیقت کا اعتراف کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں، یہ ہماری اجتماعی زندگی کے لئے بہت نقصاندہ ہے، ہمارے اندر مخلص اور غیر مخلص قیادت کے درمیان امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت ہونی چاہئے، جو لوگ مسلمانوں کا سا نام رکھ کر اسلام کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان سے اپنا دامن بچانا چاہئے، اور اس کے مقابلہ مخلص و دردمند قیادت کو تقویت پہنچا کر اپنے اجتماعی ڈھانچہ کو مضبوط بنانا چاہئے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا ۲۶ رواں اجلاس جنوبی ہند کے تاریخی شہر حیدرآباد میں منعقد ہو رہا ہے، بڑے ہی اہم اور نازک وقت میں اس کا انعقاد عمل میں آ رہا ہے، ایک ایسے وقت میں جب کہ قانون شریعت پر ہمہ جہت یلغار کی جا رہی ہے، ایک طرف حکومت کی طرف سے علی الاعلان مسلم پرسنل لا میں تبدیلی اور کامن سول کوڈ لانے کی بات کی جا رہی ہے، دوسری طرف میڈیا یک طرفہ طور پر حکومت کے ایجنڈہ کو آگے بڑھا رہی ہے، اور اس کے لئے ماحول تیار کر رہی ہے، وہ پوری طرح ایک جانبدار ادارہ کی طرح کام کر رہی ہے؛ باوجودیکہ اس مسئلہ کا برادران وطن سے کوئی تعلق نہیں ہے، پھر بھی فرقہ وارانہ جذبات کو ابھار کر اکثریتی فرقہ کو اس کا فریق بنایا جا رہا ہے، اس صورت حال میں ہمیں نہایت غور وتدبر کے ساتھ اور جرأت وحکمت کو دوش بدوش رکھتے ہوئے موجودہ حالات سے نمٹنے کے لئے اہم فیصلے کرنے ہوں گے؛ لیکن بورڈ کی اصل طاقت ملت اسلامیہ ہے جو اس کی پشت پر کھڑی ہے، مسلمانان ہند کی ذمہ داری ہے کہ وہ بورڈ کے فیصلوں کی بھی بھرپور تائید کریں، اور احکام شریعت کو رضا کارانہ طور پر اپنے آپ پر نافذ بھی کریں۔

❁ ❁ ❁

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ بورڈ لکھنؤ

مرتب: مولانا رضوان احمد ندوی

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اور ہنگامی اجلاس بتاریخ ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۷ء روز اتوار دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں درج ذیل اراکین عاملہ نے شرکت کی۔

۱۔ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب صدر بورڈ — لکھنؤ
۲۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری بورڈ — مونگیر
۳۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ — حیدرآباد
۴۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ — جے پور
۵۔ مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ — مالیگاؤں
۶۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب سکریٹری بورڈ — لکھنؤ
۷۔ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی ندوی صاحب — لکھنؤ
۸۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب — لکھنؤ
۹۔ مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب — لکھنؤ
۱۰۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب (ایم پی) — حیدرآباد
۱۱۔ مولانا احمد بن یعقوب دیولوی صاحب — گجرات
۱۲۔ جناب ای ابوبکر صاحب — کیرالہ
۱۳۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ — حیدرآباد
۱۴۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ — دہلی
۱۵۔ جناب محمد رفعت شمشاد صاحب ایڈوکیٹ (مدعو) — دہلی
۱۶۔ جناب محمد طاہر حکیم ایم حکیم صاحب ایڈوکیٹ (مدعو) — گجرات

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے کارروائی کا آغاز ہوا۔ سابقہ اجلاس کی کارروائی کی توثیق کے بعد جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ بھوپال کی مجلس عاملہ کے بعد بورڈ کے ایک اہم رکن جناب الحاج سکندر اعظم صاحب نے ہم لوگوں کو داغ مفارقت دیدی۔ حاجی صاحب مرحوم دینی وملی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ بلاشبہ وہ اپنی گوناگوں خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے ہر جگہ عزت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے، اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے پھر صدر بورڈ نے ان کے لئے دعاء مغفرت کرائی۔

ایجنڈا (۴) کے تحت جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ مرکزی حکومت نے شادی شدہ مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ سے متعلق ایک مجوزہ بل تیار کیا ہے جس میں ایک طرف تین طلاق کے بے اثر اور باطل ہونے کی بات کہی گئی ہے وہیں فوری علیحدہ کرنیوالی طلاق کو جرم قرار دے کر تین سال کی سزا اور جرمانہ کی بات بھی موجود ہے یعنی اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا طلاق بائن دے دی تو عورت کورٹ میں مقدمہ دائر کر کے شوہر کو سزا دلواسکتی ہے، بل کا مسودہ پیش نظر ہے آپ حضرات کو اس پر رائے ظاہر کرنی ہے کہ ہمارا اگلا موقف کیا ہونا چاہئے۔ انہوں نے فرمایا کہ اندازہ ہے کہ یہ بل ۲۷؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو پارلیامنٹ میں پیش ہوگا اسلئے ہنگامی طور پر یہ اجلاس طلب کیا گیا------مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے استفسار کیا کہ بھوپال کی مجلس عاملہ میں سپریم کورٹ کے فیصلہ "طلاق ثلاثہ" کے جائزہ کے لئے علماء اور ماہرین قانون پر مشتمل کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اسکی رپورٹ کا خلاصہ میٹنگ میں پیش کیا جانا چاہئے۔ چنانچہ کمیٹی کے کنوینر مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے کہا کہ یکم اکتوبر ۲۰۱۷ء کو دہلی میں کمیٹی کی میٹنگ ہوئی جس میں اکثر ماہرین قانون کی طرف سے یہ رائے سامنے آئی کہ بورڈ کی طرف سے Review فائل کرنے کی کوشش نہ کی جائے البتہ اس فیصلہ کے منفی اثرات کو زائل کرنے کی ممکنہ تدبیریں ضرور اختیار کی جائیں، کمیٹی نے اپنی رپورٹ مرتب کرلی ہے جو آپ حضرات کی خدمت میں تقسیم کی جارہی ہے۔

زیر بحث ایجنڈا پر اظہار خیال کرتے ہوئے مولانا نے کہا کہ مجوزہ بل کا غور سے مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خطرناک بل ہے اس کے دفعات کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فوری طور پر علیحدہ کردینے والی طلاق دینے والوں کو کریمنل لا کے تحت سزا ہوگی اور ایسا لگتا ہے کہ اٹارنی جنرل

نے مقدمہ کی پیروی کے وقت طلاق کو یکسر ختم کرنے کی جو تجویز رکھی تھی اس بل میں اسکو واضح طور پر ثابت کر دیا گیا ہے اس لئے اسکو یکسر مسترد کیا جانا چاہئے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کہا کہ اگر یہ بل منظور ہو جاتا ہے تو اس سے حق حضانت اور قانون ایلا متاثر ہوگا اور اس سے عدالت کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے گا، اسلئے میرا خیال ہے کہ اس کے تدارک کے لئے چند امور پر توجہ دی جائے۔

۱۔ اس بل کی خامیوں کی نشاندہی کر کے مسلم ممبران پارلیامنٹ اور سیکولر جماعتوں سے بھر پور مدد لی جائے انہیں صورتحال سے واقف کرایا جائے تا کہ پارلیامنٹ میں نمائندگی کر سکیں۔

۲۔ کچھ ارکان بورڈ غیر رسمی طور پر ہی سہی حکومت سے ملاقات کر کے بل کی خامیوں پر گفت وشنید کریں۔

۳۔ اگر ان تدابیر سے بھی مسئلہ حل نہ ہو رہا ہو تو آخر میں اس بل کو عدالت میں چیلنج کیا جائے۔

۴۔ صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم کو Email کے ذریعہ بل کے نقائص سے واقف کرایا جائے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے کہا مسلم ممبران پارلیمنٹ کو جناب کے رحمٰن خانصاحب ایم پی رکن بورڈ کے دولت کدہ پر جمع کیا گیا تھا ان سبھوں نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی رائے سے اتفاق ظاہر کیا ہے، سیکولر حضرات ملاقات کی کوشش جاری ہے۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ حکومت کا منشا بدنیتی پر مبنی ہے، سپریم کورٹ نے صرف طلاق بدعت پر قانون سازی کی بات کہی اور حکومت نے اس کے دائرہ کار کو بڑھا دیا ہے جو قانون کی دفعہ 3 سے ٹکراتا ہے۔ مولانا سلمان الحسینی ندوی نے کہا کہ مجوزہ بل یکساں سول کوڈ کی راہ فراہم کر رہی ہے اس کے خلاف مشترکہ جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے، اگر دیگر مذاہب کی مظلوم عورتوں کی سوشل میڈیا کے ذریعہ تصویر کشی کی جائے تو حقیقی صورت حال سے ملک کے عوام بھی واقف ہو جائیں گے۔ جناب ایم۔آر۔شمشاد ایڈوکیٹ صاحب نے کہا کہ بل کا ہر دفعہ قابل اعتراض ہے، محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ نے کہا کہ اس بل کے ذریعہ مسلم عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے جس کے باعث سماجی طور پر اس کے غلط اثرات پڑیں گے، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے کہا کہ عورتوں سے متعلق بل لایا جا رہا ہے اور افسوس ہے کہ ان سے کوئی رائے نہیں لی گئی۔ ان حالات میں دار القضاء اور دار الافتاء کے نظام کو مزید مضبوط کیا جائے اس کے لئے سوشل ریفارم کونسلنگ سینٹر کے قیام پر بھی غور ہونا چاہئے۔ جناب اسدالدین اویسی صاحب نے کہا کہ مرکزی حکومت نے اسی سیشن میں بل لانے کا منصوبہ بنا رکھا ہے اور ہر حال میں پاس کرے گی۔ اگر یہ بل لوک سبھا سے اسٹینڈنگ کمیٹی کے پاس جاتا ہے تو مزید خطرات بڑھ سکتے ہیں اسلئے بھی کہ لا کمیشن نے مذہبی قوانین میں تبدیلی لانے کا مشورہ دیا ہے۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ میرا یہ مطالبہ ہونا چاہئے کہ حکومت ابھی اس مجوزہ بل کو پارلیامنٹ میں پیش نہ کرے اور ہم لوگ بل کے نقائص سے حکومت کو واقف کرا دیں کیونکہ ایک خبر یہ بھی ہے کہ کئی وزراء اس بل سے متفق نہیں ہیں۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب نے کہا کہ بل کے تعلق سے حکومت سے مذاکرات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مفتی احمد دیولوی صاحب نے سیاسی جماعتوں سے بھی گفت وشنید کرنے اور ان کی ذہن سازی کرنے کا مشورہ دیا۔ جناب ایم آر شمشاد صاحب نے کہا کہ اس بل کی خامیوں کی وضاحت ہونی چاہئے مثلاً:

۱۔ یہ بل عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے خلاف ہے۔

۲۔ عدالتی فیصلہ اور آئینی اصولوں کے خلاف ہے۔

۳۔ قانونی تضاد ہے۔

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب نے کہا کہ کوئی ایسی حکمت عملی بھی بنائی جائے کہ غیر مسلم خواتین کے حقوق کو بھی سامنے لایا جائے۔ ان مباحث کی روشنی میں طے پایا کہ:

> ’’حکومت ہند کا پیش کردہ شادی شدہ مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ سے متعلق بل مسلمانان ہند کے لئے کسی بھی طرح قابل قبول نہیں ہے اسلئے کہ یہ بل خود مسلمان خواتین کے حقوق کے خلاف ہے اور ان کی الجھنوں، پریشانیوں اور مشکلات میں اضافے کا سبب ہے، اسی طرح یہ شریعت اسلامی میں کھلی ہوئی مداخلت اور آئین ہند میں دی گئی مذہبی آزادی کی بنیادی دفعہ اور سپریم کورٹ کے تین طلاق کے سلسلہ میں دیئے گئے فیصلے کے خلاف ہے، نیز اس بل کے مشمولات متضاد ہیں جہاں ایک طرف تین طلاق کے بے اثر اور باطل ہونے کی بات ہے وہیں تین طلاق کو جرم قرار دے کر تین سال کی سزا اور جرمانہ کی بات

موجود ہے سوال یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے مطابق جب تین طلاق واقع ہی نہیں ہوئی تو اس پر سزا کیوں کردی جاسکتی ہے، اس بل کی دفعات ۴، ۵، ۶ ملک میں پہلے سے موجود قوانین سے ٹکراتی ہے اور دستور ہند کی دفعہ ۱۴، ۱۵ کے خلاف ہیں۔ اسلئے اس بل کے سلسلہ میں ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت ابھی اس مجوزہ بل کو پارلیامنٹ میں پیش نہ کرے بلکہ مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم خواتین کی صحیح نمائندگی کرنے والی تنظیموں اور اداروں سے مشورہ کے بعد ہی بل پیش کرے۔ یہ بھی طے پایا کہ اس مجوزہ بل کے دفعہ وار نقائص اور خامیوں پر مشتمل ایک جامع خط محترم صدر بورڈ کی جانب سے وزیر اعظم ہند اور ممبران پارلیامنٹ کے نام ارسال کیا جائے جس میں اسکی بھی وضاحت ہو کہ یہ بل شریعت اسلامی اور آئین ہند دونوں کے خلاف ہے ——''

چنانچہ اس تجویز کی روشنی میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب کا مفصل خط ۲۵/دسمبر ۲۰۱۷ء کو وزیر اعظم اور ممبران پارلیامنٹ کے نام بھیجا گیا۔ خط کا مسودہ درج ذیل ہے:

To,
Shri Narendra Modi
Prime Minister of India,
New Delhi

Dear Sir,

I wish to draw your kind attention towards the decision of the Working Committee of All India Muslim Personal Law Board regarding the Muslim Women (Protection of Rights on Marriage) Bill 2017. The deliberations and the decisions of the Working Committee of Muslim Personal Law Board may be summarized as under:-

1. The AIMPLB has examined the different provisions of the said Bill and feels,

I) The consequences of the proposed Bill are against the interest of the Muslim Women at large and cause harm to the divorced women and their family. It is also against the Principles of Shariah, and an interference in the Muslim personal Law.

II) The proposed provisions in the Bill are also against the existing legal provisions set out in other legislations and hence unwarranted and the Law relating to Domestic Violence Act 2005, Guardianship and Wards Act and CRPC are already in place.

III) The terms set out in the proposed Bill also encroach upon the guarantees set out in the Constitution of India for the religious denominations.

IV) It is also against the essence of the Judgment rendered by the Supreme Court on 22nd August 2017.

2. That to elucidate our view point we may refer to some of the objectionable provisions of the Bill as under:

a. The definition of the word "Talaq" given in section 2(b) is beyond the scope of Talaq e Biddat which alone was set aside by the Honorable

and in this respect the case of Shayara Bano was also not kept in mind.

d. The law relating to Adultery was not taken into consideration, while providing the applicability of CRPC and such prosecution may be initiated even against the will of the affected women, at the instance of a third person which will have adverse affect upon the woman herself.

3. While making / drafting the Bill, Parliamentary procedure of law making has also not been followed. Neither the stake holders/ affected parties / women organizations have been consulted to enable them in placing the actual position before the law makers and the adverse consequences of the proposed law and welfare of the women and children pursuant to "non effective " Talaq.

4. In view of the above, AIMPLB urges upon the central government not to table the present Bill in the Parliament, and if the government considers necessary for enacting such law, the government must have consultations with the AIMPLB and true representatives of Muslim Women organizations etc. and only then the Supreme Court. The proposed definition may even include Talaq e Bain etc. which were not held illegal by the Supreme Court. But a reading of section 2 (b) read with section 3 of the Bill may have the effect of declaring Talaq e Bain etc also as void and illegal by treating the same as covered by the words "or any other similar form of "Talaq" having effect of instantaneous and irrevocable divorce" used in section 2 (b)of the Bill.

b. The "ineffective action" of the Talaq e Biddat which has been declared invalid by the Supreme Court and which is not recognized as a valid divorce as per the judgment of the Honorable Supreme Court dated 22 - 08 -2017 has been converted into serious criminal offence by Section 4 of the Bill. Providing such a stringent punishment of imprisonment up to 3 years may result in total deprivation of maintenance to the woman and her children. It can, therefore, not be said to be in any way in the interest of the woman and her children.

c. The provision of the custody of minor children to all such divorced women does not at all take into account the primary concept of welfare of the child,

Bill may be prepared in the light of the constitutional guarantees and Supreme Court judgment dated 22-08-2017.

5. Since this proposed law is going to effect Muslims at large, the effect of the law would be against the Muslim women and children and it encroaches upon the fundamental rights of equality and rights set out in Article 25 of the constitution of India, the AIMPLB shall oppose this Bill at all the levels and create awareness among the public at large.

You are, therefore, requested not to pursue the said Bill, and rather to withdraw the same and in case your government considers it necessary to enact law in this respect, consultations must be held with the All India Muslim Personal Law Board and such Muslim women organizations which are true representatives of Muslim women.

Thanking you,
With best Regards,

Syed M. Rabey Hasani Nadvi
President
December 25, 2017

دیگر امور بہ اجازت صدر کے تحت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب نے فرمایا کہ بابری مسجد کی حقّیت کو ثابت کرنے کے لئے بورڈ نے جو کمیٹی بنائی ہے بلاشبہ وہ کام کررہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ اب بابری مسجد کے تعلق سے ایک چھوٹی کمیٹی تشکیل دیدی جائے اور اسکو فعال بنایا جائے، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو آئندہ بہت سی مشکلات پیدا ہوں گی۔ جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے فرمایا کہ صدر بورڈ کے مشورہ سے تشکیل شدہ کمیٹی میں دو تین اصحاب کے ناموں کو اضافہ کردیا جائے اور اسی کمیٹی کو مزید متحرک کردیا جائے۔

آخر میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ یہ بل شریعت اسلامی اور آئین ہند دونوں کے خلاف ہے اس لئے ہم کسی بھی طرح مفاہمت والے رویہ کو اختیار نہیں کریں گے اور اس کو روکنے کی ہر ممکن جدوجہد کریں گے، ہمارا اخباری بیان بھی ایسا ہو کہ لوگ سمجھیں کہ بورڈ نے شریعت کے تحفظ کی ترجمانی کی ہے پھر صدر بورڈ کی دعاء پر مجلس عاملہ کی یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔

روداد سکریٹریز و کنو یزس میٹنگ

آج مؤرخہ ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹریز اور کنو یزس کی ایک مشاورتی میٹنگ مہمان خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی جسمیں حسب ذیل اصحاب نے شرکت کی:

۱۔ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری بورڈ	مونگیر
۲۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	حیدرآباد
۳۔ مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب سکریٹری بورڈ	جے پور
۴۔ مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب سکریٹری بورڈ	مالیگاؤں
۵۔ جناب ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ صاحب سکریٹری بورڈ	لکھنؤ
۶۔ مولانا عتیق احمد بستوی صاحب کنو یز دارالقضاء کمیٹی	لکھنؤ

۷۔محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ کنوینز ویمنس ونگ حیدرآباد

۸۔مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب ترجمان بورڈ لکھنؤ

سب سے پہلے اس میٹنگ میں گذشتہ میٹنگ کی قراردادوں کو نمبروار پڑھا گیا، اور اسکی روشنی میں کارکردگی کا جائزہ لیا گیا پھر آئندہ کے لئے منصوبے اور پروگرام بنائے گئے۔

۱۔ تفہیم شریعت پروگرام کی افادیت کو محسوس کرتے ہوئے طے پایا کہ ۶/اور ۷/ مارچ ۲۰۱۸ء کو دو روزہ تربیتی کیمپ پٹنہ میں رکھا جائے جس میں علماء، ائمہ مساجد کے علاوہ مسلم وکلاء کو مدعو کیا جائے اور گروپ بنا کر ان سے ۱۰/ ۱۰ منٹ متعین عنوان پر گفتگو کرائی جائے، اس طرح مقامی سطح پر بھی ہر جگہ ۴، ۵، میٹنگ ہوا کرے۔

۲۔ مسلم پرسنل لا اور غلط فہمیاں- کے موضوع پر اردو، انگریزی اور ہندی میں کتابچے طبع کرائے جائیں۔ انگریزی میں ترجمہ کے لئے مولانا ابرار احمد ندوی ایڈوکیٹ صاحب اور جناب فرحان حبیب ندوی ایڈوکیٹ صاحب سے مدد لی جائے بہتر یہ ہے کہ ان حضرات سے مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب بات کرلیں۔ اور ہندی کے لئے جناب زین العابدین صاحب اور انیس چشتی صاحب سے درخواست کی جائے۔

۳۔ معاشرتی موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین اور خطبات کے ویڈیو مرتب کرا کر بورڈ کے پلیٹ فارم سے سوشل میڈیا پر ڈالے جائیں اگر یہ کام دو تین مقامات کو مرکز بنا کر کیا جائے تو اس سے عوام کو زیادہ فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ کو ذمہ داری دی گئی ہے کہ وہ کسی تجربہ کار اور ماہر فن شخص کو اس کام کے لئے فارغ کریں، مالیگاؤں میں مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب اس کام کو کر رہے ہیں اس سلسلہ میں ان سے بھی مدد لی جائے۔ انہیں مضامین فراہم کیا جائے اور وہ اسکو مرتب کر کے عام کریں۔ مناسب یہ ہے کہ سوشل میڈیا کی ایک میٹنگ بھوپال اور دہلی میں رکھی جائے۔

۴۔ بورڈ کے نام سے چینل بنا کر youtube پر بھی بورڈ کے تعلق سے بیانات ڈالے جاسکتے ہیں۔

۵۔ مجموعہ قوانین اسلامی کے انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی کا کام مکمل ہو چکا ہے اب اسکو حیدرآباد کے اجلاس بورڈ سے پہلے طبع کرا دیا جائے۔

دارالقضا کمیٹی

۱۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت چلنے والے دارالقضاء کے قضاۃ کا سال میں ایک مرتبہ تربیتی اجتماع ہونا چاہئے، اس سے ملک کے تجربہ کار قاضیوں کے عملی تجربہ سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا مشورہ سے طے پایا کہ اس سلسلہ میں پہلا اجتماع ۱۰/۱۱/اپریل ۲۰۱۸ء کو جے پور میں رکھا جائے۔

۲۔ موجودہ حالات میں کاؤنسلنگ سینٹر کو بھی قائم کرنا مفید رہے گا اس کے لئے علیحدہ ضابطہ عمل ہوگا جو صرف شرعی طور پر مصالحت و مفاہمت کے امور کو انجام دے گا۔

۳۔ ذیلی دارالقضاء کے فیصل شدہ مسلوں کا ایک ریکارڈ مرکز دہلی میں ہونا چاہئے بورڈ کے آرگنائزر ہر دارالقضاء کی فائلوں کو اسکین کر کے جمع کریں گے۔

اصلاح معاشرہ کمیٹی

۱۔ اصلاح معاشرہ تحریک کو منظم کرنے کے لئے ملک کے تمام ائمہ مساجد کے موبائل نمبر کی ڈائریکٹری تیار کی جائے اس سلسلہ میں مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی صاحب اخبارات میں اعلان کے ذریعہ اور مختلف تنظیموں سے رابطہ کر کے نمبر حاصل کریں۔

۲۔ ضلعی اور صوبائی سطح پر ذیلی اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تشکیل کی تجویز پاس ہوئی تھی، گرچہ دو تین علاقوں میں کمیٹی بن گئی، مگر اس تحریک کو مزید فعال کیا جائے اور جن علاقوں میں اب تک اس طرح کی کمیٹیاں نہیں بن سکی ہیں وہ فی الفور بنائی جائیں۔

خبر نامہ

۱۔ خبر نامہ کو خبر نامہ کے ہی طور پر رکھا جائے۔

۲۔ خبر نامہ میں پرنٹر پبلشر کی حیثیت سے مولانا سید نظام الدین صاحب کے نام کی جگہ میں تبدیلی لانے کے لئے جو قانونی پیچیدگی پیدا ہو رہی ہے، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب اپنے وعدہ کے مطابق جناب شمس الہدیٰ ندوی صاحب سے بات چیت کر کے اس مسئلہ کو حل کرائیں۔

۞۞۞

تین طلاق پر غیر متوازن سزا

مولانا محمد ولی رحمانی (جنرل سکریٹری بورڈ)

اندازہ ہے کہ ۲۸ر دسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی وزیر قانون روی شنکر پرشاد پارلیمنٹ میں وہ بل پیش کردینگے، جسکا تعلق تین طلاق سے ہے ایوان زیریں کے ٹیبل پر رکھے جانیوالے اس بل کا نام دی مسلم ومن (پروٹیکشن آف رائٹس آن مریج) بل ۲۰۱۷ء ہے اس کا تعلق ایک ساتھ تین طلاق دینے سے ہے —— سپریم کورٹ نے ۲۲ر اگست ۲۰۱۷ء کو فیصلہ سنادیا تھا کہ اگر شوہر نے تین طلاق ایک ساتھ دیدی تو وہ بے اثر ہوگی ازدواجی زندگی پر اس طلاق کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ قانونی مثالوں کی روشنی میں اگر اس تین طلاق کو سمجھا جاسکتا ہے تو یہ کہ اس طرح کی بات ایک ''نامناسب'' لفظ تھا، جو زبان سے نکل گیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلہ کی روشنی میں ایسی طلاق کی حیثیت اس سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

شرعی لحاظ سے ''طلاق'' کا لفظ میاں بیوی کے رشتہ میں دراڑ ڈالنے والا اور تین دفعہ استعمال ہو تو اس رشتہ کو یکسر ختم کرنیوالا ہے سپریم کورٹ کے اس فیصلہ نے مسلم سماج کیلئے بڑی مشکل پیدا کردی، کورٹ کے فیصلہ کے لحاظ سے ایک اور دو طلاق تو نتیجہ خیز ہے مگر تین طلاق بے اثر ہے جبکہ شرعی لحاظ سے تین طلاق کے بعد شوہر اور بیوی کا رشتہ فوراً ختم ہوجاتا ہے اور دونوں کا ساتھ زندگی گذارنا حرام ہے، مسلم سماج اس مرحلہ میں بڑی مشکل میں پڑ جائیگا، مسلمانوں کیلئے حلال اور حرام کی سرحدیں واضح ہیں۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ اپنی جگہ، مگر تین طلاق کے بعد سابق میاں بیوی ساتھ رہے تو شریعت کے لحاظ سے وہ بالکل غلط اور حرام ہے، کورٹ نے یہ بالکل نہیں سوچا کہ ایسا فیصلہ مسلمانوں کو کتنی الجھن اور کیسے تضاد میں ڈالدے گا۔

اب مرکزی وزیر قانون نے نئے بل کے ذریعہ یہ اضافہ کیا کہ سپریم کورٹ کے کالعدم اور بے اثر طلاق کو کریمنل اقدام مان لیا، انہیں سونچنا چاہئے تھا کہ بے اثر لفظ کی تکرار کوئی کریمنل اقدام کیسے ہوجائیگا۔ اس بل کو لانیکی ضرورت کیوں پڑی؟ اسکی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا، کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کے باوجود لوگ تین طلاق دینے سے باز نہیں آرہے تھے اور ایک ساتھ تین طلاق کے بہتر (۷۲) کیس ریکارڈ کئے گئے اسلئے سخت قانون کی ضرورت پڑی، پہلا سوال تو یہ ہے کہ جب سپریم کورٹ کے فیصلہ کے پیش نظر طلاق دینے کا کوئی اثر ہوا ہی نہیں، تو پھر تین طلاق کو سخت قانون سے روکنے کا کیا مطلب ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ تازہ بل میں تین طلاق دینے والے تین سال کی سزا کے مستحق قرار دیئے گئے ہیں، اور بیوی بچوں کی کفالت بھی طلاق دینے والے کے ذمہ ہوگی، اب اگر تین طلاق کے بعد عورت نے مجسٹریٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا، اور طلاق دینے والا تین سال کیلئے جیل چلا گیا، تو اس عورت اور بچوں کا کھانا خرچہ اور تعلیمی کفالت مرد جیل میں رہ کر کس آمدنی سے کرسکے گا۔ تیسری بات یہ ہے کہ جب مرد تین سال جیل میں زندگی گذار کر باہر آئیگا، تو وہ عورت اس وقت بھی اس کی بیوی رہیگی، (جیسا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے مگر موجودہ بل میں اس معاملہ پر خاموشی ہے) ایسی صورتحال میں جس عورت نے مرد کو تین سال جیل کی ہوا کھلائی اسے بیوی کی حیثیت سے ساتھ رکھنا کیا عملاً ممکن ہوگا۔

بل کا یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے کہ یہ کریمنل ایکٹ بننے والا ہے، جبکہ نکاح معاہدہ اور سول معاملہ ہے، سول معاملہ کو کریمنل بنادینا خود قانون دانوں کی واضح رائے کے خلاف ہے، ۲۰۰۶ء میں سپریم کورٹ کے ججوں مسٹر ایچ کے سیما اور مسٹر آر وی رویندرن نے فیصلہ دیا تھا کہ سول معاملات کو کریمنل بنادینا صحیح نہیں ہے ایسی کسی بھی کوشش کو بہتر نہیں کہا جاسکتا یہ طریقہ کار انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے، جسکی حوصلہ شکنی ضروری ہے۔

جب سپریم کورٹ نے ایک ساتھ تین طلاق کو بے اثر بنادیا ہے تو بیوی کیلئے پھر اسمیں نہ علیحدگی کا معاملہ ہے اور نہ کوئی بُری بات، اسے تشدد آمیز جملہ بھی نہیں کہا جاسکتا اور نہ اسے گالی کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے، اگر مرکزی حکومت اسے گالی سمجھتی ہے تو اسکے لئے بھی قانون موجود ہے، اگر کسی حساس خاتون کو اسکی وجہ سے ذہنی ایذا رسانی ہوتی ہے تو شوہر کی طرف سے ذہنی یا جسمانی ایذا رسانی کیلئے ڈومیسٹک وائلنس ایکٹ ۲۰۰۵ موجود ہے، عورت مجسٹریٹ تک معاملہ پہونچا سکتی ہے وہاں سے ایذا رسانی کا علاج نکلے گا، یہ پورا معاملہ بھی سول پروسیجیور کا ہے کریمنل کا نہیں ہے، پھر یہ کہاں تک قانوناً درست ہوگا، کہ جس چیز کو عدالت عالیہ بے اثر قرار دے چکی ہے اسپر ا یکبارگی بلاسبب کریمنل قانون بنادیا جائے جبکہ قانون سازی کی تاریخ یہ ہیکہ ذہنی یا جسمانی تشدد کو پہلے سول معاملہ کے درجہ میں رکھا جاتا ہے۔

اس معاملہ کو قانون شہادت کی روشنی میں بھی دیکھا جانا چاہئے —— عام طور پر تین طلاق بیوی کو کسی ناراضگی یا جھگڑے کے موقعہ پر دیجاتی ہے، جہاں اکثر و بیشتر مواقع پر میاں بیوی ہی ہوتے ہیں، خاندان یا محلّہ کے لوگ کبھی کبھار ہی جمع ہوجاتے ہیں۔ اب اگر بیوی مجسٹریٹ کے یہاں تین طلاق کا دعویٰ کرے، تو قانون شہادت کی رو سے گواہ کہاں ملیں گے؟ کون خاندان والا اپنے عزیز کو تین سال کی جیل بھیجنے کی گواہی دیگا؟ اور اگر طلاق کے وقت صرف شوہر بیوی تھے تو گواہی کا معاملہ اور بھی مشکل ہے۔

جن لوگوں کے سامنے گھریلو جھگڑوں یا میاں بیوی کی تلخیوں کے واقعات آتے رہتے ہیں وہ شہادت دے سکتے ہیں کہ اچھی خاصی تعداد میں ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں، جو شوہر کی بدمزاجی، سخت گیری یا مزاج نہ ملنے کی وجہ سے شوہر سے پہلی فرصت میں گلوخلاصی چاہتی ہیں، اور وہ خود مطالبہ کرتی ہیں، کہ انہیں فوراً تین طلاق دیکر چھٹکارہ دیدیا جائے۔ اور سمجھانے سے شوہر بھی شرطوں کے ساتھ یا بلاشرط تین طلاق دینے کو تیار ہوجاتا ہے —— مگر اس بل کے ایکٹ بننے کے بعد کوئی مرد مذکورہ شکل میں بیوی کو علیحدہ کرنیکی ہمت کرے گا؟ یہ سمجھنا کہ تین طلاق مرد ہمیشہ یک طرفہ دیتا ہے، سماجی حالات کو نہ جاننے کی وجہ سے ہے، جن لوگوں کو دارالافتاء اور دارالقضاء کے کاموں کا تجربہ ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ طلاق عورت کے اصرار پر بھی مردوں کو دینی پڑتی ہے۔

سیاسی مقاصد کی تکمیل کیلئے عجلت میں لایا گیا یہ بل ان لوگوں نے تیار کیا ہے جنہیں مسلم سماج کے انداز و مزاج، مسائل و مشکلات، سہولتوں اور دشواریوں کا اندازہ نہیں ہے، انہیں ایک کریمنل لا بنانا تھا، یہی سرکار والا تبار کا آدیش تھا انہوں نے سخت قسم کا قانون ڈرافٹ کردیا، انہوں نے یہ بھی نہیں سونچا کہ دستور کی آرٹیکل ۱۴-۱۵ کی خلاف ورزی ہوگی، جب تین طلاق بے اثر ہے، تو پھر جیل کی سزا کیوں؟ انہوں نے یہ بھی نہیں سونچا کہ جب دوسرے مذہب کے ماننے والوں کیلئے بیوی کو چھوڑ دینے کی سزا ایک سال ہے، تو مسلمانوں کو نہ چھوڑنے پر تین سال کی سزا کیوں کردیجاسکتی ہے؟ کیا یہ قانون سازی میں مذہب کی بنیاد پر تفریق نہیں ہے اور کیا یہ آئین کے مطابق ہے؟

قانون سازوں کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اس ملک میں سنسس رپورٹ کے مطابق بتیس لاکھ عورتیں وہ ہیں جنہیں سات پھیرے کے کچھ دنوں بعد شوہروں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ کسمپرسی کی زندگی گذار رہی ہیں، ان کی زندگی گذارنے کا کوئی نظم ہونا چاہئے، ان کے شوہروں نے انہیں چھوڑ رکھا ہے وہ بھی غلط کار ہیں، ان کے لئے بھی سزا ہونی چاہئے۔

یہ بل اپنے اندر کئی تضاد رکھتا ہے، اور سپریم کورٹ کی منشا کے بھی خلاف ہے، اسپر غور و فکر کی ضرورت ہے اور اسے اسٹینڈنگ کمیٹی کے حوالہ کرنا چاہئے، یا پھر راجیہ سبھا اسے سیلیکٹ کمیٹی کے حوالہ کرے جہاں تمام گوشوں پر غور کیا جاسکے، دانشوروں، علماء کرام سے بھی مشورہ لیکر اسکی خامیوں کو دور کیا جائے —— ورنہ موجودہ صورتحال میں کئی اہم سوالات ہیں جو سپریم کورٹ کے فیصلہ اور پیش کردہ بل کے نتیجہ میں بھی ابھر کر سامنے آتے ہیں، جن پر پارلیمنٹ کے اندر بحث ہونی چاہئے، اور علماء اور دانشوروں کو بھی اپنی رائے دینی چاہئے۔

طلاق ثلاثہ: دیوانی معاملہ، فوجداری قانون

کپل سبل (سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ، نئی دہلی)

طلاق ثلاثہ بل ''مسلم خواتین (از دواجی زندگی کے حقوق کا تحفظ) بل' 'ایوان زیریں (لوک سبھا) سے جلد بازی میں پاس کر کے ایوان بالا (راجیہ سبھا) میں پیش کر دیا گیا ہے۔ یہ بل ۲۸/دسمبر ۲۰۱۷ء کو لوک سبھا میں پاس ہوا۔ سرکار نے جس افراتفری میں اس بل کو تیار کیا ہے اس سے بی جے پی کی بدنیتی صاف جھلکتی ہے۔ طلاق ثلاثہ بل کو لوک سبھا میں پاس کرتے وقت بھارتیہ جنتا پارٹی کے کئی لیڈروں نے ایوان میں اور ایوان سے باہر میڈیا بریفنگ میں بار بار اس بات کا حوالہ دیا کہ ملک کے سپریم کورٹ نے ایک مرتبہ تین طلاق کے نفاذ کو کالعدم قرار دیا ہے اس لئے یہ بل مسلم خواتین کے مفاد میں لایا جا رہا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سپریم کورٹ نے اس معاملہ میں کہا کیا ہے۔

سپریم کورٹ نے کہا کیا:

آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ کیا ہے۔ طلاق ثلاثہ سے متعلق سپریم کورٹ کے پانچ ججوں کی بنچ نے تین مختلف فیصلے دئے ہیں۔ جسٹس آر ایف نریمن اور جسٹس یو یوللت نے ایک مرتبہ میں تین طلاق پر فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ یہ خودسری میں کیا گیا ظالمانہ عمل ہے اس لئے اسے غیر آئینی قرار دیتے ہوئے کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ جسٹس جے ایس کھیہر اور جسٹس عبدالنذیر نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ایک مرتبہ میں تین طلاق کا عمل مسلم سماج میں گزشتہ ۱۴۰۰/برسوں سے رائج ہے اور یہ مسلمانوں کے شریعت کی اٹوٹ حصہ بن چکا ہے اس وجہ سے اس عمل کو بنیادی حقوق کی بات کر کے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ مذکورہ دونوں قابل ججوں نے اپنے فیصلے میں یہ بھی کہا کہ طلاق ثلاثہ دنیا کے مختلف ممالک میں غیر قانونی قرار دیا جا چکا ہے اور یہ عمل اسلام میں بھی غیر مناسب ہے۔ ساتھ ہی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی کہا کہ وہ طلاق ثلاثہ کو روکنے کی کوشش کریں گے اس لئے اس سماج سے طلاق ثلاثہ کو ختم کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ مذکورہ دونوں ججوں نے ایک مرتبہ میں تین طلاق کے عمل پر چھ مہینہ کیلئے پابندی عائد کرتے ہوئے پارلیمنٹ کو اختیار دیا کہ وہ اس سلسلہ میں قانون بنائے۔ ان دونوں ججوں نے یہ بھی کہا کہ اگر پارلیمنٹ اس سمت میں قانون بنانے کے لئے کوئی قدم اٹھاتی ہے تو ایک مجلس کی تین طلاق پر قانون سازی پوری ہونے تک پابندی لگی رہے گی۔ طلاق ثلاثہ پر سماعت کرنے والی بنچ کے پانچویں جج جسٹس کورین جوزیف نے جسٹس نریمن اور جسٹس للت کے فیصلہ سے عدم اتفاق کیا۔ جسٹس کورین نے کہا کہ مسلمانوں کے عائلی قانون (مسلم پرسنل لاء) کی کسی بھی دفعات کو من مانا اور غیر آئینی کہہ کر ختم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ تاہم انہوں نے جسٹس کھیہر اور جسٹس نذیر کی بات سے عدم اتفاق رکھتے ہوئے کہا کہ ایک مجلس کی تین طلاق خود شریعت میں گناہ ہے اور قرآن سے ثابت نہیں ہے اس لئے اسے مسلم پرسنل لاء کا حصہ نہیں مانا جاسکتا۔ جسٹس کورین نے ایک مجلس کی تین طلاق کو کالعدم قرار دیا لیکن انہوں نے پارلیمنٹ میں قانون سازی سے اتفاق نہیں کیا۔ اس طرح پانچ رکنی بنچ کے تین ججوں جسٹس نریمن، جسٹس للت اور جسٹس جوزیف نے اگرچہ مختلف وجوہات سے ایک مجلس کی تین طلاق کو کالعدم قرار دے دیا۔ لیکن ان تینوں ججوں نے قانون سازی کیلئے نہیں کہا۔ مگر ہماری سرکار نے سپریم کورٹ کے اقلیتی یعنی دو ججوں جسٹس کھیہر اور جسٹس نذیر کو نوٹس میں

لیتے ہوئے قانون سازی کا عمل جلد بازی میں شروع کر دیا۔ جبکہ حکومت اس قانون سازی کی پابند نہیں تھی۔

حکومت کے مجوزہ طلاق ثلاثہ بل کے تین اہم عناصر ہیں:

(۱) ایک مجلس کی تین طلاق چاہے وہ کسی بھی طریقہ سے مسلم مرد کے ذریعہ دی جائے وہ کالعدم ہے۔

(۲) تین طلاق دینے والے مسلم مرد کو مجرمانہ سزا دی جائے گی۔

(۳) یہ جرم نا قابلِ سماعت اور یہ غیر ضمانتی بھی ہے۔

حکومت نے قانون سازی کرتے وقت اپنے ذہن و دماغ کا استعمال نہیں کیا ہے کیوں کہ جب سپریم کورٹ ایک عمل کو کالعدم قرار دے چکا ہے تو اسے قانون سازی کے ذریعہ دوبارہ کالعدم قرار دینے کی ضرورت کیا تھی۔ اگر یہ قانون نہ بھی بنایا جاتا تو ایک مجلس کی تین طلاق کالعدم اور غیر قانونی ہی تھیں۔ دراصل حکومت کی نیت قانون سازی کی نہیں بلکہ طلاق ثلاثہ کو دیوانی معاملہ کے خانہ سے نکال کر مجرمانہ معاملہ بنانے کی ہے۔

موجودہ بل کے خطرات

سپریم کورٹ کے ججوں کے فیصلہ میں کہیں بھی طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ عمل نہیں قرار دیا گیا ہے، لیکن حکومت نے اپنے اس بل میں طلاق ثلاثہ کو مجرمانہ عمل اور اس کی سخت سزا مقرر کر کے مسلم مردوں کو نشانہ بنانے کی اپنی بدنیتی کا صاف مظاہرہ کر دیا ہے۔ اب مسلمان ایک دیوانی معاہدہ توڑنے پر سزا کا حقدار ہوگا جبکہ نکاح کوئی مجرمانہ عمل نہیں ہے۔ اس بل کا دوسرا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ اس بل میں ایسا کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ مطلقہ ہی اپنے شوہر کے خلاف شکایت درج کرا سکتی ہے بلکہ کوئی بھی شخص یہ شکایت کر سکتا ہے کہ فلاں مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں اور شکایت درج ہو جائے گی اور شوہر کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ چونکہ یہ دفعہ غیر ضمانتی ہے اس لئے شوہر کو عدالت سے ہی ضمانت ملے گی۔ اب عدالت کے اوپر ہے کہ اسے ضمانت دے یا جیل میں رکھے۔ قانون کے اس پہلو سے کئی اہم مسائل پیدا ہوں گے۔

(۱) بیوی اگر شکایت نہیں کرنا چاہتی ہے کیوں کہ اس کی طلاق ہوئی ہی نہیں ہے پھر بھی مرد جیل چلا جائے گا نتیجتاً اس کی بیوی اور بچے سخت پریشانیوں کے شکار ہوں گے۔

(۲) کوئی شخص جھوٹی شکایت بھی کر دے گا تو شوہر کو جیل جانا ہی پڑے گا۔

(۳) یہ سمجھ سے باہر ہے کہ جب طلاق ہوئی ہی نہیں تو پھر شوہر کو بلاوجہ جیل کیوں بھیجا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ مجوزہ بل میں طلاق ثلاثہ کے بعد بچوں اور مطلقہ کے حقوق پر خاموشی اختیار کی گئی ہے، اسی طرح اس بل میں شوہر کے جیل جانے کے بعد عورت کا نان ونفقہ کون دے گا۔ گھر کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے اس پر کوئی بات نہیں کی گئی ہے۔

ہماری حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی مذہب میں مداخلت نہیں کر رہی ہے بلکہ صرف جنسی ناانصافی کو ختم کرنے کیلئے ایسا قدم اٹھا رہی ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہماری سرکار کو سب سے پہلے ہماری ہندو بہنوں کے آنسوؤں پر نظر ڈالنی چاہئے جو عام طور پر اپنے گھروں سے بغیر طلاق کے باہر نکال دی جاتی ہیں اور وہ عدالت سے انصاف کیلئے در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوتی ہیں۔ ان کی عمریں ختم ہو جاتی ہیں لیکن انہیں انصاف نہیں ملتا، یہی حال دوسرے مذاہب کی بہنوں کا بھی ہے۔ اس لئے جنسی انصاف کے معاملہ میں ہمیں تنگ ذہن نہیں ہونا چاہئے اور کسی ایک مذہب کو نشانہ نہیں بنانا چاہئے۔ ایسا لگتا ہے کہ مرکزی حکومت صرف انتخابی فائدہ کیلئے یہ قدم اٹھا رہی ہے، اسے لگتا ہے کہ مسلمانوں کو ٹارگیٹ کرنے سے ان کا ووٹ پولرائز ہوگا۔ حکومت اپنے اس بل کے ذریعہ ان خواتین کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر رہی ہے جن کی شادیاں تو برقرار رہیں گی، لیکن ان کے خاوند جیل کی سلاخوں میں بند ہوں گے۔

تین طلاق پر تین سال کی سزا

مولانا محمد ولی رحمانی (جنرل سکریٹری بورڈ)

۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کی تاریخ تھی، سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے تین طلاق کے موضوع پر اپنا فیصلہ سنادیا، جس میں پانچوں ججوں کے فیصلہ میں کئی جگہ اختلاف رائے تھا، اس لیے فیصلہ اکثریتی فیصلہ سے ہوا، اس فیصلہ میں خاص طور پر دو باتیں تھیں، ایک تو یہ کہ پرسنل لا بنیادی حق ہے، اس لیے اس میں نہ سپریم کورٹ تبدیلی کرسکتی ہے، اور نہ پارلیمنٹ اس کے خلاف قانون سازی کرسکتی ہے، فیصلہ کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ اگر کسی نے بیک وقت تین طلاق دی تو وہ طلاق کالعدم ہوگی، اور ازدواجی زندگی پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا، اس فیصلہ پر کئی تأثرات اور کئی تبصرے آئے، مرکزی حکومت کے وزیر قانون نے اعلان کیا کہ اس فیصلہ کے بعد کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن جیسے جیسے گجرات الیکشن کی فضا گرم ہوئی وزیر اعظم کو مسلمان مطلقہ عورتوں کی یاد ستانے لگی، اور مرکزی حکومت کا اعلان آگیا کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ تو ہوگیا، مگر مسلم مردوں نے تین طلاق دینا بند نہیں کیا ہے، اس لیے کڑی قانون سازی ہوگی۔ گروپ آف منسٹرس بنائے گئے، اس نے قانون کا مختصر مسودہ بنادیا، اور اسے خط کی شکل میں صوبائی حکومتوں کو بھیجا گیا، تاکہ وہ رائے دیں، ابھی تمام صوبوں سے رائے نہیں آئی ہے، اتنا معلوم ہے کہ تلنگانہ، آندھرا اور کیرالہ نے اس قانون کی مخالفت کی ہے۔

۱۵/دسمبر ۲۰۱۷ء کو مرکزی کیبنٹ نے اس مسودہ قانون کو منظوری دیدی، اور اب کسی بھی دن وہ بل پارلیمنٹ میں پیش ہوگا، پھر بحث ہوگی اور اگلے مرحلے طے پائیں گے —— کانگریس پارٹی نے رائے دیدی ہے کہ اگر یہ بل سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق ہوگا تو وہ تائید کرے گی، ورنہ مخالفت! دوسری پارٹیوں کی رائے بھی آہستہ آہستہ سامنے آجائے گی، ابھی یہ کہنا مشکل ہے کہ راجیہ سبھا میں یہ بل منظور ہوگا یا نہیں۔

یہ طے ہے کہ اس بل میں دو چیزیں ہیں، ایک تو یہ کہ ایک ساتھ تین طلاق دینے والوں کو کریمنل لا کے تحت سزا ہوگی، جس کی مدت تین سال ہے، اس کے علاوہ اسے پینلٹی بھی دینی ہوگی، جس کی تعیین عدالت میں ہوگی —— حکومت نے کریمنل لا کے تحت تین سال کی سزا تو طے کردی، مگر سوال یہ ہے کہ یہ سزا کس کریمنل آفنس کی ہے؟ اگر ایک ساتھ تین طلاق دینا کریمنل آفنس ہے تو سپریم کورٹ نے فیصلہ دیدیا ہے کہ تین طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوگی، اس طرح سپریم کورٹ نے تین طلاق کو پہلے ہی بے اثر کردیا ہے، اور ''حکومت بے اثر جرم'' کی سزا تین سال مقرر کررہی ہے، اور اس کے ساتھ پنلٹی بھی ہے، تو یہ سپریم کورٹ سے طے شدہ بے اثر جملہ یا لفظ کو جرم قرار دینا ہے، جب کہ کوئی بھی بے اثر چیز کرائم نہیں ہوسکتی —— اگر قانون سازی یہ ہو کہ تین طلاق دینے والے کی بات مؤثر ہوگی اور تینوں طلاق پڑجائے گی، تو پھر تین سال کی سزا کے قانون میں کچھ معقولیت ہوتی۔

دوسری اہم چیز یہ ہے کہ بے اثر جرم کے خلاف حکومت تین سال کی سزا متعین کرنے جارہی ہے، کیا انڈین پینل کوڈ کی سزاؤں سے اس کی مطابقت ہے، تین سال کی سزا اغوا/زنا کاری جیسے جرائم پر دی جاتی ہے، کئی بڑے جرائم ہیں، جن کی سزا تین سال سے کم ہے، مثلاً رشوت پر ایک سال، مذہبی مقامات کو نقصان پہونچانے پر دو سال، فور جری پر دو سال، چار سو بیسی پر ایک سال، ملاوٹ پر چھ ماہ، یا ایک ہزار روپئے (یا دونوں) جیسی سزائیں متعین ہیں، تو کیا تین طلاق (سپریم کورٹ کے مطابق جن کا نہ بیوی پر اثر ہوتا ہے، نہ بچوں پر، نہ خاندان پر) اتنا بڑا ''جرم'' ہے کہ اسے اغوا جیسے جرائم کے برابر سمجھ لیا جائے، سزاؤں کو متعین کرنے میں کچھ توازن تو ہونا ہی چاہئے!

مرکزی کیبنٹ نے تین سال کی سزا کے ساتھ بیوی بچوں کا خرچ بھی طلاق دینے والے پر عائد کیا ہے، کیبنٹ کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ مرد جیل چلا جائے گا، تو یہ خرچ کون دے گا؟ اس سے بہتر تو حکومت بہار نے کیا ہے، کہ مطلقہ کو پچیس ہزار روپئے سالانہ وظیفہ دیتی ہے۔

ایسا لگتا ہے کہ حکومت نے یہ مان لیا ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج کڑی سزا ہے، جب کہ کرائم رپورٹ اس کی تائید نہیں کرتی—— پچھلے چند برسوں میں مجرمانہ حرکت پر نگاہ ڈالیں تو جتنی شہرت اور جتنا عوامی احتجاج نر بھیا حادثہ پر ہوا، اتنا کسی انفرادی حادثہ پر نہیں ہوا، اس حادثہ نے پورے ملک کے شعور کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، اور کسی اپیل کے بغیر ہزاروں افراد بڑے بڑے شہروں میں سڑکوں پر اتر آئے، کئی بڑے لیڈروں نے بیان دیدیا کہ مجرم کو اسلامی سزا دینی چاہئے، شور شرابہ کے تحت قانون بن گیا—— مگر کیا عورتوں کے ساتھ زیادتیوں کا سلسلہ کم ہوگیا؟ رکنے کی بات دور کی ہے! ہاں یہ بھی عجیب بات ہے کہ آج مرکزی وزارت نے تین طلاق پر تین سال کی سزا کے مسودہ کو منظور کیا ہے، آج ہی یہ سطریں لکھی جارہی ہیں، (۱۵/دسمبر ۲۰۱۷ء) اور ۱۶/دسمبر ۲۰۱۲ء کو نر بھیا کے ساتھ اندوہناک حادثہ ہوا تھا۔ اس پانچ سال کے عرصہ میں جرائم بڑھے ہیں ۲۰۱۶ء میں کرائم ریکارڈ بیورو کے مطابق ایک ہزار خواتین پر جرائم کی تعداد ۵۵ء۲ رہی ہے، خواتین کے خلاف تشدد کا معاملہ بڑھا اور پچھلے دس سال (۲۰۱۶ء تک) میں ۸۸/فیصد اضافہ ہوا، جب کہ ۲۰۱۶ء میں ۹ء۱۸ فیصد مجرم کو ہی سزا دی گئی، دہلی میں ۲۰۱۶ء میں روزانہ پانچ واقعات عصمت کے درج ہوا کیے ہیں، دہلی جنسی ہراساں کی اوسط شرح ۳ء۲۶ فیصد ہے۔

یہ تھوڑی سی تفصیل بتاتی ہے کہ سماجی بیماریوں کا علاج سخت بنا دینا نا کافی ہے، اس کے لیے لوگوں کو سمجھانا، انہیں ذمہ داریوں کو یاد دلانا اور ذہن سازی کرانا بہت اہم ہے، جس کی سمجھ میں آجانیوالی مثال یہ ہے کہ مسلمانوں میں ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء تک طلاق بہت آسان رہی ہے، دوسرے مذہب کے ماننے والوں میں طلاق مشکل رہی ہے، اور طلاق کورٹ سے ہوتی ہے، جس میں بڑا وقت لگتا ہے، جس کے نتیجہ میں ابھی ۳۲/لاکھ ہندو عورتیں بغیر طلاق، شوہر سے الگ مجبوری کی زندگی گذار رہی ہیں، انہیں میں ایک وزیر اعظم نریندر مودی کی اہلیہ محترمہ بھی ہیں—— اور جن لوگوں کو قانونی طلاق ہوئی ہے، قومی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق سب سے زیادہ ہندو، پھر عیسائی، سکھ، بدھسٹ، جینی حضرات کے یہاں طلاق ہوئی ہے، اور سب سے کم طلاق مسلمانوں میں ہوا کی ہے، اصل میں یہ اثر ہے مسلم پرسنل لا بورڈ، مسلمانوں کی دوسری جماعتوں، علماء اور ائمہ کے سمجھانے بجھانے اور مزاج سازی کا!

تین طلاق بِل — جائزہ اور تجویز

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

قوموں کی بدبختی اور زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقیقی مسائل سے غافل ہو جائیں اور اپنی صلاحیتیں ایسے کاموں میں صرف کرنے لگیں، جن کا کوئی فائدہ نہیں، اس وقت ہمارا ملک اسی صورت حال سے گذر رہا ہے، ملک کی معیشت مسلسل انحطاط پذیر ہے، شرح ترقی گھٹتی جارہی ہے، کارخانے بند ہورہے ہیں، ہمارے وزیر اعظم شاید آدھی دنیا کا سفر کر چکے ہیں؛ لیکن سرمایہ کاری میں اضافہ تو کجا؛ ہمارا سفر تنزل کی طرف جاری ہے، روزگار کے مواقع گھٹتے جارہے ہیں، ملک کی دولت چند ہاتھوں میں سمٹ آئی ہے، بڑے بڑے سرمایہ دار اور صنعت کار بینکوں سے بھاری قرض حاصل کر کے عوام کی گاڑھی کمائی کو ڈبو رہے ہیں، امن و قانون کی صورت حال اتنی ابتر ہو چکی ہے کہ پوری دنیا ہم پر خندہ زن ہے، یہ اور اس طرح کی بہت سی ناکامیاں ہیں، جو دوپہر کی دھوپ کی طرح معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والے پر بھی واضح اور عیاں ہیں۔

بجائے اس کے کہ حکومت ان حقیقی مسائل پر توجہ کرتی، اپنے نفرت کے ایجنڈے کو بڑھاتے ہوئے اقلیتوں اور دلتوں کو پریشان کرنے اور فرقہ وارانہ بنیاد پر اپنے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے کی بے فائدہ کوششوں میں لگی ہوئی ہے، ایسی ہی نامسعود اور ناروا کوششوں میں ایک مطلّقہ خواتین سے متعلق مجوزہ قانون ہے، جسے ''مسلم خواتین سے متعلق حقوق کے تحفظ کا بل ۲۰۱۷ء'' کا نام دیا گیا ہے، جو لوک سبھا سے پاس ہو چکا ہے، اللہ کا شکر ہے کہ فی الحال راجیہ سبھا سے یہ بل پاس نہیں ہو سکا، بل میں کہا گیا ہے کہ طلاق بدعت (ایک ساتھ تین طلاق) اور اس کی مماثل طلاق کی وہ تمام شکلیں جو فوری طور پر اثر انداز ہوں اور جن میں رجعت کی گنجائش نہیں ہو، باطل اور غیر قانونی ہوں گی، خواہ زبانی طلاق دی جائے یا تحریر کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے، اور اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اس کو تین سال کی جیل ہوگی اور اس کے علاوہ جرمانہ بھی ہوگا، نیز اس مطلقہ عورت اور اس کے زیر کفالت بچوں کا نفقہ طلاق دینے والے شخص پر ہوگا اور مجسٹریٹ اس کو طے کرے گا، نابالغ بچوں کی نگہداشت و پرورش کا حق بھی عورت کو حاصل ہوگا، نیز مجرم کے خلاف ناقابل ضمانت وارنٹ جاری ہوگا اور یہ قابل دست اندازی پولس گا۔

غور کیا جائے تو یہ مجوزہ قانون شریعتِ اسلامی میں مداخلت بھی ہے اور دستور کی روح کے مغائر بھی، نا منصفانہ بھی ہے اور خود عورتوں کے مفاد کے خلاف بھی، نیز تضادات کا حامل بھی۔

قانون شریعت میں مداخلت

اس میں ایک پہلو تو شریعت اسلامی میں مداخلت کا ہے اور یہ مداخلت ایک آدھ مسئلہ تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ یہ کئی جہتوں سے شریعت کے عائلی قوانین کو متاثر کرتا ہے، جس کو درج ذیل نکات میں سمجھا جا سکتا ہے:

(۱) اولاً یہ قانون ''طلاقِ بدعت'' جس سے خود اس بل کی توضیحات کے مطابق ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں مراد ہیں، باطل، کالعدم اور غیر مؤثر قرار دیتا ہے، یعنی تین طلاق دینے کی صورت میں ایک طلاق بھی نہیں پڑے گی، یہ ایسی بات ہے جس کے غلط ہونے پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر متفق ہیں، ایک ساتھ دی گئی تین طلاق کا کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس میں فقہاء کے درمیان اس بارے میں ضرور اختلاف ہے کہ یہ تینوں طلاقیں واقع ہوں گی یا ایک ہی طلاق واقع ہوگی؟ جمہور اہل سنت کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، اہل حدیث اور شیعہ حضرات کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگی؛ لیکن اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایسا نہیں ہوگا کہ ایک ساتھ دی گئی تینوں طلاقیں بالکل ہی بے اثر ہو جائیں، اور ایک طلاق بھی واقع نہیں ہو، اور یہ بات عقل عام کے بھی خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنے حق طلاق کا استعمال کرتے ہوئے ایک طلاق دے تو وہ تو واقع ہو جائے اور تین

طلاق دے تو ایک بھی واقع نہیں ہو۔

(۲) مجوزہ قانون کے مطابق طلاق بدعت کے ساتھ ساتھ اس کے مماثل طلاق کی وہ تمام صورتیں بے اثر ہوں گی ،جن سے فوری طور پر رشتۂ نکاح ختم ہو جاتا ہو اور رجعت کی گنجائش باقی نہیں رہتی ہو، گویا طلاق بائن بھی واقع نہیں ہوگی ،اس کے دُور رس اثرات پڑیں گے ،اگر نکاح کے بعد رُخصتی کی نوبت نہیں آئی اور کوئی ایسی صورت پیدا ہوگئی ،جس کی وجہ سے نوبت طلاق کی آگئی ،خواہ یہ صورت لڑکی والوں کی طرف پیدا ہوئی ہو یا لڑکا اور اس کے گھر والوں کی طرف سے ،ایسی صورت میں اگر شوہر نے ایک طلاق دے دی تو یہ بھی طلاق بائن میں شامل ہے ،مجوّزہ قانون کی رو سے یہ طلاق بھی کالعدم ہوگی۔

(۳) اگر شوہر تین طلاق سے بچتے ہوئے فوری طور پر رشتۂ نکاح ختم کرنا چاہے تو اس کی صورت یہی ہے کہ ایک طلاق بائن دے دی جائے ؛ تاکہ نکاح ختم ہوجائے ؛لیکن دونوں فریق کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی گنجائش باقی رہے ، اکثر سنجیدہ فیصلہ کے تحت اسی طرح طلاق دی جاتی ہے ،اگر باہمی تعلقات خراب ہوگئے ، خاندان اور سماج کے لوگوں نے محسوس کیا کہ اس رشتہ کو ختم کر دیا جائے تو شوہر سے یہی طلاق دلوائی جاتی ہے اور عورت کو اس کا فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے بارے میں آزاد رہتی ہے ،شوہر اپنی رضامندی کے بغیر اس کو اپنے نکاح میں واپس نہیں لاسکتا ،اس قانون کی رو سے یہ طلاق غیر معتبر ہوجائے گی اور چاہے عورت راضی نہ ہو مرد کو حق حاصل ہوگا کہ وہ اس کو واپس آنے پر مجبور کرے۔

(۴) بعض دفعہ شوہر و بیوی آپسی رضامندی سے ''خلع'' کا معاملہ طے کرتے ہیں ،خلع کے ذریعہ واقع ہونے والی طلاق بھی طلاق بائن ہے ، مجوزہ قانون میں طلاق بائن کی ایسی صورت کو مستثنیٰ کرنے کی کوئی صراحت نہیں ہے ، جو عورت کی رضامندی سے دی گئی ہو ؛اس لئے عدالتیں اس طلاق کو بھی کالعدم قرار دے سکتی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت نے اپنے لئے نجات و آزادی کا جو راستہ نکالا تھا ، وہ بند ہوکر رہ جائے گا اور اسے ناپسندیدگی کے باوجود اس رشتہ کو باقی رکھنا پڑے گا۔

(۵) طلاق بائن ہی کی ایک صورت ''ایلاء'' ہے ،یعنی اگر شوہر چار ماہ یا اس سے زیادہ یا ہمیشہ کے لئے بیوی کے ساتھ شوہر و بیوی کے مخصوص تعلقات قائم نہ کرنے کی قسم کھالے اور اس پر عمل کرنے لگے ، یہاں تک کہ چار ماہ گزر جائے تو اس کی بیوی پر آپ سے آپ ایک طلاق بائن واقع ہوجائے گی ؛ تاکہ وہ شوہر کے اس تکلیف دہ عمل سے نجات پاسکے ؛ چوں کہ طلاق کی اس صورت میں بھی رجعت کی گنجائش نہیں ہے ؛اس لئے بظاہر اس پر بھی اس قانون کا اطلاق ہوگا ،اس کو بھی کالعدم سمجھا جائے گا اور عورت شوہر کے ظالمانہ رویہ کے باوجود اس کی قیدِ نکاح سے آزاد نہیں ہوسکے گی۔

(٦) اس مجوزہ قانون میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ طلاق کی صورت میں ایک شادی شدہ مسلمان عورت اپنے نابالغ بچوں کی نگہداشت اور پرورش کی حقدار ہوگی ، اسلام نے یقیناً حق پرورش کے معاملہ میں ماں کو باپ پر ترجیح دی ہے ؛لیکن شریعت میں اصل اہمیت بچہ کے مفاد کی ہے ؛اسی لئے عام حالات میں لڑکی کے بالغ ہونے تک حق پرورش ماں کو دیا گیا ہے ؛ کیوں کہ وہ زیادہ بہتر طور پر بیٹی کے مسائل کو سمجھ سکتی ہے ،اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کرسکتی ہے اور اس کی تربیت کا فریضہ انجام دے سکتی ہے ،لڑکے چھ سات سال تک ماں کے زیر پرورش رہیں گے ، اس کے بعد باپ کو حق پرورش حاصل ہوگا ؛ کیوں کہ اس عمر کے بعد باپ زیادہ بہتر طور پر بچے کی تربیت کا فریضہ انجام دے سکتا ہے ؛اور یہ مشاہدہ ہے کہ لڑکے عام طور پر ماں کے قابو میں نہیں رہتے ؛ البتہ اگر بالغ ہونے کے بعد بھی لڑکی کو باپ کے حوالہ کرنا اس کے مفاد میں نہیں ہو ، یا لڑکے کو سات آٹھ سال تک ماں کے پاس رکھنا یا اس کے بعد اس کے باپ کے حوالہ کردینا کسی وجہ سے بچہ کے مفاد میں نہیں ہو تو بچہ کے مفاد کو ترجیح دی جائے گی ،اس اُصول کو شریعت میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اگر شوہر و بیوی کے درمیان اس شرط پر خلع ہو کہ بیوی بچہ کے حق پرورش سے دستبردار ہوجائے گی ؛ حالاں کہ بچہ ابھی بہت چھوٹا ہو اور ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا ہو ، تب بھی بچہ کے مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے یہ معاہدہ کالعدم ہوجائے گا اور ماں کو حق پرورش حاصل رہے گا ؛ البتہ بچہ جب بھی ماں باپ میں سے ایک کے زیر پرورش ہو تو دوسرے فریق کو وقتاً فوقتاً بچوں سے ملاقات کا حق حاصل رہے گا۔

شرعاً حق پرورش بعض دفعہ ماں کے علاوہ باپ ہی کو نہیں ؛ بلکہ دوسرے رشتہ داروں جیسے نانی ، دادی ، بہن ، خالہ اور پھوپھی وغیرہ کو بھی حاصل ہوتا ہے اور جب عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرلے جو زیر پرورش

لڑکے یا لڑکی کا محرم رشتہ دار نہ ہو تو ماں کا حق پرورش ختم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں بچے کو ماں کے زیر پرورش رکھنا بچوں کے مفاد میں نہیں ہوتا ؛لیکن اس مجوزہ قانون کے رو سے مطلقاً ماں کو پرورش کا حقدار قرار دے دیا گیا ہے، اس سے باپ اور دوسرے حقداروں کے حقوق متأثر ہوں گے اور خود بچوں کو نقصان پہنچے گا۔

(۷) اس مجوزہ قانون میں مطلقہ اور اس کے بچوں دونوں کا نفقہ مرد پر عائد کیا گیا ہے؛ حالاں کہ طلاق کے بعد عورت کا نفقہ سابق شوہر پر واجب نہیں ہوتا، ہاں، بچے چوں کہ اسی کی اولاد ہیں؛ اس لئے ان کا نفقہ باپ کے ذمہ واجب ہے، اور جب تک حق پرورش حاصل ہونے کی بناپر عورت ان بچوں کی پرورش کرے گی تو پرورش کی اُجرت اس مرد کے ذمہ واجب ہوگی۔

(۸) مجوزہ قانون کی دفعہ :۴/ میں فوری اثر کے ساتھ پڑنے والی نا قابل رجعت طلاق پر تین سال کی جیل کی سزا اور اس کے علاوہ جرمانہ کی بات کہی گئی ہے؛ ایک تو اس لئے یہ سزا غیر منصفانہ اور مبالغہ پر مبنی ہے، دوسرے: ایک ساتھ تین طلاق دینا شریعت میں ضرور ناپسندیدہ عمل ہے اور یہ گناہ کے دائرہ میں آتا ہے؛ لیکن طلاق بائن ایسا عمل نہیں ہے جو بہر حال گناہ کے دائرہ میں آتا ہو، یا فقہاء کی اصطلاح میں طلاق بدعت ہو؛ اس لئے اس پر سزا دینا شرعاً نا قابل قبول ہے۔

(۹) مجوزہ قانون میں اگر چہ مقاصد و اسباب کے تحت بین القوسین طلاق بدعت کے ساتھ ایک وقت اور ایک ہی بار میں تین طلاق کا ذکر آیا ہے؛ لیکن عدالتیں عام طور پر قانون کے متن کو پیش نظر رکھتی ہیں، اس میں تین طلاق کی صراحت نہیں ہے، اور صورت حال یہ ہے کہ طلاق بدعت صرف یکبارگی تین طلاق تک محدود نہیں ؛ بلکہ فقہاء نے حالت حیض میں طلاق دینے کو بھی بدعت قرار دیا ہے، چاہے ایک ہی طلاق دی جائے ،بعض اور صورتیں بھی طلاق بدعت شمار کی گئی ہیں، تو عدالتیں اس سلسلہ میں غلط فہمی کا شکار ہو سکتی ہیں اور وکلاء جو الفاظ کی بازی گری سے اپنے کیس کو ثابت کرنے میں مہارت رکھتے ہیں ، ایسے شخص کے لئے بھی اس طرح کی سزا کا مطالبہ کر سکتے ہیں، جس نے اس دوسرے پہلو سے طلاق بدعت دی ہو۔

قانون میں تضادات

یہ تو اس مجوزہ قانون کا شرعی پہلو ہے، اب اس بات کو دیکھئے کہ از روئے انصاف یہ قانون کس حد تک قابل قبول ہے اور کہیں یہ خود تضاد کا حامل تو نہیں ہے؟ اس سلسلہ میں چند نکات کو پیش نظر رکھنا چاہئے :

(۱) اس قانون کی رو سے ایک ساتھ دی گئی تین طلاقیں بالکل نا معتبر اور کالعدم ہیں، جن کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، یعنی ایک بھی طلاق نہیں پڑے گی تو سوال یہ ہے کہ جو عمل وجود ہی میں نہیں آیا اور قانون کی رو سے عورت اس سے متاثر ہی نہیں ہوئی ، پھر اس پر سزا دینے کے کیا معنی ہیں، اگر کسی شخص نے فضا میں فائرنگ کی اور اس کی فائرنگ سے کسی شخص کی جان نہیں گئی تو کیا ایسے شخص کو قتل کی سزا دی جائے گی؟

(۲) اس قانون کی رو سے ایک طرف مرد کو تین سال کے لئے جیل بھیجا جائے گا اور دوسری طرف اس پر عورت اور اس کے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری ہوگی ، یہ کھلا ہوا تضاد ہے، جب وہ جیل میں ہوگا اور محنت و مزدوری نہیں کرے گا تو وہ عورت اور بچوں کی کفالت کس طرح کرے گا ؟ خاص طور پر یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تین طلاق دینے کے واقعات زیادہ تر کم تعلیم یافتہ ،غریب ، اور معمولی روزگار کے حامل لوگوں کے یہاں پیش آتے ہیں، جو بے چارے روز کماتے اور روز کھاتے ہیں۔

(۳) یہ بات بھی نا منصفانہ ہے کہ دنگے فساد میں شامل ہونے والوں اور مذہبی مقامات کو نقصان پہنچانے والوں کو تو دو سال کی سزا ہو ، کرپشن اور چار سو بیسی کرنے والے کو ایک سال کی سزا ہو؛ لیکن تین طلاق دینے والے کو تین سال کی سزا دی جائے اور اس کے علاوہ جرمانہ بھی عاید کیا جائے ، یہ نہایت غیر متوازن، مبالغہ آمیز اور غیر منصفانہ سزا ہے۔

(۴) اس سزا کو مزید سخت کرنے کے لئے اس کو نا قابل ضمانت اور قابل دست اندازی پولس قرار دیا گیا ہے؛ حالاں کہ یہ کوئی ایسا جرم نہیں ہے، جس میں کسی کو جسمانی مضرت پہنچائی گئی ہو، یا عزت و آبرو پر ہاتھ ڈالا گیا ہو، کیا اس میں کوئی معقولیت ہے؟

(۵) پھر اس قانون میں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ عورت کے دعویٰ کرنے پر کارروائی کی جائے گی ، مجوزہ قانون مطلق ہے، بظاہر اس کے عموم و اطلاق کا تقاضا ہے کہ اگر اس شخص کا پڑوسی یا کوئی بدخواہ بلا کسی ثبوت کے یا عورت اور اس کے گھر کے لوگ مرد کے خلاف پولیس میں شکایت کر دیں تو اس بیچارے کو ہتھکڑی لگ جائے ، ایسا بے قید قانون ظلم و زیادتی

کے دروازے کو کھول دے گا۔

(۶) یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ تین طلاق کے کالعدم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب شوہر تین سال کی سزا کاٹ کر آئے گا، تو پھر وہ اس عورت کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرے گا، غور کیجئے! جو مرد اپنی بیوی کی طرف سے تین سال کی طویل سزا کاٹ کر اور خطیر جرمانہ ادا کرکے آیا ہے، کیا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ خوشگوار ازدواجی زندگی بسر کرسکیں گے اور انھیں بزور طاقت ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا عقلمندی کی بات ہوگی؟

خواتین کے لئے دشواریاں

(۱) اس طرح کا قانون عورت کے لئے مشکلات پیدا کرے گا، جو لوگ اپنی بیوی سے علاحدگی چاہیں گے اور ان کے لئے تین طلاق یا طلاق بائن کا راستہ بند ہو جائے گا، وہ بیوی کو لٹکا کر رکھیں گے، نہ اس کے حقوق ادا کریں گے اور نہ طلاق دیں گے، ایسی معلقہ عورت کی صورتِ حال مطلقہ سے بھی بدتر ہوتی ہے؛ کیوں کہ نہ وہ اپنے حقوق پاتی ہیں اور نہ اپنی ذات کے بارے میں آزاد ہوتی ہیں۔

(۲) یہ تو ان لوگوں کے لئے ہے، جن کے دلوں میں کچھ نہ کچھ اللہ کا خوف ہے، جن کو حلال وحرام کی فکر نہ ہو، وہ سوچیں گے کہ ساری مصیبت نکاح کرنے اور نکاح کے بعد طلاق دینے سے پیدا ہو رہی ہے؛ اس لئے نکاح ہی نہ کیا جائے؛ بلکہ چوں کہ قانون بالغ مرد وعورت کو آپسی رضامندی سے ایک ساتھ زندگی گزارنے اور صنفی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دیتا ہے؛ اس لئے جب تک جس کے ساتھ موافقت رہے، زندگی اس کے ساتھ گزاری جائے، اور جب جی اُکتا جائے، نیا رفیق تلاش کرلیا جائے، طلاق کو مشکل بنانا ان اہم اسباب میں سے ہے، جن کی وجہ سے اس وقت مغربی ملکوں میں نکاح کی شرح گھٹتی جا رہی ہے، خاندانی نظام بکھرتا جا رہا ہے اور اپنی پہچان سے محروم بچوں کی تعداد میں خطرناک حد تک اضافہ ہوتا جا رہا ہے؛ اس لئے حقیقت یہ ہے کہ خواتین کے حقوق کی حفاظت کے نام پر بننے والا یہ قانون اپنے اثرات و نتائج کے اعتبار سے خود خواتین کے لئے نقصاندہ ہے۔

(۳) بظاہر جب تین طلاق کے واقعات پیش آئیں گے تو شوہر سزا سے بچنے کے لئے انکار کرے گا، ظاہر ہے کہ اس کو ثابت کرنا بیوی کے ذمہ ہوگا، اور حکومت اس کا کیس لڑے گی، عام طور پر سرکار کی طرف سے مقرر کردہ وکلاء کو اپنے مؤکل کے مسئلہ سے دلچسپی نہیں ہوتی، اور وہ دوسرے فریق سے معاملہ طے کرکے بعض دفعہ جان بوجھ کر مقدمہ ہارتا ہے، یا اس کو طول دیتا ہے، نیز عدالتوں میں مقدمات کے بوجھ کی وجہ سے فیصلہ میں جو تاخیر ہوتی ہے، وہ محتاج اظہار نہیں ہے؛ اس لئے سیشن کورٹ سے سپریم کورٹ تک فیصلہ میں دس بارہ سال کا عرصہ لگ جائے تو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہئے، اس پورے عرصہ میں وہ مرد کی طرف سے بھی پورے حقوق سے محروم رہے گی اور دوسرے نکاح کے لئے بھی آزاد نہیں ہوگی۔

مسئلہ کا حل

البتہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے اور اس کے چند اہم نکات یہ ہوسکتے ہیں:

(۱) صرف ایک ساتھ تین طلاق دینے پر ایک مناسب اور متوازن سزا تجویز کی جائے، اور وہ سزا ایسی ہو جس سے مطلقہ عورت کو فائدہ ہو۔

(۲) بچوں کا نفقہ تو شرعاً اس کے باپ پر واجب ہے ہی، اس کے ساتھ ساتھ جب تک عورت بچوں کی پرورش کرے، اس کو سابق شوہر کی طرف سے مناسب اُجرت پرورش بھی دلائی جائے، جو فقہاء کی تصریحات کے مطابق اتنی ہونی چاہئے کہ اس کے خورد ونوش اور رہائش کا انتظام ہو جائے۔

(۳) مہر اور نفقۂ عدت جلد سے جلد ادا کرایا جائے۔

(۴) اس نوعیت کے مقدمات کے لئے فاسٹ ٹریک عدالتیں قائم کی جائیں، جو ایک مقررہ مدت مثلاً تین ماہ کے اندر فیصلہ سنادے۔

(۵) حکومت ایسی مظلوم عورتوں کی طرف سے فیس وکیل کی ذمہ داری قبول کرے، اسے اپنی مرضی کا وکیل مقرر کرنے کا اختیار دے اور متاثرہ عورت پر اخراجات مقدمہ کا بوجھ نہ ڈالا جائے۔

یہ تو اس مجوزہ قانون کے اثرات ونتائج اور ان کے حل کے بارے میں گفتگو تھی؛ لیکن یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ ہندوستان کے دستور کی بنیاد کثرت میں وحدت اور اقلیتوں کی مذہبی وتہذیبی آزادی پر ہے؛ اسی لئے دستور کے بنیادی حقوق کی دفعات میں اس کی ضمانت دی گئی ہے، حکومت کو ہرگز کوئی ایسا قدم نہیں اُٹھانا چاہئے، جو دستور سے انحراف پر مبنی ہو، اس کی روح کو متاثر کرتا ہو، اور اس سے اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا ہو۔

❁❁❁

ہمارے ملک کی پارلیمنٹ میں زیر بحث طلاق بل

ایک تجزیاتی مطالعہ

مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی (ترجمان ورکن مجلس عاملہ بورڈ)

سپریم کورٹ نے ۲۲/ اگست ۲۰۱۷ کو طلاق ثلاثہ کے بارے میں زیر بحث مقدمے کا فیصلہ سنایا تھا، اس میں چیف جسٹس نے اپنے تفصیلی حکم میں ایک بہت اہم انکشاف کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا:

"The learned Attorney General having assisted this Court in the manner recounted above, was emphatic that the other procedures available to Muslim men for obtaining divorce, such as' talaq-e-ahsan' and 'talaq-e-hasan' were also liable to be declared as unconstitutional, for the same reasons as have been expressed with reference to 'talaq-e-biddat'. In this behalf, the contention advanced was,that just as 'talaq-e-biddat, talaq-e-ahsan' and 'talaq-e-hasan' were based on the unilateral will of the husband, neither of these forms of divorce required the availability of a reasonable cause with the husband to divorce his wife, and neither of these needed the knowledge and/or notice of the wife, and in neither of these Procedure the knowledge and/or consent of the wife was required. And as such, the other two so-called approved procedures of divorce ('talaq-e-ahsan' and 'talaq-e-hasan') available to Muslim men, it was submitted, were equally arbitrary and unreasonable, as the practice of 'talaq-e-biddat'. It was pointed out, that submissions during the course of hearing were confined by the Union of India, to the validity of 'talaq-e-biaddat' merely because this court, at the commencement of hearing, had informed the parties, that the present hearing would be limited to the examination of the prayer made by the petitioners and the interveners on the validity of 'talaq-e-biddat' It was contended, that the challenge to 'talaq-e-ahsan' and 'talaq-e-hasan' would follow immediately after this court had rendered its pronouncement with reference to 'talaq-e-biddat'. We have referred to the incident, and considered the necessity to record it, because of the response of the learned Attorney General to a query raised by the Bench. One of us (U.U. Lalit J(, enquired from the learned Attorney General, that if all the three

procedures referred to above, as were available to Muslim men to divorce their wives, were set aside as unconstitutional, Muslim men would be rendered remediless in matters of divorce? The learned Attorney General answered the query in the affirmative. But assured the Court, that the Parliament would enact a legislation within no time, laying down grounds on which Muslim men could divorce their wives. We have accordingly recorded the above episode, because it has relevance to the outcome of the present matter."

ترجمہ: فاضل اٹارنی جنرل نے، جنہوں نے منقولہ بالا طریقے پر زیر بحث موضوع پر کورٹ کی مدد کی تھی، پوری صراحت کے ساتھ یہ بھی کہا کہ مسلم مردوں کو طلاق دینے کی جو دوسری شکلیں میسر ہیں مثلاً ''طلاق احسن اور طلاق حسن'' ان کو بھی غیر دستوری قرار دیا جانا چاہئے اور اس کی وجوہ بھی وہی ہیں جو''طلاق بدعت'' کے سلسلے میں ذکر کی گئی ہیں۔

ان وجوہ کا خلاصہ یہی ہے کہ طلاق بدعت ہی کی طرح ''طلاق احسن'' اور ''طلاق حسن'' بھی صرف شوہر کے یک طرفہ فیصلے سے واقع ہو جاتی ہیں۔ طلاق کی ان دونوں قسموں کے لیے شوہر کے لیے طلاق دینے کی کسی معقول وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہے، اور نہ ان میں سے کسی کے لیے یہ ضروری ہے کہ بیوی کو پہلے سے خبر ہو اور یا اسے نوٹس دیا جائے۔ نیز ان میں سے کسی کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ بیوی کو اطلاع دی جائے اور یا اس کی منظوری لی جائے۔ لہٰذا طلاق کی دوسری دونوں نام نہاد جائز شکلیں ''طلاق احسن'' اور ''طلاق حسن'' بھی طلاق بدعت ہی کی طرح یک طرفہ اور غیر معقول ہیں۔

فاضل اٹارنی جنرل نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت کی طرف سے اس مقدمے کی سماعت کے دوران بحث کو صرف ''طلاق بدعت'' ہی تک محدود اس وجہ سے رکھا گیا کہ اس عدالت نے مقدمے کی سماعت کے شروع ہی میں تمام فریقوں کو مطلع کر دیا تھا کہ اس مقدمے میں مدعیوں اور دوسرے فریقوں کی طرف سے صرف ''طلاق بدعت'' کے جواز اور عدم جواز کے سلسلہ میں کی گئی درخواستوں ہی کا جائزہ لیا جائے گا۔ اٹارنی جنرل کی طرف سے یہ بات بھی صراحۃً کہی گئی تھی کہ اس مقدمے میں طلاق بدعت کے بارے میں فیصلہ صادر ہونے کے فوراً بعد ''طلاق احسن'' اور ''طلاق حسن'' کو بھی چیلنج کیا جائے گا۔

ہم نے فاضل اٹارنی جنرل کی یہ بات نقل کرنا بینچ کی طرف سے اٹھائے گئے ایک سوال کے جواب میں اٹارنی جنرل کے جواب کی وجہ سے ضروری سمجھا۔ جسٹس یو۔ یو۔ للت نے جب ان سے پوچھا کہ طلاق کی تینوں شکلیں جب ممنوع اور غیر قانونی قرار دے دی جائیں گی تو کیا طلاق کے سب راستے مسلم مردوں کے لیے مسدود نہیں ہو جائیں گے؟ انہوں نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیتے ہوئے عدالت کو یقین دلایا کہ بہت جلد پارلیمنٹ ایک ایسا قانون بنائے گی جس کے ذریعہ اس طریقہ کار کو متعین کر دیا جائے گا جس کے مطابق مسلم مرد اپنی بیویوں کو طلاق دے سکیں گے۔

ہم نے مذکورہ بالا واقعہ کا یہاں ریکارڈ کرنا اس لیے ضروری سمجھا کہ زیر بحث معاملے کے نتیجے سے بھی اس کا براہ راست تعلق ہے۔''

پڑھ لیا آپ نے؟ ہمارے ملک کی حکومت ملک کی سب سے بڑی عدالت میں اپنے اس منصوبے کا اعلان واضح الفاظ میں کر چکی ہے کہ اسے عدالت کے ذریعہ اسلام کے پورے نظام طلاق ہی کو ممنوع اور غیر قانونی

قرار دلوانا ہے۔ اور یہ کہ اس مقدمے میں بیک وقت تین طلاق کے بارے میں فیصلہ آنے کے فوراً بعد طلاق احسن اور طلاق حسن کو بھی چیلنج کیا جائے گا۔

اب آیئے پارلیمنٹ میں زیر بحث بل کا جائزہ لیں۔ پہلی بات تو اس سلسلے میں یہ عرض کرنی کہ اس کو بغور پڑھنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حکومت نے پورے نظام طلاق پر حملہ کرنے کے لیے عدالت عالیہ سے فی الحال مایوس ہوکر قانون سازی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ عدالت عالیہ سے مایوسی کی وجہ یہ ہے کہ عدالت نے بیک وقت تین طلاق کو چھوڑ کر بقیہ پورے مسلم پرسنل لا کو دین وشریعت کا اہم اور بنیادی حصہ مانتے ہوئے آئین ہند کی دفعہ ۲۵ کے تحت ناقابل تبدیل قرار دے دیا تھا، غالباً اسی بنا پر حکومت نے (عیّارانہ) قانون سازی کے ذریعہ اپنے منصوبے کی تکمیل کا فیصلہ کیا۔

سب سے پہلے ان الفاظ پر غور کیجیے جن کے ذریعہ اس بل کے اصل مقصد کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ الفاظ بعینہ یہ ہیں:

BILL

"to Protect the rights of married Muslim women and to prohibit divorce by pronouncing talaq by their husbands"......

بل

(مسلم شادی شدہ عورتوں کے حقوق بل کے تحفظ کے لیے اوران کے شوہروں کے ذریعہ لفظ طلاق بول کر ازدواجی رشتے کو ختم کردینے کو روکنے کے لیے)

یہاں یہ بات نوٹ کرنے کے لائق ہے کہ یہاں مطلقاً بلاکسی قید کے طلاق ہی کو روکنا بل کا اولین مقصد بتایا گیا ہے۔

آگے جہاں Definitions (تعریفات) بیان کی گئی ہیں وہاں لفظ طلاق کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"talaq means talaq-e-biddat or any other similar form of talaq having the effect of instantaneous and irrevocable divorce pronounced by a Muslim husband."

(اِس ایکٹ میں سوائے اس صورت کے جب کہ سیاق کا تقاضا کچھ اور ہو،''طلاق'' کا مطلب ہوگا طلاق بدعت یا طلاق کی کوئی اور مماثل شکل جس کے ذریعہ مسلم شوہر کے ذریعہ فوری اور غیر رجعی طلاق دی جائے۔)

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ اس بل میں جہاں کہیں طلاق کا لفظ آئے گا، اس سے کون سی طلاق مراد ہوگی؟ اس سوال کے جواب میں مذکورہ بالا عبارت میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ''طلاق بدعت'' ہوگی، یا اس کے علاوہ طلاق کی وہ شکلیں بھی ہوں گی جن میں طلاق فوری طور پر واقع ہوجاتی ہے اوران میں رجعت کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

اس سلسلے میں چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ اسلامی فقہی اصطلاح میں طلاق بدعت، بیک وقت تین طلاق کو بھی کہتے ہیں اوراس طلاق کو بھی کہتے ہیں جو حالت حیض میں دی گئی ہو، یا اس طہر میں جس میں زن وشوہر کے درمیان ازدواجی تعلق قائم ہو چکا ہو دی جانے والی طلاق کو بھی کہتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے اسی لیے اپنے اکثریتی ۲ فیصلے میں جہاں بیک وقت ۳ طلاقوں کو غیر قانونی قرار دیا تھا وہاں بھی صرف طلاقِ بدعت کے لفظ پر اکتفاء نہ کرتے ہوئے اُس کے آگے ۳ طلاق کے لفظ کی بھی صراحت کردی تھی۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

"In view of the different opinions recorded by a majority of 3:2 the practice of talaq-e-biddat-triple talaq is set aside"

''جو مختلف آراء ریکارڈ کی گئی ہیں، ان کی روشنی میں ۳:۲ کی اکثریت سے طلاقِ بدعت۔۳ طلاق کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔''

ہم جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اس بل میں طلاق کی تعریف کرتے ہوئے صرف ''طلاقِ بدعت'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے آگے اُس کے مصداق کو محدود کرنے کے لئے طلاق ثلاثہ کا وہ لفظ جو سپریم کورٹ کے فیصلے میں استعمال کیا گیا ہے وہ یہاں حذف کردیا گیا ہے۔ اور جو لوگ قانون کی تشریح کے سلسلہ میں

عدالتوں کے اختیارات اور طرزِ عمل سے واقف ہیں وہ اس امکان کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ طلاقِ بدعت کی تشریح کے نام پر کچھ عدالتوں کے ذریعہ بیک وقت ۳ طلاق کے علاوہ طلاق کی ان شکلوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو شرعی قانون میں طلاقِ بدعت کے دائرے میں آتی ہیں۔ حالانکہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے دائرہ سے باہر ہیں۔

علاوہ ازیں مذکورہ تعریف (Definitions) میں طلاق کی ان شکلوں کو بھی صراحتاً شامل کیا گیا ہے جن میں فوری طور پر طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اُن میں رجعت کی گنجائش بھی نہیں ہوتی۔ شریعت اسلامی کا ہر طالب علم یہ بات جانتا ہے کہ اِس تعریف کے مطابق اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد ہر طلاق بائن کو بھی ممنوع اور قابلِ سزا جرم قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اس میں بھی رجعت کی گنجائش بھی نہیں ہوتی اور وہ بھی فوری طور پر واقع ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ عورت کے مطالبے پر خلع کے ذریعہ جو طلاق واقع ہوتی ہے وہ بھی چونکہ طلاق بائن ہی ہوتی ہے۔ وہ بھی اس قانون کی زد میں آ کر ممنوع قرار دی جا سکتی ہے۔ یعنی یہ کہ عورت جس شوہر سے علیحدگی چاہتی ہے، اسے اس کی مرضی کے خلاف اسی شوہر کی بیوی بن کر رہنے پر مجبور کیا جا سکے گا۔

اس بل کے بابِ دوم (CHAPTER ii) کی دفعہ ۳ میں، جس میں طلاق کو غیر قانونی اور کالعدم قرار دیا گیا ہے، اس میں بھی مطلقاً لفظ ''طلاق'' بولا گیا ہے۔ طلاق بدعت اور ۳ طلاق کی صراحت نہیں کی گئی ہے۔ اور اسی طرح دفعہ ۴ جس میں دفعہ ۳ میں مذکور طلاق دینے والے شخص کو ۳ سال تک کی جیل اور جرمانے کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے، اس میں بھی اسی اجمال یا ابہام سے کام لیا گیا ہے۔

اگر تعریفات والے کالم میں طلاقِ بدعت کے ساتھ سپریم کورٹ کے طرز کو اختیار کرتے ہوئے بیک وقت ۳ طلاق کے الفاظ کی صراحت بھی کر دی گئی ہوتی، تب بھی دفعہ ۳، ۴ اور دفعہ ۵ میں صرف لفظ طلاق کا استعمال بھی شاید اس مفہوم کو متعین کرنے کے لئے کافی ہوتا کہ اِس قانون میں جہاں بھی لفظِ طلاق بولا جائے گا، وہاں صرف بیک وقت ۳ طلاق ہی مراد ہوگا۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ وہاں یہ صراحت نہیں کی گئی؛ بلکہ اس کے ساتھ طلاق کی ان شکلوں کو بھی شامل کر لیا گیا جو غیر رجعی ہوتی ہیں اور فوری طور پر واقع ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بات پورے یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اس بل کی رُو سے ہر طلاقِ بائن بھی غیر قانونی، کالعدم اور موجبِ سزا قرار پائے گی۔

اس موقع پر یہ یاد رکھیئے گا کہ سپریم کورٹ میں طلاق کی تمام شکلوں پر پابندی عائد کرنے کے سلسلے میں اٹارنی جنرل مرکزی حکومت کا جو موقف اور جو منصوبہ بیان کر چکے ہیں، اس کی روشنی میں اس بل کی یہ تشریح کہ یہ دراصل اُسی پالیسی پر عمل درآمد اور منصوبے کی تکمیل کی طرف ایک بڑا قدم ہے، بالکل منصفانہ نظر آتی ہے، اور اسی بناء پر ہم اُن تمام لوگوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مجوّزہ قانون کا اور اُس کی روح اور مقصد کا گہرائی سے مطالعہ کریں، اور اس پروپیگنڈے سے متاثر نہ ہوں جس کے ذریعہ یہ باوَر کرایا جا رہا ہے کہ یہ قانون صرف ۳ طلاق کو روکنے کے لئے اور مسلم عورت کے حقوق کے تحفظ کے لئے بنایا جا رہا ہے۔۔۔

آگے بڑھنے سے پہلے یہاں اس مجوّزہ قانون کی ایک اور خامی کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ۔۔ ایک طرف تو یہ قانون کہتا ہے کہ طلاقِ بدعت واقع ہی نہیں ہوگی، یعنی شوہر بیوی کا رشتہ باقی رہے گا۔ اور دوسری طرف شوہر کو سزا بھی دی جا رہی ہے، اُس پر جرمانہ بھی عائد کیا جا رہا ہے، اور بچوں کی پرورش اور کفالت کا حق اُس سے چھین کر صرف ماں کو دِیا جا رہا ہے۔۔۔ نیز بیوی کا اور بچوں کے لئے اُس شوہر سے خرچہ بھی دلوایا جا رہا ہے۔ تو ان سب باتوں میں کیا آپ کو کُھلا ہوا تضاد نظر نہیں آتا؟؟ یعنی ایک طرف تو آپ کہتے ہیں کہ طلاق واقع ہی نہیں ہوئی، اور رشتہ بدستور باقی ہے۔ اور دوسری طرف آپ اُس شوہر کو جیل بھی بھیج رہے ہیں، اُس پر جرمانہ بھی عائد کر رہے ہیں اور بچوں کے حق کفالت کو بھی شوہر سے چھین کر صرف ماں کو دے رہے ہیں؟ اور بیوی اور بچے کا خرچہ بھی آپ اُس سے دِلوا رہے ہیں؟ یعنی ایک ایسے فعل بلکہ درحقیقت صرف قول کی اتنی سنگین سزا آپ اُسے دے رہے ہیں، جس کی حیثیت صرف ایک نامناسب ''جملے'' یا ''بول'' کی ہے؟ جس کا اس قانون کی رُو سے اور سپریم کورٹ کے فیصلے کی رُو سے

بھی کوئی اثر ازدواجی زندگی یا رشتے پر پڑنے والا نہیں ہے۔۔۔۔مزید برآں یہ پہلو بھی قابلِ توجہ ہے کہ ایسی سزاؤں کو جھیلنے کے بعد کیا اس بات کی اُمید کی جاسکتی ہے کہ اَب اِن میاں بیوی کی آئندہ زندگی خوشگوار گذر سکے گی؟ اور کیا وہ شوہر اپنی اُس بیوی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بلکہ اُس سے بدلہ لینے کے دوسرے جائز اور ناجائز طریقے نہیں اختیار کرے گا؟ عورت کے حق میں تو اس سے کہیں بہتر ہوتا کہ آپ ایسا قانون بناتے جس کی رُو سے ۳ طلاق کو واقع اور مؤثر مانا گیا ہوتا، اور رشتے کے ختم ہوجانے کی بات کہی جاتی اور پھر شوہر کے لئے مناسب سزا تجویز کی جاتی۔

خرچہ اور بچوں کی کفالت وغیرہ کی جو ذمہ داریاں، اس قانون کی دفعہ ۵ اور ۶ کی رُو سے شوہر پر عائد کی گئی ہیں، ان سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کہیں نہ کہیں اس مسوّدۂ قانون کی ڈرافٹنگ کرنے والے بھی یہ تسلیم کررہے ہیں کہ شوہر و بیوی کے درمیان علیحدگی ہوچکی ہے۔ ورنہ اگر دونوں حسبِ سابق میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی گذار رہے ہیں، اور آئندہ بھی گذارتے رہیں گے، تو ان سب انتظامات اور ہدایات کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیونکہ جب میاں بیوی ایک ساتھ معمول کے مطابق زندگی گذارتے ہیں، تو بیوی اور بچوں کی نگہداشت اور کفالت کے لئے الگ سے کسی قانون بنانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اس مجوّزہ قانون کی دفعہ ۶ کی رُو سے جس عورت کو اُس کے شوہر نے طلاق دے دی ہو، بچوں کی کفالت اور پرورش کا حق اُسی عورت کا ہوگا۔ مجوّزہ قانون کا یہ حصّہ خاص طور پر بچوں کے حق اور اُن کی مصلحت کو یکسر نظر انداز کر رہا ہے۔ جب کہ ہمارے ملک کے مروّجہ قانون (GUARDIANSHIP And WARDS ACT) کے مطابق بچوں کی مصلحت کے پیشِ نظر بوقتِ ضرورت حقِ کفالت ماں یا باپ کو دیا جاتا ہے۔ مگر زیرِ بحث مجوّزہ قانون میں بچوں کی مصلحت کو بالکلیہ نظر انداز کر کے اُن کی کفالت کی ذمہ داری صرف ماں کو دی گئی ہے۔ جب کہ بعض حالات میں ہوسکتا ہے کہ باپ بہتر طریقے پر بچوں کی نگہداشت اور کفالت کی ذمہ داری ادا کرسکتا ہو۔

ایک اور بہت بڑی خامی اس مسوّدہ قانون میں یہ ہے کہ اس میں طلاق دینے کو ایک Criminal act قرار دیا گیا ہے اور اس کو ناقابل ضمانت اور قابل دست اندازی پولیس (Non Bailable and Cognizable) جرم قرار دیا گیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ عدالت کی طرف سے کسی وارنٹ کے بغیر براہ راست پولیس طلاق دینے والے شوہر کو گرفتار کرسکتی ہے۔ اور یہ کہ عدالت ہی سے اسے ضمانت لینی ہوگی۔ پولیس اسٹیشن میں اسے ضمانت نہیں مل سکتی۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر ایک انتہائی خطرناک بات اس قانون میں یہ بھی ہے کہ کسی تیسرے شخص کی شکایت پر بھی طلاق دینے کے الزام پر پولیس اس مسلم مرد کو گرفتار کرسکے گی۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ شکایت کرنے والی بیوی ہی ہو، وہ اس مرد کا کوئی پڑوسی بھی ہوسکتا ہے، کوئی ایسا شخص بھی ہوسکتا ہے جس سے کسی وجہ سے اس کی دشمنی چل رہی ہو، یہاں تک کہ مسلمانوں کی دشمنی کے لیے مشہور کسی تنظیم کا کارکن بھی ہوسکتا ہے۔

اس مجوزہ قانون کی یہی وہ خامیاں ہیں جن کی وجہ سے صرف علمائے اسلام ہی نہیں دوسرے انصاف پسند خواتین وحضرات بھی اس کی مخالفت کررہے ہیں، یہاں تک کہ خواتین کی وہ تنظیمیں جو ۳ طلاق کے خلاف سرگرم عمل رہی ہیں وہ بھی اس بل کی مخالفت میں پیش پیش ہیں۔

اب جب کہ یہ بل لوک سبھا سے پاس ہوکر راجیہ سبھا میں زیر بحث ہے ہم سب کی جد وجہد کا ہدف یہ ہونا چاہئے کہ وہاں سے وہ موجودہ شکل میں منظور نہ ہو اور ضروری اصلاحات وترمیمات کے لیے ضابطہ کے مطابق اسے سیلیکٹ کمیٹی میں بھیجا جائے۔

اس کوشش میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ تمام اپوزیشن پارٹیاں راجیہ سبھا میں یک آواز ہوکر اس کا مطالبہ کریں۔ اس مقصد کے لیے ان تمام پارٹیوں کے قائدین اور ممبران پارلمینٹ کو اِس بل کی مذکورہ بالا خامیوں سے واقف کرانا ضروری ہے۔۔۔آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس سلسلے میں امکانی کوشش کررہا ہے۔۔۔خدا ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

❁❁❁

تین طلاق بل اور ملت اسلامیہ کے لئے راہِ عمل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (سکریٹری بورڈ)

حکومت نے مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ کے پرفریب نام سے جو قانون بنایا ہے، یہ توقع کے عین مطابق ہے، بی جے پی نفرت کے جس ایجنڈے کو اپنے اقتدار کے ذریعہ اپنائے ہوئی ہے، یہ اسی کا ایک حصہ ہے، اور ظاہر ہے پوری ملتِ اسلامیہ ہند کے لئے یہ نہایت ہی افسوس ناک اور صدمہ انگیز واقعہ ہے، ۶؍دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد شہید کی گئی اور شریعت اسلامی کی جو عمارت اس ملک میں ہمارے بزرگوں نے تعمیر کی تھی، ۲۸؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو، اس کے ایک حصہ کو منہدم کردیا گیا، مسلمان اس وقت بھی بابری مسجد کی شہادت کو بے بسی کے ساتھ دیکھتے رہے اور اس تازہ حادثہ پر بھی بے کسی وبے چارگی کے ساتھ دیکھنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، یہ بات کس قدر عجیب ہے کہ آپ جس طبقہ کے لئے قانون بنائیں، ان سے کوئی مشورہ نہ کریں، اور اتنے اہم قانون کو ایسی جلد بازی کے ساتھ پاس کردیں کہ اسی دن پارلیمنٹ میں بل پیش ہو، اسی دن بحث ہو اور اسی دن ندائی ووٹ سے پاس کردیا جائے، **فیا أسفاہ ویا عجباہ!**

ان حالات میں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ قانون شریعت سے متعلق مسلمانوں کا لائحہ عمل کیا ہو؟ اس سلسلہ میں چند نکات قابل توجہ ہیں :

(۱) طلاق بہر حال ایک ناپسندیدہ فعل ہے، بالخصوص ایک ساتھ تین طلاق دینا گناہ اور ناجائز ہے، فقہاء اس پر متفق ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کو اس فعل پر اتنا غضب ناک دیکھا گیا کہ کم ہی کسی دوسرے عمل پر اس درجہ غصہ آیا کرتا تھا؛ اس لئے اگر مسلم سماج میں تین طلاق کا ایک واقعہ بھی پیش آئے تو یہ قابل نفرت ہے، اور کسی مناسب وجہ کے بغیر طلاق کے چند واقعات بھی پیش آئیں تو یہ قابل اصلاح ہیں؛ اس لئے ہمیں لوگوں میں طلاق کی شناعت کے بارے میں شعور بیدار کرنا چاہئے، اور اس بات کا بھی کہ اگر غور وفکر کے بعد طلاق لینے یا دینے کا فیصلہ کر ہی لیا گیا ہو تو طلاق صحیح طریقہ پر دی جائے۔

(۲) میاں بیوی کے اختلافات کو حل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ''کونسلنگ سنٹر'' قائم کئے جائیں، جس میں ایک عالم یا ضروری حد تک احکامِ شرع سے واقف شخص، ایک ماہر نفسیات یا جھگڑوں کو حل کرنے کی مہارت رکھنے والا اور ایک سماج کا بارُسوخ فرد شامل ہو، یہ اختلافات کو دُور کرنے، فاصلوں کو پاٹنے اور صلح کرانے کا کام کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ صلح بہر حال بہتر ہے، (النساء:۱۲۸) اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ اگر تمہارے دو مسلمان بھائیوں کے درمیان نزاع پیدا ہوجائے تو صلح کرادیا کرو: ''فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ'' (الحجرات:۱۰) ایسے سنٹر ہر گاؤں اور قصبہ میں قائم کئے جائیں، شہر میں اس کی وسعت کے اعتبار سے کئی سنٹر ہوں، اور ان کی خوب تشہیر ہو؛ تاکہ ہر شخص اس سہولت سے واقف ہو، ایسے سنٹر مسجدوں، مدرسوں اور مذہبی تنظیموں کے زیر نگرانی قائم کئے جاسکتے ہیں۔

صلح کی اہمیت ''فیصلہ'' سے بڑھ کر ہے، فیصلہ کرنے والا جج، قاضی یا ثالث قانون کا پابند ہوتا ہے، اور قانون میں عموماً لچک نہیں ہوتی، اس کے برخلاف صلح میں ''لو اور دو'' پر معاملات طے کرائے جاسکتے ہیں، فیصلہ کے ذریعہ نزاع طے ہوجاتی ہے؛ لیکن دلوں کے فاصلے سمٹ نہیں پاتے، صلح کے ذریعہ دوریاں اور تلخیاں ختم ہوجاتی ہیں؛ اسی لئے قرآن نے صلح کو بہتر عمل قرار دیا ہے، صلح میں کوئی بھی ایسا فارمولہ اختیار کیا جاسکتا ہے، جس کی بناپر حرام کا ارتکاب کرنے کی نوبت نہ آتی ہو۔

(۳) ہم شریعت کے دوسرے مسائل اپنے بچے اور بچیوں کو پڑھاتے ہیں، نماز، روزہ کے احکام بتاتے ہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی اور حج

کرنے کے طریقے سکھاتے ہیں؛ لیکن کبھی ان کو شادی شدہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کے بارے میں نہیں بتاتے، شوہر و بیوی کے کیا حقوق اور کیا ذمہ داریاں ہیں؟ اس پر بھولے، بھٹکے بھی گفتگو نہیں کی جاتی، اصل میں تو یہ ذمہ داری والدین اور سرپرستوں کی ہے؛ لیکن آج کل والدین میں نہ تو اتنا شعور ہوتا ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ کمانے کی دُھن انھیں اس بات کی فرصت دیتی ہے، والدین کے بعد اساتذہ سے اس کی توقع رکھی جاسکتی تھی؛ لیکن اب تعلیم سے اخلاقیات کا اخراج کر دیا گیا ہے، اساتذہ ایک پیشہ کی حیثیت سے پڑھاتے ہیں، ان کو اپنے شاگردوں کی ہمہ جہت اصلاح کی کوئی فکر نہیں ہوتی؛ بلکہ آج کل ایک بڑی تعداد ایسے اساتذہ کی ہوتی ہے کہ خود ان کا اخلاقی معیار بہت پست ہوتا ہے اور وہ دین و شریعت کی باتیں سمجھانے کے اہل ہی نہیں ہوتے۔

ان حالات میں یہ ذمہ داری مساجد اور مذہبی تنظیموں کو انجام دینی چاہئے، انھیں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے تربیتی کیمپ رکھنے چاہئیں، ان نوجوانوں کے لئے، جن کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، ان کے سرپرست مردوں اور عورتوں کے لئے؛ تاکہ انہیں بتایا جاسکے کہ آپ اپنے بیٹے اور بہو کے، اور بیٹی اور داماد کے رشتوں کو کس طرح استوار رکھ سکتے ہیں؟ اس کیمپ میں حقوق اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی جائے، تجزیہ پیش کیا جائے کہ شوہروں اور ان کے گھر والوں کی طرف سے کیا باتیں پیش آتی ہیں، جن سے اختلاف بڑھتا ہے، اسی طرح بیویوں اور ان کے گھر والوں سے پیش آنے والی کیا باتیں ہیں، جو اختلاف کو بڑھاتی ہیں، یہ باتیں کس حد تک درست ہیں، اور کس حد تک غلط، جو باتیں غلط ہیں، ان سے رکنے کی تنبیہ کی جائے اور جو مطالبات درست ہیں، ان کو پورا کرنے کا طریقہ بتایا جائے، صبر و برداشت کی تلقین کی جائے اور اگر کسی وجہ سے رشتہ کو باقی رکھنا دشوار ہو اور یہ بندھن سکون کے بجائے بے سکونی کا ذریعہ بن جائے تو اس صورت میں علاحدگی کی کیا بہتر صورت ہوگی؟ اس کا طریقہ بتایا جائے، جس کو قرآن مجید نے ''تسریح بالاحسان'' (البقرہ:۲۲۹) یعنی خوشگوار طریقہ پر رشتہ کو ختم کرنے سے تعبیر کیا ہے۔

(۴) علماء و خطباء طلاق کے واقعات کو کم کرنے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، آج کل اکثر مسجدوں میں جمعہ سے پہلے بیان ہوتا ہے، دینی مدارس کے عظیم الشان سالانہ جلسے منعقد کئے جاتے ہیں، ربیع الاول اور دوسرے مہینوں میں سیرت کے جلسے ہوتے ہیں اور بھی مختلف عنوانات سے پروگرام ہوتے رہتے ہیں، مگر ان جلسوں میں زیادہ تر روایتی باتیں ہوتی ہیں، جن سے کوئی پیغام نہیں ملتا، بعض حضرات نے لطائف و ظرائف کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے، عوام بھی ان کی باتیں ایک لطیفہ کے طور پر سنتے ہیں اور کچھ لوگ تو تقریر کی اعلیٰ صلاحیت اور نعمت کو تعمیر و اتحاد کے بجائے اُمت میں اختلاف کا ذریعہ بنا لیتے ہیں، بجائے اس کے کہ عوام اپنے اختلاف کو علماء کے سامنے رکھتے، علماء اپنے اختلاف کو عوام کے سامنے رکھتے ہیں، اگر ان مواقع کو معاشرتی زندگی سے متعلق تعلیم و تربیت کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا بڑا فائدہ ہوسکتا ہے، اس میں نکاح اور طلاق کے موضوع پر بات کی جائے، اس میں شوہر و بیوی کے حقوق پر گفتگو ہو، اس میں بتایا جائے کہ اگر کوئی اختلاف ہوجائے تو اس کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اسی طرح خواتین کے اجتماعات رکھے جائیں اور ان میں بھی اس موضوع پر بات کی جائے تو سماج کو بڑا نفع پہنچ سکتا ہے اور حالات بدل سکتے ہیں۔

(۵) بہت توجہ کے ساتھ اور ایک مہم بنا کر مسلمانوں کو ترغیب دینے کی ضرورت ہے کہ وہ شریعت سے مربوط معاملات اپنے دارالقضاء، شرعی پنچایت، ائمہ مساجد اور اربابِ افتاء کے ذریعہ حل کرائیں، اور وہ جو بھی فیصلہ کریں، ان کو قبول کریں؛ اس لئے کہ قرآن مجید نے اس بات کو شرطِ ایمان قرار دیا ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا جائے اور دل کی آمادگی کے ساتھ اسے قبول کیا جائے، (النساء:۶۵) اگر کوئی شخص اس پر آمادہ نہیں ہے تو وہ کھلے ہوئے نفاق میں مبتلا ہے اور اسے ڈرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں اس کا ایمان معتبر ہوگا بھی یا نہیں؟

اس وقت سرکاری عدالتوں پر مقدمات کا بڑا بوجھ ہے، کچھ عرصہ پہلے ایک سابق چیف جسٹس صاحب کا بیان آیا تھا کہ ہائی کورٹ میں جو مقدمات زیر التوا ہیں، ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگر موجودہ رفتار میں

فیصل ہوں تو ایک سو ساٹھ سال کا عرصہ درکار ہے، اگر ہم اپنے شرعی معاملات کو اپنے ہی سماج کے اندر طے کرلیں تو فیصلہ کے طویل انتظار سے بھی بچ سکیں گے اور کثیر اخراجات سے بھی، نیز یہ سرکاری عدالتوں کا بھی تعاون ہوگا اور ان پر مقدمات کا جو بھاری بھرکم بوجھ ہے، ان کو کم کرنے میں مدد ملے گی، حقیقت یہ ہے کہ عدالتوں کی موجودہ صورتِ حال اور شرعی مسائل میں ان کے فیصلوں کے انداز کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(۶) ملک کے موجودہ حالات اور قانونِ شریعت سے متعلق سازشوں اور خود مسلمانوں کی جہالت و بے شعوری کے پس منظر میں یہ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس وقت فقہاء اور اربابِ افتاء کو بھی ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے، اور یہ غور اس جذبہ سے ہو کہ دین و شریعت فقہی مسالک سے بڑھ کر ہے، جو احکام قرآن مجید سے ثابت ہوں، جو احکام ایسی صحیح و معتبر احادیث سے ثابت ہوں کہ ان سے مختلف مفہوم کی حامل کوئی اور حدیث موجود نہیں ہو، اور جن مسائل کے بارے میں صحابہ، ائمہ متبوعین اور سلف صالحین کا اجماع ہو، یہ سب قطعی ہیں، ان میں کسی تبدیلی کو قبول نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ یہ دین کے حدود اربعہ ہیں، جیسے تعدد ازدواج کی ممانعت کو قبول نہیں کیا جاسکتا کہ یہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے، طلاق کا حق مرد کو حاصل ہے، اس کے خلاف کوئی بات قابل قبول نہیں ہوسکتی؛ کیوں کہ خود قرآن مجید سے اس کا ثبوت ہے، مسلمان اور مشرک مرد وعورت کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اس پر قرآن مجید کی صراحت موجود ہے۔

اس کے مقابلہ کچھ احکام اجتہادی نوعیت کے ہیں، خواہ اس لئے کہ قرآن مجید میں جو تعبیر اختیار کی گئی ہے، اس میں ایک سے زیادہ معنوں کی گنجائش ہے، یا اس لئے کہ اس سلسلہ میں حدیثیں بظاہر متعارض ہیں، یا ان کے بارے میں صحابہ کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے، یا اس لئے کہ اس میں قیاس کی دو مختلف جہتیں پائی جاتی ہیں، یہ اجتہادی مسائل ہیں اور کسی مسئلہ کے اجتہادی (مجتہد فیہ) ہونے کی واضح علامت یہ ہے کہ ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہو۔

چوں کہ ہندوستان دار الکفر ہے، جس کو فقہاء دار الاسلام کے مقابلہ میں ''دار الجہل'' کہتے ہیں، یہاں مسلمان عمومی طور پر احکام شریعت سے نابلد ہیں، وہ اس موقف میں بھی نہیں ہیں کہ شریعت کے مطابق قانون سازی کراسکیں؛ تاکہ غلط کاروں کو غلطی سے روکا جاسکے، نہ بیت المال ہے، جس سے مطلقہ اور بے سہارا بچوں کی ضروریات پوری ہوں، نہ شریعت کے مزاج کے مطابق عدالتی نظام ہے کہ کم وقت اور کم اخراجات میں انصاف حاصل ہو، تو ایسی صورت حال میں علماء کو اُمت کے لئے راہ نجات تلاش کرنی چاہئے، یعنی طلاق کی جن صورتوں میں ایک مسلک فقہی کے مطابق طلاق واقع ہوجاتی ہے، دوسرے مسلک فقہی کے مطابق طلاق نہیں ہوتی، اور دونوں کے پاس دلیل شرعی موجود ہے، ترجیح دینے میں اختلاف واقع ہوا ہے، اور کسی خاص مسئلہ میں اگر دوسرے مسلک فقہی کو قبول کرلیا جائے تو طلاق واقع ہونے کا تناسب کم ہوسکتا ہے، تو ان صورتوں میں اس دوسرے نقطۂ نظر کو قبول کرلیا جائے، یہ دین سے بے دینی کی طرف سفر نہیں ہے؛ بلکہ شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے حالات کے تحت ایک نقطۂ نظر کے بجائے دوسرے نقطۂ نظر کو اختیار کرنا ہے؛ تاکہ جزوی طور پر چاہے ہم ایک مسلک سے عارضی طور پر باہر نکل آئیں؛ لیکن شریعت کے دائرہ سے باہر نہ جائیں اور علماء وفقہاء کا یہ عمل اپنی خواہش نفس کی اتباع اور اپنے مفاد کے لئے نہیں ہوگا؛ کیوں کہ اس سے خود ان کا کوئی مفاد متعلق نہیں ہے؛ بلکہ یہ اُمت کے لئے سہولت پیدا کرنے کی غرض سے ہوگا، جو اس دین کا مزاج ہے اور جس پر خود رسول اللہ ﷺ کا عمل رہا ہے۔

ہر دور میں فقہاء اپنے زمانہ کے احوال کے لحاظ سے بعض مسائل میں اس طریقہ کو اختیار کرتے رہے ہیں، احناف کے یہاں بلخ وخوارزم کے علماء کا بہت سے مسائل میں اپنے مسلک کے مشہور نقطۂ نظر سے اختلاف معروف ہے، خود ہندوستان میں مسلمان خواتین کی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فسخ نکاح کے باب میں متعدد مسائل میں فقہ مالکی کو اختیار کیا ہے، نیز عورت کے مرتد ہونے کے باوجود نکاح کے ختم نہ ہونے کے سلسلہ میں ظاہر روایت -- جس کو مسلک حنفی

میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے-- سے عدول کیا ہے۔

اس لئے دو نکات پر علماء کو غور کرنا چاہئے، ایک یہ کہ وہ کیا صورتیں ہیں جن میں احناف کے یہاں طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اہل سنت کے چاروں مشہور فقہی مسالک میں سے بعضوں کے یہاں واقع نہیں ہوتی، تو اس میں اجتماعی غور وفکر کر کے اس دوسرے نقطۂ نظر کو اختیار کر لیا جائے --- دوسرے: عورتیں اپنے جائز حقوق بھی آسانی سے حاصل نہیں کر پاتیں، مطلقہ اور بے سہارا عورتوں کا نفقہ جن رشتہ داروں پر واجب ہے، وہ اس سلسلہ میں اپنے آپ کو ذمہ دار نہیں سمجھتے؛ بلکہ اپنی ذمہ داری کو تسلیم بھی نہیں کرتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ باپ بھی مطلقہ بیوی کے زیر پرورش اپنے بچوں کے نفقہ کی ذمہ داری ادا نہیں کرنا چاہتا، ان حالات میں طلاق کے بعد عورت کو شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے کوئی ایسی رقم دلانے کی کوشش کی جائے، جس سے اس کا گذران ہو سکے، مثلاً بعض فقہاء کے نزدیک اگر نکاح کے وقت عورت کوئی شرط لگا دے، جیسے یہ شرط کہ میرا مہر پچیس ہزار ہے؛ لیکن اگر شوہر طلاق دیدے تو میرا مہر پانچ لاکھ ہوگا، یا جیسے بعض فقہاء کے نزدیک ہر مطلقہ کے لئے متاع واجب ہے اور متاع کی کوئی ایک ہی مقدار متعین نہیں ہے، تو دار القضاء، شرعی پنچایت، مسلم سماج مطلقہ کو ایک مناسب رقم طلاق دینے والے شوہر سے ادا کرائے؛ تاکہ اس کا دوسرا نکاح ہو سکے، یا وہ اس رقم کی سرمایہ کاری کر کے اپنی زندگی کے گذران کا کوئی نظم کر سکے، یا مرد پر بعض علماء کی رائے کے مطابق مالی جرمانہ عائد کیا جائے، اور وہ رقم عورت کے حوالہ کر دی جائے، اس پر غور کیا جانا چاہئے، علماء وفقہاء کے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ صرف کسی بات کا جائز وناجائز ہونا بتادیں اور سبک بار ہو جائیں؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اُمت جن مسائل سے دوچار ہے، ان کا حل بھی بتائیں اور ان کے لئے راستہ نکالیں، فقہاء نے اسی لئے حِیَل کا باب رکھا ہے؛ تاکہ لوگوں کی مجبوریوں کا حل نکالا جاسکے، اگرچہ بعض لوگوں نے اس پر تنقید کی ہے؛ لیکن وہ اس حقیقت کو سامنے نہیں رکھ سکے کہ یہ فقہاء کی ایک مخلصانہ کوشش ہے، جس کا مقصد حرام کو حلال کرنا نہیں ہے؛ بلکہ حرام سے باہر آنے کا راستہ نکالنا ہے۔

(۷) مسلمانوں کو اس بات سے بڑی مایوسی ہوئی کہ لوک سبھا میں بی جے پی نے تو اپنے معلنہ ایجنڈے پر کام کیا؛ لیکن کانگریس نے اپنے اوپر سیکولرزم کا جو غازہ مل رکھا تھا، وہ بھی پوری طرح ڈُھل گیا اور کانگریس کا حقیقی چہرہ تمام لوگوں نے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیا، اس سے بھی افسوس ناک بات یہ ہے کہ حیدرآباد کے ایک مسلم نمائندہ کے سوا کسی مسلم ممبر پارلیمنٹ کو یہ جرأت نہیں ہو سکی کہ وہ کھل کر بل کی مخالفت کرے؛ حالانکہ کانگریس اور دوسری اپوزیشن پارٹیوں نے وہپ جاری کر کے بل کی مخالفت سے روکا بھی نہیں تھا، ان حضرات کی خاموشی نے مسلمانوں میں بہت مایوس کیا، بل پاس ہونے سے زیادہ صدمہ مسلمان نمائندوں کی اس خاموشی سے ہوا، اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ مسلمان بھی اس بل کے ساتھ ہیں؛ ورنہ مسلم ممبران نے لوک سبھا میں اس کی مخالفت کی ہوتی، حیدرآباد کے مسلم رکن پارلیمان سے ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں کو سیاسی اختلاف ہو؛ لیکن اس مسئلہ میں ان کی جرأت، دینی حمیت، ملی غیرت اور اپنے مقدمہ کو پیش کرنے کی بہترین صلاحیت کی داد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔

اب ملک میں مسلمان ارکان اسی علاقہ سے منتخب ہوتے ہیں، جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہوتی ہے اور مسلمان ہونے ہی کی بنا پر پارٹیاں انھیں اُمیدوار بناتی ہیں؛ لہٰذا مسلمانوں کو اپنے نمائندوں کا محاسبہ کرتے رہنا چاہئے، اور الیکشن کا موقع آئے تو ان سے عہد لینا چاہئے کہ وہ قانون ساز اداروں میں ملت کے وفادار رہ کر کام کریں گے، خاص کر ایسی صورت میں کہ آج کل مسلمانوں کو پارٹی کی بنیاد پر بھی غیر مسلموں کا ووٹ نہیں مل پاتا ہے؛ چنانچہ یہی حضرات اگر غیر مسلم علاقہ سے الیکشن لڑیں تو شاید ان کی ضمانت بھی نہ بچ سکے، ہمیں دلتوں سے سبق حاصل کرنا چاہئے کہ جب اس طبقہ سے مربوط کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے تو تمام دلت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی پارٹی سے ہو، تو کیا ہم داعیٔ امت ہونے کے باوجود ان سے بھی گئے گذرے ہوگئے۔

یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ راجیہ سبھا میں اپوزیشن نے عقل کے ناخن لئے اور قریب قریب متحدہ طور پر اس بل کو رد کیا، اللہ کرے کہ یہ بل مکمل طور پر ختم

ہو جائے، یا ایسی تبدیلیوں کے ساتھ پاس ہو جو شریعت سے ہم آہنگ ہو۔

(۸) اس قانون سازی کے موقع پر ایک بات یہ بھی دیکھنے میں آئی کہ بہت سے لوگوں نے خود اپنی ملی قیادت کو مطعون کرنا شروع کر دیا اور تاثر دیا کہ یہ سب بورڈ کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے، یہ نہایت ہی ناسمجھی کی بات ہے ،حقیقت یہ ہے کہ بورڈ نے اس سلسلہ میں اپنی کوشش میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی ہے، اس بل کے نقائص خاص کر عورتوں کو پہنچنے والے نقصانات سے متعلق بورڈ کے اجلاس عاملہ لکھنؤ میں ایک جامع اور واضح نوٹ مرتب کیا گیا، اور یہ نوٹ مسلم ممبران پارلیامنٹ اور اپوزیشن لیڈروں نیز وزیر اعظم اور وزیر قانون کو بھیجا گیا، ایک مسلم رکن پارلیامنٹ، جو بورڈ کے بھی ممبر ہیں ، نے مسلم ممبران پارلیامنٹ سے گفتگو کی، راجیہ سبھا میں اس بل کو روکنے کے لئے صدر محترم اور جنرل سکریٹری صاحب نے ایک سہ رکنی وفد تشکیل دیا، جو بورڈ کے ایک سکریٹری، ایک ترجمان اور ایک خاتون رکن پر مشتمل تھا، اس نے مختلف اپوزیشن لیڈروں سے ملاقات کی، بورڈ کے ایک اور سکریٹری نے لکھنؤ میں ایک اہم اپوزیشن پارٹی کے ذمہ داروں سے بات کی، خود اس حقیر کی تحریک پر کشمیر اور گجرات کے دو بڑے عالم اور فقہ وفتاویٰ کی مرجع ومقبول شخصیتوں نے وہاں موجود ایسے اپوزیشن لیڈروں سے گفتگو کی، جو اپنی پارٹی میں مؤثر حیثیت کے حامل ہیں، اور اس کا مثبت جواب ملا، بورڈ کے بعض ارکان، آندھرا پردیش، تلنگانہ، تامل ناڈو اور کلکتہ میں بھی اپوزیشن لیڈروں سے ملاقات کی، اس کے نتیجہ میں راجیہ سبھا میں بل پاس نہیں ہو سکا۔

ہمیں یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ ہندوستان کی فرقہ پرست طاقتوں کی آنکھوں میں سب سے زیادہ چبھن بورڈ ہی کے وجود سے ہے، لوک سبھا میں بعض بی جے پی ممبران نے تقریر کرتے ہوئے خاص طور پر بورڈ کو نشانہ بنایا، اور شریعت کے تمام مخالفین کی تحریروں اور تقریروں میں بورڈ ہی ہدف بنتا ہے، اس سے ہمیں حقیقی صورت حال کا اندازہ کرنا چاہئے کہ شریعت کے مخالفین کس کو اپنے راستہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں؟ بورڈ صرف ایک ادارہ نہیں ہے؛ بلکہ مسلمانوں کی تمام تنظیموں، جماعتوں اور مکاتب فکر کا مجموعہ ہے، اور یہ بات ملت اسلامیہ کے لئے لائق صد افتخار ہیکہ مخالف قوتیں لاکھ بوکھلائیں؛ لیکن وہ بورڈ کے وزن کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں؛ چنانچہ اس مجوزہ قانون میں بھی بورڈ کا حوالہ دیا گیا ہے، اور ماضی قریب میں سپریم کورٹ کا جو فیصلہ صادر ہوا ہے، اس میں بھی بورڈ کے حوالہ سے بعض باتیں کہی گئی ہیں، ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ خود اپنی قیادت پر بے اعتمادی آپ کے مخالفین کے مقصد کو پورا کرنے میں مددگار ہو جائے گی، دشمن یہی چاہتے ہیں کہ مسلمان عوام اور ان کی مخلص و بے لوث قیادت کے درمیان فاصلہ پیدا ہو جائے؛ تاکہ حکومت کے خلاف بولنے والی کوئی مؤثر زبان باقی نہیں رہے۔

ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ حکومت جب آپ کے خلاف قانون بناتی ہے، تو ضروری نہیں کہ اس کا سبب آپ کی طرف سے کیس کو صحیح طور پر پیش نہیں کر پانا ہی ہو؛ بلکہ حکومت کی بدنیتی بھی اس کا سبب ہو سکتی ہے، اور اِس وقت قانون سازی کا یہی محرک رہا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانوں کے بارے میں بننے والے قانون کے بارے میں خود مسلمانوں سے تو مشورہ کیا گیا ہوتا؛ اس لئے مسلمانوں کو اس نازک موقع پر سمجھداری اور عقلمندی کا ثبوت دینا چاہئے، ورنہ یہ ایسا ہی ہوگا کہ آپ کے دوست کی ناک پر مکھی بیٹھے اور آپ مکھی بھگانے کے لئے ایسا وار کر دیں کہ اپنے دوست ہی کی ناک توڑ ڈالیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کا حل یہی ہے کہ ہم خود مسلمانوں میں شعور پیدا کریں، اپنے آپ کو احکام شریعت پر ثابت قدم رکھیں، نکاح وطلاق سے متعلق سماجی برائیوں کو دُور کرنے کی مؤثر کوشش کریں، پورے ملک میں کاؤنسلنگ سنٹر کا جال بچھا دیں، مسلمانوں میں مزاج بنائیں کہ وہ اپنے مسائل کو اپنے سماج ہی میں حل کر لیں، اپنے آپ کو مالی زیر باری سے اور عدالتوں کو مقدمات کے بوجھ سے بچائیں، نیز ایسے واقعات سے ہمت و حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے، اگر ہم خود شریعت پر عمل کرنے کا تہیہ کر لیں تو کوئی طاقت ہمیں اس سے روک نہیں سکتی، اس کے ساتھ ساتھ علماء، خطباء، اربابِ افتاء، مساجد کے ذمہ داران اور سیاسی ماہرین کو وہ کردار ادا کرنا چاہئے، جو موجودہ حالات میں ان سے مطلوب ہیں۔

❁❁❁

اسلام کا عائلی نظام اور موجودہ طلاق بل

(کچھ حقائق، کچھ گذارشات)

مولانا مفتی محمد اسجد قاسمی ندوی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد)

اللہ رب العزت نے نکاح کو انتہائی مقدس رشتہ قرار دیا ہے، ایک مرد اور ایک خاتون جب اس رشتے سے وابستہ ہوتے ہیں تو ان کی زندگی سکون ومحبت اور سعادت ومسرت کا گہوارہ بن جاتی ہے، اور اس کی برکت سے وہ اخلاقی برائی اور کردار کے بگاڑ سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔

ازدواجی تعلق کی اہمیت اور عظمت کا اظہار قرآن مجید نے انتہائی خوب صورت پیرائے میں یوں کیا ہے:

تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں، اور تم ان کے لئے لباس ہو۔(البقرۃ:۱۸۷)

عورتوں کو مردوں کے لئے اور مردوں کو عورتوں کے لئے لباس زندگی قرار دینا نکاح کی اہمیت اور مقصدیت کا بے انتہا جامع اور بلیغ اظہار ہے، اور جس طرح لباس انسان کے لئے:

(۱) پردہ پوش اور ساتر

(۲) باعث زینت وآرائش

(۳) موسم کی شدت (سرد یا گرم) سے محافظ

ہوتا ہے، اسی طرح:

(۱) نکاح کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے ہم راز اور پردہ پوش ہوجاتے ہیں، اور باطن کے اصل لباس ''حیا'' کے حصول میں شوہر کو بیوی سے اور بیوی کو شوہر سے جو مدد ملتی ہے، کسی اور ذریعے سے نہیں ملتی۔

(۲) نکاح انسان کی خانگی زندگی کی تمام رونقوں اور بہاروں کا باعث ہوتا ہے۔

(۳) نکاح اخلاقی پہلو سے انسان کو شہوانیت اور شیطانیت کے تمام حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

اسی لئے شریعت کی واضح تعلیم ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک اس رشتے کو باقی رکھا جائے، نکاح کا رشتہ ایک ہمہ وقتی اور مستقل عبادت ہے، دیگر عبادتیں ایک مخصوص وقت پر شروع ہوکر مخصوص وقت پر ختم ہوجاتی ہیں، نماز کا آغاز تکبیر سے اور اختتام سلام پر ہوتا ہے، روزے کا آغاز صبح صادق سے اور اختتام غروب آفتاب پر ہوتا ہے، حج کا آغاز احرام ونیت سے اور اختتام رمی پھر طواف وداع پر ہوتا ہے، مگر نکاح وہ دائمی عبادت ہے جو ایجاب وقبول کے مرحلے سے شروع ہوکر تادم مرگ باقی رہتی ہے، اس لئے شریعت کا یہ مطالبہ ہے کہ یہ رشتہ تازندگی نبھایا جائے، اور آخری حد تک طلاق وتفریق کے عمل سے مکمل گریز کیا جائے۔

بلکہ احادیث میں اس خاتون کے لئے انتہائی ناراضگی کا اظہار ملتا ہے جو بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرتی ہو، فرمایا گیا کہ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہوگی۔(ابو داؤد: الطلاق: باب فی الخلع:۲۲۲۶)

قرآن نے نکاح کے رشتہ کو ''میثاق غلیظ'' (مضبوط ترین اور پختہ ترین عہد وپیمان) قرار دیا ہے۔(النساء:۲) اور یہ رشتہ پوری زندگی سلامت باسعادت رہے اس کے لئے احادیث وآیات میں دو پہلوؤں کی طرف خاص توجہ دلائی گئی ہے:

(۱) خاوند اور بیوی ایک دوسرے کے تمام حقوق دیانت داری اور اہتمام کے ساتھ ادا کریں، دونوں کے فرائض متعین ہیں اور حقوق بھی،

دونوں ایک دوسرے کے رفیق زندگی اور شریک حیات ہیں، ایک دوسرے کا حصہ ہیں، قرآن نے کہیں فرمایا:

تم آپس میں ایک دوسرے کا جزء ہو۔

کہیں فرمایا: (آل عمران: ۱۵۹)

عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں۔ (البقرۃ: ۲۲۸)

ارشاد نبوی ہے:

النساء شقائق الرجال. (ابو داؤد: الطھارۃ: باب فی الرجل یجد البلّة فی منامه: ۲۳۶)

عورتیں مردوں کا حصہ ہیں۔

اسی لئے اگر ایک طرف خواتین پر شوہر کی اطاعت، شوہر کی رضا جوئی، شوہر کی قدر دانی، احسان مندی اور شکر گزاری، شوہر کی خدمت، شوہر کے گھر اور مال کی حفاظت، اپنی آبرو کے تحفظ اور سلیقہ مندی وصفائی کی ذمہ داریاں رکھی گئی ہیں، تو دوسری طرف مردوں پر بیویوں کے ساتھ حسن سلوک، اچھے برتاؤ، ان کی کوتاہیوں سے درگذر، ان کی خوبیوں کی ستائش، دل جوئی، اٹوٹ محبت وچاہت، تعلیم وتربیت، فراخی کے ساتھ ان کے خرچ کے انتظام، عدل وانصاف، اپنی ہیئت بہتر رکھنے اور تعلق کو بحسن وخوبی نبھاتے رہنے کی ذمہ داریاں رکھی گئی ہیں، اگر حقوق کی ادائیگی ہوتی رہے تو یہ رشتہ سلامت رہتا ہے، اور دراڑوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۲) یہ واقعہ ہے کہ ناخوشگواریاں اور تلخیاں زندگی کا حصہ اور سفر حیات کا لازمہ ہیں، بسا اوقات میاں بیوی کے درمیان یہ مرحلے آتے ہیں، اور دونوں کو ایک دوسرے کی حیات وسیرت کے کچھ پہلو ناگوار لگتے ہیں، اس ناخوشگوار صورت حال کا علاج طلاق بالکل نہیں ہے، بلکہ اس کا حل صبر، تدبر، تدبیر، دعا، استقامت اور ہمدردی ہے، اس کا علاج یہ ہے کہ انسان اپنے رفیق حیات کی زندگی کے خوشگوار پہلوؤں پر نظر رکھے، خوبیوں کو پیش نظر رکھے، خامیوں کو نظر انداز کردے، اگر خامیاں پیش نگاہ اور ٹارگٹ ہوں گی اور خوبیوں پر نگاہ نہیں ہوگی تو رشتہ ٹوٹ جائے گا، شریعت نے یہ تعلیم دی ہے کہ رشتہ بچاؤ، خوبیوں کو سامنے رکھو اور خامیوں کو نظر انداز کردو۔

قرآن میں ارشاد ہے:

تم بیویوں کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو، اور اگر تم انہیں پسند نہیں کرتے تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ (النساء: ۱۹)

حدیث میں فرمایا گیا:

لا یفرک مؤمن مؤمنة، إن کرہ منها خلقا رضی منها آخر. (مسلم: النکاح: باب الوصیة بالنساء: ۳٦٤٥)

کوئی مؤمن مرد کسی مؤمن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اسے بیوی کی کوئی بات ناگوار گذری تو اس کی دوسری بات اچھی بھی لگے گی۔

بے عیب صرف اللہ کی ذات ہے، اپنے شریک حیات کو بے عیب سمجھنا غلط ہے، شریعت کی تعلیم معائب کو نظر انداز کرنے اور سیر چشمی سے کام لینے کی ہے، اس کے بغیر تعلق نبھ نہیں سکتا، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار مردوں کو خطاب فرمایا ہے:

واستوصوا بالنساء خیرا. (بخاری: النکاح: باب الوصاة بالنساء: ٥١٨٥)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اور اسی لئے قرآن نے ہدایت کی ہے:

اور آپس میں فراخ دلی کا برتاؤ کرنا نہ بھولو۔ (البقرۃ: ۲۳۷)

معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کی ناہمواریوں اور ناخوشگواریوں کا ازالہ خامیوں سے اعراض، چشم پوشی، فراخ دلی، خوبیوں پر نگاہ رکھنے اور مثبت اندازفکر سے ہی ہوسکتی ہے۔

یہ حقیقت واضح رہنی چاہئے کہ ناخوشگوار و تلخ تعلقات میں طلاق واحد حل نہیں ہے، شریعت نے طلاق کو پانچواں اور آخری مرحلہ بتایا ہے، اور قرآن میں سورۃ النساء (۳۴،۳۵) میں واضح ہدایت ہے کہ ایسے ناگوار حالات میں:

(۱) سب سے پہلے بیوی کو محبت اور پیار کے میٹھے بولوں سے سمجھایا جائے، فہمائش کی جائے، ازدواجی تعلق کی حساسیت، ذمہ داریوں، مل جل کر رہنے کے فوائد اور سرکشی کے نقصانات سے مؤثر لہجے میں باخبر کیا جائے، اس مرحلہ میں ناکامی ہو تو پھر:

(۲) دوسرے مرحلے میں بستر الگ کرلیا جائے، یہ مؤثر سزا ثابت ہوسکتی ہے، اور یہ بھی کارگر نہ ہو تو:

(۳) تیسرا مرحلہ جسمانی سزا کا ہے، شرعی حدود میں رہتے ہوئے مرد بیوی کو مار سکتا ہے، حدیث میں وضاحت ہے کہ بیوی کے ساتھ لونڈیوں جیسا سلوک نہ کیا جائے، بے دردی سے نہ مارا جائے، صرف تنبیہ کی اجازت ہے، یہ تدبیر بھی سودمند نہ ہو تو:

(۴) چوتھے مرحلے میں پنچایت بٹھائی جائے، مرد و عورت کے خاندان کے ایک یا چند معاملہ فہم مخلص افراد بیٹھ کر تصفیہ کرائیں، بسا اوقات دوسروں کی مداخلت سے الجھاؤ ختم ہوجاتا ہے، اور معاملہ سلجھ جاتا ہے، شرط اخلاص ہے، اگر پنچایت بھی تصفیہ نہ کراسکے تو:

(۵) پانچواں اور آخری آپشن طلاق ہے، اور اس تعلق سے شرعی ہدایت یہ ہے کہ اگر مہر ادا نہ ہوا ہو تو پہلے وہ ادا کیا جائے، پھر بیوی کی پاکی کے اُن ایام میں جن میں جنسی تعلق قائم نہ ہوا ہو، صرف ایک طلاق دی جائے، اس عمل سے نکاح ختم ہوجاتا ہے، اب وہ خاتون مرد کے گھر ہی میں عدت گزارے گی، عدت کے دورانیہ کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ ہے، اور اگر بچوں کی پرورش عورت کررہی ہے تو اس کا سارا خرچ بھی مرد کو دینا ہوگا، عدت کی تکمیل سے پہلے رجوع کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

معلوم ہوا کہ طلاق کی اجازت بالکل آخری درجہ کے اضطراری اور ایمرجنسی حالات میں ہے، اور حدیث کی صراحت کے مطابق طلاق حلال تو ہے مگر اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ چیز ہے۔ (ابو داؤد: الطلاق: باب فی کراھیة الطلاق: ۲۱۷۸) مگر چونکہ ایک خاص مرحلے میں (جس کا ذکر اوپر آیا ہے) طلاق ناگزیر ضرورت بن جاتی ہے اس لئے اس کی گنجائش رکھی گئی ہے، اب اگر طلاق کا باب سرے سے ختم کردیا جائے اور کسی بھی مرحلے میں اس کی گنجائش نہ رہے، یا اسے بالکل بے اثر قرار دے دیا جائے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ اور برآمد نہیں ہوگا کہ زندگی جہنم بن کر رہ جائے گی، اور اس کی زد مرد پر کم اور خواتین پر زیادہ پڑے گی، اس لئے طلاق کو کالعدم یا بے اثر قرار دینے کی باتیں اور تجویزیں خواتین کے ساتھ ہمدردی نہیں، ان پر ظلم اور تشدد کی راہیں ہموار کرنے کے مرادف ہیں۔

ملک کی عدالتوں کے ذریعہ وقفے وقفے سے طلاق اور بطور خاص تین طلاق کا موضوع اٹھایا جاتا رہا ہے، تین طلاق کو بالکل کالعدم قرار دینے کی قرارداد آچکی ہے، اور پارلیمنٹ میں منظور شدہ تازہ طلاق بل (جسے ملمع کاری کرتے ہوئے ''مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ کا بل'' جیسا خوش نما نام دیا گیا ہے) میں:

(۱) تین طلاقوں کو سرے سے کالعدم کردیا گیا ہے۔

(۲) تین طلاق دینے والے مرد کو کرمنل ایکٹ کے تحت مجرم گردانا گیا ہے۔

(۳) اسے تین سالہ قید بامشقت کی سزا کا مستحق بتایا گیا ہے۔

(۴) دوران قید عورت اور بچوں کا پورا نفقہ اس کے ذمہ رکھا گیا ہے۔

واضح رہے کہ اس قانون میں تین طلاق کو بالکل کالعدم قرار دیا گیا ہے، اس شق کے غلط ہونے پر دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے تمام مسالک ومشارب اور مکاتب فکر کا اتفاق ہے، تین طلاق اکٹھی دی جائے تو وہ تین طلاق ہوگی یا ایک؟ اس میں تو اختلاف ہے، پوری دنیا کے سنی مسلمانوں میں مروج ''حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی'' چاروں معتبر مسالک میں

ایسی تین طلاق تین واقع ہوجاتی ہیں، جب کہ مسلک اہل حدیث اور فقہ جعفری (جسے شیعہ حضرات مانتے ہیں) میں ایسی تین طلاق ایک واقع ہوتی ہے، کوئی مسلمان یہ نہیں مانتا کہ تین طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔

اس قانون کے تعلق سے یہ پانچ بنیادی نکات (پوائنٹس) بہت قابل توجہ ہیں:

(۱) یہ قانون شریعت اسلامی میں کھلی مداخلت ہے، جو کسی مسلمان کے لئے کسی طور پر قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

(۲) یہ قانون دستور ہند کی اس دفعہ کے مکمل خلاف ہے جس میں ملک کے تمام باشندوں کو مکمل مذہبی آزادی دیئے جانے کی صراحت ہے۔

(۳) یہ قانون تضادات کا مجموعہ ہے اور اس کے مندرجات کھلے تضاد کا ثبوت ہیں، ایک طرف تین طلاق کو سرے سے کالعدم قرار دیا جارہا ہے، پھر اس کالعدم قرار پائے عمل پر تین سال کی سخت ترین سزا طے ہورہی ہے، پھر یہ عجیب بات ہے کہ قید کے دوران اسی مرد پر بال بچوں کے نفقہ اور خرچ کی ذمہ داری بھی ڈالی جارہی ہے، ایک آدمی جیل میں ہو اور وہ کسب معاش کے لئے کوئی محنت نہ کرپارہا ہو تو وہ کیسے بچوں کی کفالت کرسکے گا؟ پھر ملکی قوانین کے مطابق بڑے بڑے مجرموں کے لئے سال دو سال کی سزائے قید ہو اور اس طلاق دینے والے کو تین سال کی سزا ہو، مزید جرمانہ بھی ہو، یہ بالکل غیر متوازن اور عدل وانصاف سے عاری تجویز معلوم ہوتی ہے۔

(۴) یہ قانون خواتین کے ساتھ ہمدردی اور ان کے درد کا مداوا اور مسائل کا حل نہیں ہے، بلکہ ان کے ساتھ مذاق اور خانگی زندگی میں ان کی الجھنوں اور مظالم کو بڑھانے والا ہے۔

تعلقات کے بگاڑ کے اس آخری مرحلے میں جب طلاق ناگزیر ہوجائے، اس قانون کے خوف سے بہت لوگ طلاق کے بجائے اپنی بیویوں کو نکاح میں رکھتے ہوئے طرح طرح کے جسمانی اور ذہنی ونفسیاتی حملوں کا نشانہ بنائیں گے، ان کے حقوق بالکل ادا نہیں کریں گے، انہیں لٹکا کر رکھیں گے، اور عورت کی زندگی اجیرن ہوکر رہ جائے گی۔

(۵) یہ قانون سماج میں ''زنا کلچر'' کو فروغ دینے کا سبب بنے گا، تین طلاق کے بعد بھی اس قانون کی رو سے مرد عورت کو بدستور اپنے ساتھ رکھے گا، اس طرح پوری زندگی زنا کا جرم ہوتا رہے گا، پھر بہت سے دین سے ناواقف اور بے شعور لوگ اس قانون کے پیش نظر نکاح کے رشتے سے بددل ہوکر آزاد جنسی تعلق کی راہ پر چل پڑیں گے، اس طرح سماج سے نکاح کا گراف کم سے کم تر ہوجائے گا، اور زنا کا گراف زیادہ سے زیادہ تر ہوتا جائے گا۔

اب جب کہ یہ بل منظور ہوچکا ہے، اور قانون اسلامی کے حوالے سے مستقبل میں مزید اس جیسے کاموں کے خدشے ہیں، پوری ملت کو بطور خاص اصل ہدف کے طور پر تین بنیادی کام کرنے ہوں گے اور مشن کے طور پر سرگرم ہونا پڑے گا:

(۱) ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم شریعت کو اپنے وجود پر حاکم بنائیں، ہماری ذات اور گھر پر شریعت کی نہیں، دوسروں کی حکومت ہے، اور سارا تماشا اسی لئے ہورہا ہے، ہمارا اولین فرض ہے کہ ہم اپنی عملی اور خانگی زندگی میں شریعت کے قانون واحکام کی مکمل تنفیذ کا مزاج بنائیں، قانون شریعت پر ہمارا عمل ہمارے لئے بہت سی خارجی فتنہ سامانیوں اور مداخلتوں کا علاج ثابت ہوگا۔

(۲) دوسرا کام یہ ہے کہ جہاں تک ہماری آواز پہونچ سکتی ہے، اور ابلاغ کے جو ذرائع ہم استعمال کرسکتے ہیں، ان کے ذریعہ ہم یہ اعلان کردیں کہ ہمیں شریعت اسلام کے ایک ایک جزء اور حصے پر کامل اطمینان ہے، اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند کرنے اور راضی ہونے کا جو ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے، اس کی مراد یہی ہے کہ اس نظام وقانون پر ایسا اطمینان وانشراح اور ایسی قناعت ہو کہ کسی اور نظام کی نہ طلب ہو اور نہ دوسری کوئی مداخلت کسی قیمت پر گوارا اور قابل قبول ہو۔

موجودہ حالات میں ہمیں یہ اظہار واعلان کرنا ہوگا کہ ہم اپنی شریعت کے ہر ہر حصے پر مطمئن ہیں، اور قانون شریعت کے کچھ پہلو ہماری

ناقص عقل میں نہ آئیں، تب بھی ہمیں ان پر پورا یقین واطمینان ہے اور ہم اس کے ساتھ کسی دوسری پیوندکاری یا دخل اندازی یا تبدیلی کا کوئی عمل کسی بھی طرح منظور نہیں کریں گے۔

(۳) تیسرا کام یہ ہے کہ:

ہمارے دائرۂ تعلق (سرکل) میں جو برادرانِ وطن ہیں، ہم اپنا فرض سمجھتے ہوئے ان سے قانون اسلامی کے حوالے سے گفتگو، مذکرات (ڈائیلاگ) کریں، ان کے مغالطے دور کریں، انہیں سمجھائیں کہ تصویر کا جو رخ اس حوالے سے میڈیا یا ارباب حکومت کے ذریعہ دکھایا جارہا ہے وہ درست نہیں ہے، منفی اور غلط پروپیگنڈہ ہے، تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ مسلم سماج میں طلاق کی شرح دوسرے سماجوں کی بہ نسبت بہت کم ہے، مسلم خواتین پر ظلم کی باتیں حقیقت نہیں، افسانہ ہیں، شریعت اسلامی مکمل عدل، اعتدال، توازن، فطری رعایت، ہمدردی، خیرخواہی اور مساوات کی بنیادوں پر استوار قانون کا نام ہے۔

یہ تینوں بنیادی کام ہندوستان کے موجودہ حالات میں ہمیں کرنے ہیں، اور کسی صلے کی طلب یا ستائش کی تمنا میں نہیں، بلکہ بارگاہ رب العزت میں اپنی سرخ روئی اور قبولیت کے لئے، اور اس لئے تاکہ ہم میدان حشر میں روسیاہ نہ ہوں، سرخ رو رہیں، مردود نہ ٹھہریں، مقبول بندوں میں شامل رہیں اور رضائے الٰہی کا پروانہ ہمیں میسر ہو۔

ان سطور کے تمام قارئین وناظرین سے بصد ادب والحاح میری التجا ہے کہ اللہ کے واسطے اس نازک مرحلے میں دعاؤں کا اہتمام بھی کیجئے، مذکورہ ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی میں لگ جائیں اور اپنے مالک کی بارگاہ میں غم ناک دل اور نمناک آنکھوں کے ساتھ یہ عرض بھی کیجئے کہ:

''خدایا: ہم آپ کے حقیر وکمزور بندے ہیں، ہم حکومتوں اور عدالتوں کا مقابلہ تو نہیں کرسکتے، مگر آپ کو گواہ بناکر عرض کرتے ہیں کہ جو شریعت آپ نے اپنے حبیب عالی مقام علیہ السلام کے ذریعہ ہم کو عطا فرمائی ہے، اس کے ایک ایک نقطہ سے ہم بصدق دل مطمئن ہیں، نفس کی مکاریاں اور شیطان کی وسوسہ کاریاں عمل کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی ہیں، مالک: آپ ہمیں کامل عمل کی توفیق عطا فرما دیجئے، اور اپنے محبوب پیغمبر کے سامنے میدان حشر میں ہم غلاموں کو روسیاہی سے بچاکر سرخ رو فرما دیجئے۔''

اور جن کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی سعادت عطا ہو وہ بارگاہِ رسالت میں شاعر درد ڈاکٹر کلیم عاجز مرحوم کی زبان میں یوں عرض گذار ہوں۔

زخم کھائے ہوئے سر تا بہ قدم آئے ہیں
ہانپتے کانپتے یا شاہِ امم آئے ہیں
کھو کے بازار میں سب اپنا بھرم آئے ہیں
شرم کہتے ہوئے آتی ہے کہ ہم آئے ہیں
سرنگوں آئے ہیں بادیدۂ نم آئے ہیں
آبرو باختہ دل سوختہ ہم آئے ہیں
عالم عالم میں کہیں کوئی سہارا نہ ملا
ٹھوکریں کھاکے ہر ایک سمت کی ہم آئے ہیں
مختصر یہ ہے کہ اس سینۂ سوزاں میں لئے
وقت کا سب سے دہکتا ہو غم آئے ہیں
آپ کے سایۂ دامن سے جو ہم دور ہوئے
ٹوٹ کر چاروں طرف اہل ستم آئے ہیں
اک نگاہِ غلط انداز کے سائل بن کر
مجرمانِ امم اے شاہِ امم آئے ہیں
اب تو اس در سے نہ سر اٹھے گا انشاء اللہ
جان دے دیں گے یہیں، سوچ کے ہم آئے ہیں

❁❁❁

قضیہ بابری مسجد — مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیاں

ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی (آفس سکریٹری دفتر بورڈ دہلی)

بابری مسجد کا قضیہ بلاشبہ ہندوستانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا ایک منفرد قضیہ ہے جس کے مقدمہ کی عمر طویل ہونے کے ساتھ ساتھ ہندوستان جیسے جمہوری اور سیکولر ملک کی تاریخ میں ایک بدنما داغ بھی ہے۔ جبکہ بابری مسجد ۱۵۲۸ء اپنے قیام کی تاریخ سے ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی نماز عشاء تک پورے طور پر مسجد رہی اور اس میں پنج وقتہ نماز پابندی سے ہوتی رہی۔ اس قضیہ کی ابتداء فرقہ پرست طاقتوں نے باقاعدہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات کے اندھیرے میں شری رام اور شری لکشمن جی کی مورتی رکھ کر کی، اس کے بعد عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے گئے لیکن افسوس کہ عدالتوں سے جمہوری تقاضوں کی تکمیل نہ ہوسکی اور مقدمہ شرمندۂ انصاف نہیں ہوسکا۔ اس بیچ طرح طرح کی اٹکلیں اور گواہیوں کا دور چلتا رہا، سنی وقف بورڈ اترپردیش نے بھی ۱۹۶۱ء میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر ہوا کچھ نہیں، جو مسلمان پنج وقتہ نماز ادا کرتا تھا اسکے داخلہ پر پابندی لگادی گئی۔

صورتحال یہ ہے کہ فرقہ پرستوں نے انگریزی دور اقتدار میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ مسجد کی جگہ پر شری رام چندر جی پیدا ہوئے ہیں لیکن آزادی کے بعد مسلمانوں کی قربانیوں کا صلہ اس طور پر دیا گیا کہ دسمبر ۱۹۴۹ء میں اسکی ایک مسجد چھین لینے کی ناپاک کوشش کی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں کے یہاں اس سے پہلے یہ عقیدہ نہیں تھا بلکہ گذشتہ تین سو سالوں سے الگ الگ جگہوں کے بارے میں ان کا عقیدہ رہا ہے کہ رام جی یہاں پیدا ہوئے ہیں اور اس سے پہلے ان کا عقیدہ تھا کہ رام جی ایودھیا میں پیدا ہوئے تھے نہ کہ بابری مسجد کی جگہ پر پیدا ہوئے تھے، حالانکہ خود غیر مسلموں نے اپنے بیانات میں اور ججوں نے اپنے فیصلے میں جگہ جگہ اسکو مسجد تسلیم کیا ہے لیکن اسکے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ۱۹۳۶ء سے مسلمان بھی عبادت کرتے ہیں اور ہندو بھی، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسلمان صرف جمعہ کی نماز ادا کرتے تھے اور باقی دنوں میں ہندو بھائی پوجا کرتے تھے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۲۲ر دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات تک وہاں صرف نماز ہوتی رہی تھی، مکمل منصوبہ بند پلاننگ کے تحت جھوٹ گھڑا گیا اور اس کو لکھنؤ بنچ نے عقیدہ کے طور پر تسلیم کیا۔

بابری مسجد کی شہادت سے قبل ملک کی چند تنظیمیں بابری مسجد کے معاملہ کو دیکھ رہی تھی شہادت کے بعد ضرورت محسوس ہوئی اور ملت اسلامیہ ہندیہ کا اصرار ہوا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے اور وہی اس کی نگرانی کرے اور قانونی لڑائی بھی لڑے، چنانچہ بورڈ نے ۹ر جنوری ۱۹۹۳ء کو مجلس عاملہ کی ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جسمیں باتفاق رائے یہ تجویز منظور کی گئی کہ:

۱۔ مسجد کی عمارت کا انہدام مسجد کے تقدس کو مجروح کرتا ہے اور یہ اسلام کے مذہبی شعائر کی توہین ہے۔

۲۔ مسجد کی عمارت منہدم کئے جانے کے بعد بھی وہ زمین جس میں ۱۵۲۸ میں مسجد کی بنیاد ڈالی گئی تھی شرعاً مسجد ہے اور قیامت تک مسجد رہے گی۔ اور مسجد کی حرمت سے متعلق تمام شرعی احکام اس قطعہ آراضی پر آج بھی نافذ ہیں۔

۳۔ مسجد کی عمارت گرادینے سے یا ناجائز طور پر مورتیوں کو رکھدینے اور ظلم وجبر کے ساتھ بتوں کی پوجا جاری کرادینے سے مسجد کا مسجد ہونا ختم نہیں ہوتا۔

۴۔ کسی مسجد میں ایک عرصہ تک چاہے یہ عرصہ کتنا ہی ہو نماز کا نہ پڑھا جانا مسجد کی شرعی حیثیت کو ختم نہیں کرتا۔

۵۔ کوئی بھی مسلمان کسی بھی حال میں کسی مسجد کو بت خانہ بنادینے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۶۔ آراضی مسجد کا سرکاری طور پر ایکوائر کیا جانا ظلم صریح ہے اور شرعاً ناجائز وباطل ہے اور مذہبی آزادی کے حق میں صریح مداخلت ہے۔ حکومت کی جانب سے بابری مسجد کے عوض کسی اور مقام پر متبادل مسجد تعمیر کی

جائے تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی، اور اگر ایسی مسجد کی تعمیر کے لئے کوئی ٹرسٹ تشکیل دیا جائے تو کوئی مسلمان اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔

بورڈ نے اپنی مذکورہ تجویز کے بعد اس معاملہ کو پورے طور پر اپنے ہاتھ میں لیا اور اس سے متعلق مقدمات (ملکیت وحقیت اور اسباب انہدام بابری مسجد) وغیرہ کی نگرانی اور قانونی پیروی کرنے لگا اور اس وقت سے مسلسل مسلم پرسنل لا بورڈ اس مقدمہ کو دیکھ رہا ہے اور جب جس طرح کی ضرورت پیش آئی اسکو پوری کرتا آرہا ہے۔

الہ آباد ہائی کورٹ کے لکھنؤ بنچ کے ملکیت مقدمہ کے سنسنی خیز فیصلے نے پوری ملت اسلامیہ ہندیہ اور ملک کے سیکولر غیر مسلموں کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا الغرض آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ اس فیصلہ کی جانچ کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی اور اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ملک کے ممتاز سینئر وکلا کو منتخب کریں اور جونیئر وکلا کی ایک پوری ٹیم بنائیں جو اس فیصلہ کا ہر پہلو سے جائزہ لے اور اپنی رپورٹ کنویز کو پیش کرے۔ الحمد للہ وکلا کی یہ ٹیم پوری طرح سرگرم ہے اور اپنا کام کررہی ہے۔ مقدمہ کے فیصلہ کے بعد بورڈ نے فوری طور پر ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۰ء کو مجلس عاملہ کی نشست بلائی جس میں حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

”مجلس عاملہ کا احساس ہے کہ اس فیصلہ میں کئی ایک نقائص ہیں، فاضل عدالت نے آستھا کے اصول کو قانون کی عمل داری کے اصول پر فوقیت دی ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ اس کو ہندوستانی مسلمانوں کا حق اور فریضہ سمجھتی ہے کہ اس فیصلہ کو سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جائے تاکہ اس فیصلہ کے ذریعہ آئین کی بنیادی قدروں اور عدل گستری کے مسلمہ اصولوں میں کی گئی تبدیلیوں کو دور کیا جاسکے۔

سپریم کورٹ سے رجوع ہونے کے طریقہ کار اور اس کی صورتوں کے تعین کے لئے اجلاس نے صدر بورڈ اور جنرل سکریٹری صاحبان کو مجاز گردانا کہ وہ ایک کمیٹی تشکیل کرکے یہ اختیارات اس کے حوالے کریں“

چنانچہ بورڈ کے صدر و جنرل سکریٹری صاحبان نے ایک کمیٹی تشکیل دے کر یہ معاملہ اس کے حوالہ کیا، بورڈ کے اس اقدام اور فیصلہ کے بعد اس کمیٹی نے تیاری شروع کردی، کمیٹی نے یہ طے کیا کہ ۷/الگ الگ اپیلیں داخل کی جائیں تاکہ اس کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ جبکہ اس فیصلہ میں جج صاحبان نے بابری مسجد کو مسجد کہلانے کے کئی ثبوتوں جو دستاویزی ثبوت ہیں کا اقرار کیا ہے اور اسی فیصلہ میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ اندرونی حصہ (گنبد کے نیچے کا حصہ) ۱۹۴۹ء تک مسجد کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جج صاحبان نے مانا ہے کہ درمیانی گنبد کے نیچے کی جگہ شری رام چندر جی پیدا ہوئے ہیں جو کہ سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اور اس میں دلائل وشواہد سے چشم پوشی برتی گئی ہے جبکہ یہ مقدمہ حق ملکیت کا داخل کیا گیا تھا نہ کہ تقسیم کا! اور ججوں نے صرف عقیدہ کو بنیاد بنا کر اس کی تقسیم کا فیصلہ سنادیا اور فیصلہ کس طرح کا ہے اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، آپ کے علم میں ہے۔ اور الہ آباد ہائی کورٹ کی لکھنؤ بنچ کے بعد یہ معاملہ سپریم کورٹ آیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے قانونی ماہرین کی مسلسل کئی نشستیں کیں اور ان نشستوں کی روشنی میں درج ذیل سات اپیلیں سپریم کورٹ میں داخل کی گئیں۔

۱۔ یوپی سنی سینٹرل وقف بورڈ (821/201)
بنام مہنت سریش داس ودیگر

۲۔ یوپی سنی سینٹرل وقف بورڈ (4192/2011)
بنام بھگوان شری رام وراجمان ودیگر

۳۔ محمد ہاشم انصاری (2894/2011)
بنام مہنت سریش داس ودیگر

۴۔ محمد ہاشم انصاری (7226/2011)
بنام بھگوان شری وراجمان ودیگر

۵۔ فاروق احمد (5498/2011)
بنام پرم ہنس رام چندر داس ودیگر

۶۔ مولانا محفوظ الرحمٰن (8096/2011)
بنام مہنت سریش داس

۷۔ محمد مصباح الدین (2215/2011)
بنام مہنت سریش داس ودیگر

ایک اپیل جمعیۃ العلماء (مولانا سید ارشد مدنی صاحب) کی طرف سے بھی داخل کی گئی ہے۔

محمد صدیق (10866-10867/2010)
بنام مہنت سریش داس ودیگر۔

ابتدائی مرحلہ میں سپریم کورٹ میں ان تمام اپیلوں کی ۹رمئی ۲۰۱۱ءکو پہلی پیشی ہوئی اور شنوائی کے لئے سپریم کورٹ کے دوججوں جسٹس آفتاب عالم اور آر ایم لودھا کی بنچ نے مشاہداتی تجزیہ کے بعد ہائی کورٹ کے بابری مسجد زمینی تنازع کے فیصلے کو روک لگاتے ہوئے اس پر سخت اعتراض جتاتے ہوئے اسکو عجیب وغریب کے ساتھ ساتھ حیرت انگیز قرار دیا اور یہ کہہ کر اس فیصلہ کو نامنظور کردیا کہ ہائی کورٹ زمین کیسے تقسیم کرسکتا ہے جبکہ کسی فریق نے اس زمین کی تقسیم کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔

مرکز میں حکومت کی تبدیلی کے بعد بہت سارے معاملات ومسائل میں بھی تیزی سے تبدیلی آئی چونکہ مرکز کی حکمراں جماعت کے انتخابی منشور میں شامل تھا کہ وہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر ۲۰۱۹ء سے قبل کرائے گی۔ ۲۰۱۷ء میں عدالت عظمی نے ۵ردسمبر ۲۰۱۷ء سے یومیہ شنوائی کی بنیاد پر تاریخ کا اعلان کردیا۔ مسلم پرسنل لا بورڈ شروع سے اس معاملہ کی تمام تر باریکیوں کا جائزہ لے رہی تھی اور مستقل طور پر ماہرین قانون کی ایک مکمل ٹیم بنائی اور ہرمہینہ ایک سے دو بار اس کے لئے کبھی ایک دن اور کبھی دودن بیٹھتی ہے اور تمام باریکیوں کا جائزہ لیتی ہے اور اس سلسلہ میں تمام قانونی پہلوؤں اور امکانات کا جائزہ لے کر اسکے ممکنہ حل کی تدابیر بھی اختیار کرتی ہے۔ اور پوری تیاری کے ساتھ سپریم کورٹ کے معزز سینئر وکیلوں سے رابطہ اور باہم تبادلہ خیال بھی ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ پوری مستعدی کے ساتھ ان ماہرین قانون کی مشاورتی نشستوں کا جائزہ لیتا ہے اور اسمیں کسی بھی قسم کی آنے والی پریشانیوں کا فوری تدارک کرتا ہے۔

۵ردسمبر ۲۰۱۷ء کو یہ معاملہ جب شنوائی کے لئے چیف جسٹس آف انڈیا کی سربراہی میں جسٹس اشوک بھوشن اور جسٹس سید عبدالنذیر سہ رکنی بنچ میں شروع ہوا اور مسلم پرسنل لا بورڈ نے پوری قوت کے ساتھ عدالت میں اپنی بات رکھی اور سپریم کورٹ کے سینئر وکیلوں جناب کپل سبل صاحب، جناب راجیودھون صاحب، جناب دشنیت دوے صاحب اور جناب راجوراماچندرن صاحب کی خدمات حاصل کیں نیز جمعیت العلماء نے بھی اس موقع پر سینئر ایڈوکیٹ جناب راجیودھون صاحب کی خدمات حاصل کی۔ ۵ردسمبر کی تاریخ آتے آتے میڈیا نے اس معاملہ کو الگ الگ رخ پر لیجانے کی پوری کوشش کی اور اس دن کی عدالتی کارروائی کو بھی ہندو مسلم کی عینک سے دیکھتے ہوئے معزز سینئر وکلاء کی وکالت پر بھی انگلیاں اٹھانی شروع کردیں اور ایک ایسا ماحول بنانے کی کوشش کی کہ یہ معاملہ خراب ہوجائے اور ملک کی فضا بگڑ جائے، لیکن بزرگوں کے قائم کردہ اس ادارہ کے موجودہ جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے میڈیا کی زہرافشانیوں کا منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اور مسلم پرسنل لا بورڈ کی قدیم تجاویز پر قائم رہتے ہوئے مسلمانان ہند سے دردمندانہ اپیل کرتے ہوئے ایک صحافتی بیان کے ذریعہ اعلان کیا کہ ”آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شروع سے اپنے موقف پر قائم ہے کہ بابری مسجد کی جگہ عرش تا فرش قیامت تک کے لئے مسجد کے حکم میں ہے اور مسلم پرسنل لا بورڈ آج بھی اسی موقف پر قائم ہے، اور بورڈ کا یہ بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مسلم پرسنل لا بورڈ کو منظور ہوگا۔

آپ نے اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی ہے کہ جوں جوں وقت قریب آئیگا افواہوں کا بازار گرم رہے گا وہ ان افواہوں پر قطعاً دھیان نہ دیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے موقف پر پوری قوت کے ساتھ قائم ہے اور قانونی چارہ جوئی کے لئے ہر ممکن کوشش کررہا ہے۔ تمام لوگ اس کے حق میں دعاؤں کا اہتمام فرمائیں اور ملک میں اس وقت جس طرح کی سازشیں رچی جارہی ہیں ان سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے“۔

انشاءاللہ اب اسکی اگلی سماعت ۸رفروری ۲۰۱۸ء کو رکھی گئی ہے۔ بظاہر یہ کارروائی طویل ہوگی، پھر سپریم کورٹ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ملک کی عدلیہ کے وقار کا ایک اہم باب ہوگا۔ اس مقدمہ میں لکھنؤ بنچ کے فیصلے نے جہاں انصاف پسند اہل وطن کو مایوس کیا تھا وہیں امید ہے کہ سپریم کورٹ کی منصفانہ کارروائی سے عدلیہ کا مقام ومرتبہ انشاءاللہ اونچا ہوگا، ابھی عدالت مقدمہ کی سماعت کے سلسلہ میں جلد بازی سے کام لے رہی ہے اس نے کئی قسم کے سوالات کھڑے کردیئے ہیں ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ قدیم دستاویزات جو اردو اور فارسی میں ہیں ان کے ترجمے اور پھر ان کا مطالعہ جبکہ اتنے کم وقتوں میں ہزاروں صفحات کے مطالعہ کے بغیر فیصلہ کرنا ملک اور عدلیہ کی ایک تاریخی غلطی ہوگی۔ یا اس کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلہ کرنے کا مطلب ہے کہ انصاف کا خون ہوگا اور اس سے عدلیہ کا وقار و اعتبار بھی مجروح ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بہرحال ہمیں عدلیہ پر بھروسہ ہے کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی بہتر انجام تک پہونچنے میں کامیاب ہوگی۔ اس وقت ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند اس کے لئے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں اور بورڈ کی آواز پر لبیک کہیں۔

دار القضاء......اہمیت وضرورت

مفتی محمد تجمل حسین قاسمی (استاذ دار العلوم حیدرآباد)

موجودہ دور فتنوں کا دور ہے، عالم اسلام پر صیہونی اور صلیبی طاقتوں کی یلغار ہے، الکفر ملة واحدة کے مصداق تمام کافرانہ طاقتیں نہ صرف مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے میں کوشاں ہیں بلکہ دین اسلام اور شریعت محمدی کی بیخ کنی میں تمام طاقتیں اپنی قوتیں صرف کرنے میں متحد نظر آتی ہیں، حرمین شریفین جیسے مہبط وحی مقامات مقدسہ جیسے عظیم ملک میں جہاں محمڈن لاء کا نفاذ ہوتا ہے وہاں دجالی ابلیسی نظام نے اپنے پنجے گاڑنا شروع کردیئے نہیں، مقام قدس (فلسطین) اسرائیلی انبیاء کی آماجگاہ ہے جہاں قرونِ اولی میں کئی ایک پیغمبروں نے عدالت الٰہیہ کا قیام عمل میں لایا تھا، وہاں آج فرعونی ونمرودی طاقتوں نے دجالی نظام کا سکہ بٹھانے کے لئے القدس کو دارالسلطنت قائم کرنے کا منصوبہ بنایا ہے، تاکہ پوری دنیا میں انا ربکم الاعلی کی منحوس آواز غالب کردی جائے، اور پھر پوری دنیا میں فرعونی ودجالی نظام کا جال پھیلایا جاسکے، اسی تناظر میں ہندوستان کی موجودہ حکومت کے تانے بانے دجالی طاقتوں سے کچھ زیادہ ہی ملے ہوئے ہیں، اسی بناء پر محمڈن لاء کے عائلی قوانین کو حرف غلط کی طرح مٹایا جارہا ہے، بلکہ دین اسلام کے محفوظ ترین قلعے مدارس و مساجد کا وجود بھی خطرے میں پڑگیا ہے، ایسے وقت میں عالم اسلام کی سرد مہری عند اللہ سخت ترین مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، مؤاخذۂ الٰہی سے بچنے کے لئے عامة المسلمین اور خاص طور پر وارثین انبیاء، مسلم ممبران سلطنت و دانشوران ملت کو متحد ومتفق ہوکر مسلم پرسنل لابورڈ کو مزید استحکام بخشنے کے لئے سرگرم عمل ہونا چاہئے!۔

طاغوتی وابلیسی نظام کا مقابلہ کئی ایک تدابیر سے کیا جاسکتا ہے، مگر ان میں سب سے زیادہ مؤثر تدبیر پورے ملک میں اثر انداز ہوسکتی ہے وہ مسلم پرسنل لابورڈ کے زیر نگرانی نظام دار القضاء کا قیام ہے، تاکہ ملک کے طول وعرض، شہر بہ شہر، گاؤں در گاؤں نظام شریعت محمدی کا جال بچھا کر پوری امت مسلمہ کو واعتصموا بحبل الله جميعا کے مصداق ایک ہی لڑی میں پرو کر دجالی نظام کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے، اس میں انشاء اللہ تحفظ دین کے ساتھ طلاق وخلع کے جملہ مسائل کا حل بھی ہے، اور حکومت کی ناپاک نیتوں کا خاتمہ بھی ہے، کیونکہ انسانی مشنری بنانے والے خالق نے ہم کو اپنا خلیفہ اسی لئے بنایا کہ پوری دنیا میں عدالت الٰہیہ کا قیام عمل میں لاکر ابلیسی نظام کی بیخ کنی کی جاسکے (البقرہ، آیت ۳۰)۔

چنانچہ ہر دور میں اللہ نے اپنے پیغمبروں اور انکے جانشینوں سے یہ کام لیا ہے، جب نمرودی طاقت نے سر ابھارا تو ابراہیمی قوت نے اسکی سرکوبی کی، اور جب فرعونی طاقت نے انا ربکم الاعلی کا نعرہ لگایا تو موسوی طاقت نے اسکا گلا گھونٹ دیا، بولہبی و بوجہلی قوتوں نے سر ابھارا تو شریعت محمدی کے علمبرداروں نے اسکو کیفر کردار تک پہنچادیا۔

ملت اسلامیہ کے عوام وعلماء ودانشوران قوم کی بھاری ذمہ داری ہے کہ عدالت الٰہیہ کے نفاذ کے لئے مسلم پرسنل لاء کے منشور دار القضاء کی تحریک کو صوبہ کے ہر سمت پھیلائیں، دار القضاء کا قیام محلّہ محلّہ قائم کرنے کا عزم مصمم کریں، نظام قضاء کے قیام کے سلسلے میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ وفقہاء وقضاۃ اسلام کے رہنمایانہ خطوط ہمارے لئے حجت ہیں۔ پہلے آپ کو یہ جاننا ضروری ہے کہ قضاء کسے کہتے ہیں؟

اس سلسلے میں فقہائے کرام نے الگ الگ انداز میں قضاء کی تعریف فرماکر امت مسلمہ کو ہر پہلو سے قضاء کی اہمیت کو سمجھایا ہے؛

(۱) حنفیہ کے نزدیک باہمی خصومتو اور آپسی جھگڑوں

کے خاتمہ کا نام قضاء ہے، (ابن منظور لسان العرب، ۱۸۶/۱۵)

(۲) مالکیہ کے نزدیک کسی شخص پر شرعی حکم کو لازم کرنے کے طریق پر حکم الٰہی سے باخبر کرنا قضاء کہلاتا ہے، (الحطاب مواھب الجلیل، ۶۸/۶)۔

(۳) شوافع کے نزدیک دو یا دو سے زائد کے درمیان پائی جانے والی خصومتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنا قضاء کہلاتا ہے، (الشربینی مغنی المحتاج ،۳۷۲/۴)۔

(۴) حنابلہ کے نزدیک شرعی حکم کو واضح کرنے اور اسکے لازم کرنے کو قضاء کہتے ہیں، (الفتوحی منتھی الارادات ،۵۷۱/۲)۔

(۵) علامہ قرافی مالکیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''الحکم انشاء الزام او اطلاق'' کسی چیز کو لازم کرنے یا کسی چیز کے لزوم کو ختم کرنے کو قضاء کہتے ہیں، (تبصرۃ الحکام علی ھامش، ۱۲/۱)۔

قاضی شرعی کیسا ہو؟

مذکورہ معانی کی پیش نظر جو شخص لوگوں کے عائلی اور نزاعی معاملات کے تصفیہ کیلئے امیر کی جانب سے مقرر کیا گیا ہو، وہ قاضی شرعی کہلاتا ہے، (فتاوی عالمگیری ص/۳۰۶، ج/۳)۔ قضاء کا منصب چونکہ اہم ہے، ہر کس و ناکس کو اس منصب پر فائز نہیں کیا جاسکتا، اس لئے جملہ آٹھ صفات کا ہونا ضروری ہے:

(۱) عاقل ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) مسلمان ہونا (۴) آزاد ہونا (۵) بینا ہونا، نابینا کو قاضی بنانا درست نہ ہوگا (۶) بولنے والا ہونا ضروری ہے، گونگا شخص اس کا اہل نہیں ہے (۷) سننے والا ہونا ضروری ہے، بہرے کو قاضی نہ بنایا جائے (۸) ایسا عادل ہو کہ کسی پر تہمت لگانے کی وجہ سے اس پر سزا نافذ نہ کی گئی ہو، (بدائع الصنائع ،ص ۳/ج ۷)

دارالقضاء کا قیام امت مسلمہ پر واجب ہے!

خلف اور سلف کا اتفاق ہے کہ حالات امت مسلمہ پر کتنے ہی دشوار ہوں دارالقضاء کا قیام اور اس کا نظام امت پر لازم اور ضروری ہے، لا خلاف بین الأئمة ان القیام بالقضاء واجب (تبصرۃ الاحکام ۱۲/۱)

قضاء کے قیام کا واجب ہونا کتاب اللہ سے بھی ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو منصب قضاء کی ذمہ داری دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''فاحکم بین الناس بالحق و لا تتبع الھوی'' (ص ۲۶)۔

اور حضرت سلیمانؑ کو بھی فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا: '' اذ یحکمن فی الحرث کے'' (الانبیاء: ۲۸)۔

اللہ تعالیٰ نے کئی ایک مواقع پر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شریعت مطہرہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا: ''وان احکم بینھم بما انزل اللہ'' (مائدہ، ۴۸)۔

مسلمانوں کے لئے شرعی فیصلوں کا تسلیم کرنا لازم ہے!

امت مسلمہ کو چاہئے کہ ہر حال میں شرعی فیصلوں کو تسلیم کرے اگر کوئی مسلمان اس سے اعراض کرے تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے، ارشاد ربانی ہے: ''فلا وربك لایؤمنون کے'' الخ، جو لوگ باہمی نزاع میں آپ ﷺ کو حکم تسلیم نہ کریں اور آپ ﷺ کے فیصلہ کو بسر و چشم قبول کرنے کو تیار نہ ہوں وہ مؤمن نہیں ہوسکتے، (النساء، ۶۵)، اسکے علاوہ قرآن نے ان لوگوں کو بھی ظالم و فاسق شمار کیا ہے جو شریعت محمدی سے روگردانی اختیار کرتے ہوں (مائدہ، ۴۷)۔

مختلف شہروں وقصبات میں نبوی نظام قضاء کا عملی نمونہ

پورے ملک میں عدالت الٰہیہ کا قیام عمل میں لایا جائے، اس میں ہمارے لئے اسوۂ نبوی ﷺ سب سے بڑی دلیل ہے، حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں متعدد صحابہ کرام کو منصب قضاء پر مامور فرمایا، چنانچہ حضرت علیؓ کو یمن کے ایک حصے پر قاضی مقرر فرمایا، اور ایک حصہ کی قضاء کی ذمہ داری حضرت معاذؓ کو سونپی، اسی طرح یمن کے ایک علاقے کی قضاء کی ذمہ داری حضرت وحیہ کلبیؓ کو عطاء فرمائی، اور حضرت عتاب بن اسیدؓ کو مکۃ المکرمہ میں عہدۂ قضاء پر مامور فرمایا پھر یہی تعامل خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی جاری رہا حتی کہ خود حضرات خلفائے راشدین نے بھی قضاء کی ذمہ داریاں سنبھالی اور اس کو بحسن وخوبی انجام دیا، (ادب القاضی،، ۳۷،۳۵/۱)۔

غیر اسلامی ممالک میں بھی نظام قضاء لازم!

ہندی مسلمان قضاء کانظام قائم کرنے سے یہ کہہ کر گریز نہیں کر سکتے کہ یہاں اقتدار اعلیٰ غیروں کے ہاتھ میں ہے، اس لئے اسلامی نظام قضاء کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی، ہرگز ایسا نہیں ہے، جہاں اقتدار اعلیٰ کفار کو حاصل ہے تب بھی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنے نزاعی اور عائلی مسائل کے حل کیلئے حکومت سے اقتدار حاصل کر کے اسلامی نظام قضاء قائم کریں، اگر حکومت سے اقتدار حاصل نہیں ہے تو اقتدار کے حصول کیلئے تراضیٔ مسلمین کے ذریعہ نظام قضاء کا قیام اور آپسی رضامندی سے کسی باصلاحیت شخص کو عہدۂ قضاء کے لئے انتخاب کرنا چاہئے، ایسا شخص جو تراضیٔ مسلمین سے قاضی بنایا گیا وہ قاضی شرعی قاضی سمجھا جائے گا، اور اسکا فیصلہ بھی شرعی فیصلہ متصور کیا جائے گا، (الدرالمختار مع الشامی کراچی، ص ۳۶۹، ج ۵)۔

موجودہ حکومت کی اسلام دشمنی روز بروز ترقی پذیر ہے، اللہ جزائے خیر عطاء فرمائے امت کی بہبود وفلاح کے لئے بے چین رہنے والے علمائے ربانیین کو جنھوں نے تحفظ شریعت کا بیڑہ اٹھایا، انگریز حکومت ہی کے دور میں مسلم پرسنل لاء کے قیام کی داغ بیل ڈال دی گئی، اسلامی تشخص و امتیاز ختم کرنے کے لئے متعصب حکومت نے جب پارلیمنٹ میں لے پالک بل پیش کرتے ہوئے یکساں سول کوڈ کے نفاذ کا بگل بجایا تو امت مسلمہ میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، ممبئی کے عروس البلاد میں منعقد ہونے والے اجلاس میں بہ اتفاق آراء مسلمانان ہند نے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوره اللہ مرقدہ کو بورڈ کا صدر اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نوراللہ مرقدہ کو جنرل سکریٹری کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ تحفظ شریعت اور اسلامی نظام قضاء کی پائیداری کے لئے انتہائی اہم ترین قوانین مدون کئے جس میں نمایاں طور پر یہ اصول بھی مرتب کیا گیا کہ ''ہندوستان میں محمڈن لاء کا شریعت اسلامی کی روشنی میں جائزہ لیتے رہنا اور نئے مسائل کے پیش نظر مسلمانوں کے مختلف فقہی مسالک کا تحقیقی مطالعہ کرنا اور شریعت اسلامی کے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے کتاب وسنت کی اساس پر ماہرین شریعت اور فقہ اسلامی کی رہنمائی میں پیش آمدہ مسائل کا مناسب حل تلاش کرنا وغیرہ۔ ایسے سنہرے اصول مدون کئے گئے جس میں نہ صرف تحفظ شریعت ہے بلکہ ملک کی سالمیت اور ملک کے ہر شہری کیلئے امن وآشتی کی ضمانت بھی ہے۔

عامۃ الناس کی ذمہ داری ہے کہ مسلم پرسنل لاء بورڈ اور اس کے اکابرین وارکین پر اعتماد کرے، دشمن اس متحدہ پلیٹ فارم کا شیرازہ بکھیرنے میں کوشاں ہے، اس لئے بورڈ کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے والوں کی طرف دھیان بھی نہ دیں، بلکہ اسلامی دستور و نظام قضاء قائم کرنے میں ہرممکنہ تعاون سے دریغ نہ کریں، ہر محلّہ کے ارباب اقتدار، بااثر ورسوخ افراد اس محلّہ کے اراکین کمیٹی کے باہم مشاورت سے مسجد کے کسی گوشہ میں یا مستقل کوئی دفتر دارالقضاء کے قیام کے لئے کوشاں رہیں، تاکہ محلّہ کے جملہ نزاعی مسائل خاص طور پر ازدواجی زندگی کے خلع وطلاق کے مسائل حل ہوں، حکومتی عدالتوں کی طرف کوئی مراجعت نہ کر سکے، علماء وخطباء عظام کی ذمہ داری ہے کہ اپنے جمعہ اور اصلاحی خطبات میں عوام الناس کو اس بات پر زور دیں کہ اپنے جملہ نزاعی مسائل خصوصاً ازدواجی اختلافی مسائل کے حل کے لئے دارالقضاء یا علماء سے رجوع کریں۔

دکن کی سرزمین ارباب علم وفن کی آماجگاہ ہے یہاں بھی اکابرین امت نے مسلم پرسنل لاء اور تحفظ شریعت کی بقاء کیلئے بہت سی دینی، علمی، ثقافتی خدمات انجام دی ہیں، الحمد للہ مساجد، مکاتیب اور مدارس کا ایک بڑا جال پھیلایا گیا، جو تلنگانہ وآندھراپردیش کے بہت سے علاقوں کو محیط ہے، اور دکن کی کوکھ سے اللہ نے ایسے جانباز، دلیر حق گو قائدین کو جنم دیا ہے، جب ایوان سلطنت میں فرعونی ونمرودی طاقتیں مسلم پرسنل لاء، شریعت مطہرہ کے خلاف آوازیں بلند کرتی ہیں تو ان کی آوازوں کو دبانے اور ان سے پنجہ آزائی کی صلاحیت عطاء فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ مسلم پرسنل لاء کی جملہ کاوشوں کو بار آور فرمائے، بورڈ کے جملہ سرپرستان وممبران کی عمروں میں برکت عطاء فرمائے، اور اسلام کا یہ جھنڈا تا قیامت لہراتا رہے، آمین۔

۞۞۞

نکاح کی بعض مروجہ صورتیں اور اسلامی نقطۂ نظر

مفتی شاہد علی قاسمی (استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدر آباد)

ہندوستان کے بعض علاقوں میں اب تک یہ ماحول ہے کہ ماں باپ اپنی لڑکی کے رشتہ کا انتخاب کرتے ہیں، اگر لڑکی کو یہ رشتہ منظور نہ ہو تو بھی لڑکی کی مرضی کے بغیر ماں باپ شادی کرادیتے ہیں، یہ کیفیت ہندو قوم میں زیادہ ہے، چونکہ مسلمانوں میں بھی بعض ہندوانہ مراسم درآئے ہیں، خصوصاً شادی بیاہ کی تقریبات میں غیر مسلموں کی نقالی زیادہ نظر آتی ہے، ان ہی ہندوانہ طریقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض علاقوں میں مسلمان ماں باپ بھی اپنی بچیوں کا رشتہ اپنی مرضی کے مطابق کرتے ہیں، خواہ بچی کو وہ رشتہ قطعاً ناپسند ہو، اور جب ایجاب وقبول کا مرحلہ آتا ہے تو اس موقع پر اس پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ اپنی رضامندی کا اظہار کردے —— یہ کیفیت انتہائی نامناسب اور بچی کی حق تلفی بلکہ اس کے اوپر ظلم ہے، شریعت نے نکاح کرنے والے اور نکاح کرنے والی کی پسند کو زیادہ اہمیت دی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس سے مشورہ کے بغیر اور کنواری لڑکی کا نکاح اس سے اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے۔ (ترمذی شریف، حدیث نمبر: ۱۱۰۷)

— اسی لئے فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر اولیاء نے بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کردیا، تو انہوں نے سنت کی خلاف ورزی کی، نیز یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ علامہ شامیؒ رقمطراز ہیں:

وإن زوجها بغير استئمار فقد أخطأ السنة وتوقف على رضاها. (ردالمحتار: ۲/ ۲۹۷ و ۲۹۸)

— گویا لڑکی کی مرضی اس کا شرعی حق ہے، اور اسے شرعی حق سے محروم رکھنا اس کی حق تلفی ہے، اور کسی کی حق تلفی کرنا ظلم ہے، اس لئے لڑکی کی رضامندی اور خوش دلی کے بغیر اس کے اولیاء اس کا نکاح ہرگز نہ کریں، خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ لڑکی جس کی رفیقۂ حیات بن رہی ہے اگر لڑکی کے دل میں اپنے ہونے والے شوہر کے لئے جگہ نہ ہو تو مقصد نکاح ہی فوت ہو کر رہ جائے گا، اور ہمیشہ لڑکی بے سکونی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوگی، اور اس کا نتیجہ طلاق یا خلع یا خودکشی وغیرہ کی شکل میں ظاہر ہوگا۔

البتہ یہ مسئلہ ملحوظ خاطر رہے کہ اگر لڑکی نے ناپسندیدگی کے باوجود نکاح کے وقت اجازت کے موقع پر زبان سے ''ہاں'' کہہ دیا، یعنی زبان سے رشتہ منظور کرلیا؛ تو نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ ایجاب وقبول زبان کا فعل ہے، اور زبان کے بول پر ہی اس کا انحصار ہے۔ اس لئے اگر لڑکی کو رشتہ منظور نہیں ہے تو اسے کم از کم اتنی جرأت پیدا کرنی چاہئے کہ ایجاب وقبول کے وقت وہ صاف انکار کردے؛ تاکہ بعد میں پیدا ہونے والے امکانی تباہ کن حالات سے بچ سکے۔

تاہم لڑکی کو بھی یہ بات ضرور سوچنی چاہئے کہ ماں باپ نے اس کا رشتہ جہاں بھی لگایا ہے، اگر مال ودولت کی حرص میں یہ رشتہ نہیں لگایا ہے؛ تو ضرور انہوں نے بچی کے بہتر مستقبل کو محسوس کرتے ہوئے ہی ایسا رشتہ منتخب کیا ہے، کوئی بھی ماں باپ اگر لالچی نہ ہو تو وہ بہتر سے بہتر رشتہ ہی کا انتخاب کرتا ہے، اس لئے لڑکی کی سعادت مندی اسی میں ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے لگائے ہوئے رشتہ کو نہ ٹھکرائے، اگر دل میں ناگواری بھی ہو تو دل کو سمجھائے کہ ماں باپ نے جس رشتہ کا انتخاب کیا ہے اس میں ضرور کوئی بڑی مصلحت ہے جسے ہم سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔

یہ تو تصویر کا ایک رخ تھا، ہمارے سماج کی تصویر کا دوسرا رخ یہ

ہے کہ مغرب سے آئی ہوئی بے حیائی، آزادیٔ نسواں کا پُرفریب نعرہ، عصری درس گاہوں میں مخلوط تعلیم، اور بے پردگی نے جہاں بہت سے مفاسد پیدا کئے یہ ان میں ایک مفسدہ یہ بھی ہے کہ اب بہت سی لڑکیاں ذہنی آوارگی کی شکار ہوچکی ہیں، آزاد مزاج ہوچکی ہیں، اور حد تو یہ ہے کہ ایسی لڑکیوں کے بعض اولیاء بھی اسی تہذیب کے دل دادہ نظر آتے ہیں، لڑکیوں کا یہ کھلا پن انہیں بہتر معلوم ہوتا ہے، اور اسلامی طور طریق پر رہنا انہیں گراں بار اور فرسودہ طریقہ محسوس ہوتا ہے، ایسے اولیاء کو اس وقت کفِ افسوس ملنا پڑتا ہے جب لڑکی ان کی گرفت سے آزاد ہوجاتی ہے، اور اپنی پسند و ناپسند کا خود انتخاب کرتی ہے، اور اس کے نتیجہ میں کبھی غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ گھر بار چھوڑ کر بھاگ نکلتی ہے، اور کورٹ میریج کرلیتی ہے، اور پھر ہندوانہ طریقہ پر زندگی گذارتی ہے۔ گویا لڑکی بھی ہاتھ سے گئی، اور اس کا ایمان بھی گیا۔ اس لئے اگر کسی مسلمان کو اپنا اسلام پسند ہے تو اسے اسلامی تہذیب بھی پسند کرنی پڑے گی، ورنہ اسے دنیا و آخرت دونوں جہاں کے خسران کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوجانا چاہئے۔

اگر لڑکی کسی مسلمان لڑکا کے ساتھ گھر سے نکل جائے اور کورٹ میریج کرلے تو کیا ایسا نکاح معتبر ہوگا؟ اس سلسلہ میں تفصیلات حسب ذیل ہیں:

۱۔ کورٹ میں نکاح کا رجسٹریشن کراتے ہوئے زوجین نے صرف دستخط کیا ہو، اور زبانی ایجاب وقبول نہ ہوا ہو، تو اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوگا، خواہ اس وقت دو مسلمان مرد گواہان موجود ہوں۔

۲۔ نکاح کا رجسٹریشن کراتے ہوئے زوجین نے دستخط کے ساتھ زبانی ایجاب وقبول بھی کیا ہو، لیکن دو مرد مسلمان گواہ یا کم از کم ایک مرد و دو عورتیں گواہ نہ ہوں تو اس صورت میں بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا۔ کیونکہ نصاب شہادت نکاح کے منعقد ہونے کے لئے شرط ہے۔

۳۔ نکاح کا رجسٹریشن کراتے ہوئے زوجین نے دستخط کے ساتھ زبانی ایجاب وقبول بھی کیا، مسلمان گواہان بھی موجود تھے، البتہ رجسٹرار کافر تھا، تو اس صورت میں نکاح منعقد ہوجائے گا، کیونکہ نکاح کے انعقاد کے لئے ضروری شرائط — ایجاب وقبول ونصاب شہادت — پائی گئیں۔ چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

النکاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي...... ولا ينعقد نكاح المسلمين إلاّ بحضور شاهدين حرين عاقلين، بالغين مسلمين رجلين أو رجل وامرأتين عدولاً أو غير عدول

(هدايه: ۲/۸۶ و ۲۸۵)

اگر ایسے جوڑے کورٹ میریج کے بجائے کسی مخصوص جگہ میں خفیہ طریقے سے نکاح کرلیں، اور نکاح کے وقت صحیح طور پر ایجاب وقبول کیا گیا ہو اور دو مرد گواہان یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ میں موجود رہے ہوں تو نکاح منعقد ہوجائے گا، تاہم یہ طریقہ انتہائی ناپسندیدہ ہے، نیز آخر الذکر دو صورتوں میں گو نکاح منعقد ہوجاتا ہے، تاہم اگر لڑکا کی حیثیت عرفی سماجی یا دینی اعتبار سے لڑکی سے کم ہو، اور لڑکی والوں کے لئے یہ رشتہ باعث عار ہو تو لڑکی کے اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، یعنی اگر لڑکی کے اولیاء چاہیں تو معاملہ کو دار القضاء میں پیش کریں، اور نکاح کو فسخ کرادیں، فقہاء نے لکھا ہے کہ لڑکی اپنے اولیاء کی مرضی کے بغیر غیر کفوٴ میں نکاح کرلے اور لڑکی کے اولیاء اسے اپنے لئے باعث عار سمجھ رہے ہوں تو قاضی کے پاس معاملہ لے جاکر نکاح کو فسخ کراسکتے ہیں۔

پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ لڑکی کے اولیاء لڑکی کا نکاح کراتے ہوئے اس کی پسند و ناپسند کو ضرور ملحوظ رکھیں، تاہم اگر اولیاء نے اس کا لحاظ نہیں کیا، اور لڑکی نے ناپسندیدگی کے باوجود نکاح کو زبانی طور پر منظور کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اور جب لڑکی اپنے اولیاء کی مرضی کے بغیر کسی مسلمان لڑکا سے نکاح کرلے تو اگر ایجاب وقبول صحیح طور پر کیا گیا ہو اور گواہ بھی موجود رہا ہو تو نکاح منعقد ہوجائے گا، تاہم اگر لڑکا لڑکی کا کفوٴ نہ ہو تو لڑکی کے اولیاء کو حق اعتراض حاصل ہوگا، اور وہ دار القضاء سے رجوع ہوکر نکاح فسخ کراسکتے ہیں۔

۞۞۞

دین کامل ہے زمانے کی ضرورت کے لئے

مولانا مفتی محمد اسجد قاسمی ندوی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ امدادیہ مرادآباد)

ہمارا یہ یقین وایمان ہے اور قرآن وسنت سے ہم نے یہی جانا اور سمجھا ہے کہ شریعت اسلام کامل اور مکمل شریعت ہے، ہماری زندگی کے ہر شعبے میں شریعت ہمارے لئے اول وآخر قانونی رہ نما ہے، اللہ نے شریعت کو اس درجہ کامل فرمادیا ہے کہ اب اس کے کسی بھی حصے میں نہ کسی کمی کی گنجائش ہے، نہ اضافے کی، نہ تبدیلی کا جواز ہے نہ ترمیم کا۔

حجۃ الوداع میں میدان عرفات میں سوا لاکھ افراد کو براہ راست اللہ کا یہ پیغام بزبان رسالت سنایا گیا:

آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر ہمیشہ کے لئے پسند کرلیا۔ (المائدہ:۳)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ معیار طے کر دیا گیا کہ ایمان کی دولت، یقین کا سرمایہ اور عقیدۂ حق کی لذت اسی کا مقدر ہے، جو اپنے رب کی معبودیت اور ربوبیت پر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور رہبری پر، اور اسلام کے پورے نظام اور قانون شریعت پر اپنے دل وجان کی سچائی سے اس طرح قانع، مطمئن اور راضی ہوجائے کہ کبھی اس کے خیال وگمان میں بھی ان کے سوا کچھ نہ آئے، اور جو شریعت اسلام کے ہر ہر جزء پر اتنے انشراح کے ساتھ قائم ہو کہ اس کے خلاف کسی بھی عمل واقدام سے اسے بے انتہا نفرت اور تکدر ہو، اور کسی بھی طرف سے شریعت پر کوئی آنچ آئے، اور قانون شریعت میں کسی بھی طرح کی مداخلت، ترمیم یا حذف واضافہ کی کوئی بات آئے تو نہ صرف یہ کہ اس کا چین وآرام رخصت وغارت ہوجائے بلکہ وہ شریعت کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ تج دینے کو تیار ہوجائے۔

ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰہ ربا و بالإسلام دینا و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا. (مشکوۃ المصابیح: الایمان)

ایمان کا مزہ اس نے چکھا اور اس کی لذت اسے ملی جو اللہ کو اپنا رب، اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول اور ہادی ماننے پر دل سے راضی ہوگیا۔

ومن یکرہ أن یعود فی الکفر بعد أن انقذہ اللہ منه کما یکرہ أن یلقیٰ فی النار. (ایضاً)

ایمان کی حلاوت ولذت اسی کو نصیب ہوگی جو دولت ایمان مل جانے کے بعد کفر (اور عقیدے کے بگاڑ) سے ویسی ہی نفرت کرتا ہو جیسی آگ میں ڈالے جانے سے کرتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے:

بے شک معتبر دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ (آل عمران:۱۹)

اور یہ بھی بتادیا گیا ہے:

جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں۔ (آل عمران: ۸۵)

اسلام کی تاریخ کے روز اول ہی سے مخالفین اور معاندین (یہود، نصاریٰ اور مشرکین) اسلام اور حاملین اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں، اور ہر آنے والے دن کے ساتھ ان کی عداوت اور تخریب کاری کا گراف بڑھتا جارہا ہے، ان کا اصل ہدف اہل ایمان کا یقین برحق اور عقیدۂ حق ہے، ان کا اصل ٹارگیٹ امت کے نوجوان اور نونہال ہیں، وہ اسلام کا اصل حلیہ بگاڑ دینا چاہتے ہیں، ان کے پیش نگاہ اسلام کا ایسا ایڈیشن رائج کردینا ہے، جس میں

دین کی اصل بنیادیں اور ستون غائب کر دیئے جائیں، جس میں صرف چند عبادات اور رسوم باقی رہیں، زندگی کے حساس مرحلوں سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے، اور جس میں معاملات، معاشیات، سیاسیات جیسے شعبوں کیلئے کوئی رہ نمائی نہ ہو۔

اپنے خودساختہ ایڈیشن کو اسلام کا اصل چہرہ بتانے اور دکھانے کے لئے اسلام دشمن لابیوں نے اصل اسلام کو (جو قرآن وسنت سے اور سیرت نبوی واسوۂ صحابہ سے ہم کو ملا ہے) کبھی تشدد پسند اسلام کا نام دیا، کبھی دہشت گردی کا داعی اسلام بتایا اور کبھی قدامت پسند اور بنیاد پرست اسلام کہہ کر پکارا۔

اسلام کا حلیہ بدلنے اور اہل اسلام کو غیر اسلامی نظام کے سانچے میں ڈھالنے اور ان کے دینی تصلب واستحکام اور عقیدے کی پختگی کو کم زور کرنے کے مقصد سے مخالفین نے دور نبوت سے کوششیں شروع کی تھیں جو آج تک پورے شد ومد سے اور ابلاغ کے تمام ذرائع اور تحریص وترغیب کے تمام ہتھکنڈوں کے ساتھ جاری ہیں اور بدقسمتی سے ہماری صفوں میں ہی ہر دور میں ایسے نفاق پیشہ افراد ان کو ملتے رہے ہیں جو ہمارے لئے مارِ آستین اور مخالفوں کے لئے قوت بازو اور سہارا ثابت ہوتے رہے ہیں۔

یہ سلسلہ مکی دور سے ہی شروع ہو چکا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے مخالفین طرح طرح کے مصالحتی فارمولے پیش کر رہے تھے، سورۃ الکافرون کا پس منظر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ:

مکہ کے کچھ سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ پیش کش رکھی کہ ایک سال آپ ہمارے بتوں کی عبادت کیا کریں، اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں، یہ صلح ہو جائے گی اور نزاع ختم ہو جائے گا۔

اور بھی تجویزیں لائی گئیں جن میں آپ کو دولت، عورت اور حکومت کی ترغیبات بھی تھیں، اور منشا یہ تھا کہ کسی بھی طرح آپ عقیدے کے تعلق سے نرم ہو جائیں، اس موقع پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی اور پوری قوت سے واضح کر دیا گیا کہ کفر وایمان کے درمیان ایسی کوئی مصالحت اور مفاہمت بالکل ناقابل قبول ہے جس میں حق وباطل کا امتیاز باقی نہ رہے، اور جس کے ذریعہ حق میں باطل کی ملاوٹ کر دی جائے۔

معلوم ہوا کہ اسلام کا اصل حلیہ بدلنے کی یہ کوشش مکہ ہی سے شروع ہو گئی تھی، اس وقت سے آج تک پندرہ صدیوں میں دنیا کے ہر حصے میں مختلف افراد اور اقوام کے ذریعہ یہ کوشش ہوتی آ رہی ہے، عالمی قوتوں کے زیر اثر سعودیہ عربیہ کے حکمرانوں کی طرف سے ''معتدل اسلام'' کی واپسی کا جو اعلان حال ہی میں سامنے آیا ہے، وہ اسی مخالفانہ کوشش کا حصہ ہے، مغربی طاقتیں اسلام کا جو حلیہ پسند کرتی ہیں اسی کو وہ ''معتدل اسلام'' کا نام دے کر اسلام کے اصل حلیہ کو تشدد وانتہا پسندی کا داعی قرار دیتی ہیں، امت کی بدقسمتی ہے کہ ان مغربی طاقتوں کی منشا اس وقت ان حکمرانوں کے ذریعہ پوری ہونے کا اشارہ مل رہا ہے جو اپنے کو ''حرم کا نگہبان اور قافلۂ ملت کا حدی خوان'' بتاتے ہیں اور امت کے غیور افراد یہ منظر دیکھ کر انگشت بہ دنداں ہیں اور کہنے پر مجبور ہیں ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

اقبال مرحوم نے حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

نگہ بانِ حرم معمارِ دیر است
یقینش مردہ و چشمش بغیر است

حرم کے نگہبان اپنے فرض نگہبانی کی ادائیگی کے بہ جائے بت خانے کے پاسباں بنے ہوئے ہیں، ان کی نگاہیں دوسروں کی رہین منت ہیں، اور ان کا یقین بالکل مردہ ہو چکا ہے۔

اہل ایمان کو بتایا جا چکا ہے کہ ان کو اپنے نفس امارہ (جو برائیوں کا حکم دیتا ہے اور حدیث کی صراحت کے مطابق ''اعدی عدوک ما بین جنبیک'' سب سے بڑا دشمن ہے) کے علاوہ پانچ خطرناک دشمنوں سے ہر مرحلے پر سامنا رہے گا۔

(۱) شیطان: قرآن میں جگہ جگہ شیطان کو انسان کا ''عدو مبین'' (کھلا دشمن) بتایا گیا ہے (ملاحظہ ہو البقرہ:۲۰۸) اور بطور خاص دو حکم دیئے گئے ہیں:

شیطان کے نقش قدم کی پیروی مت کرو۔ (البقرۃ:۲۰۸، المؤمنون:۲۱)

یقین جانو کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اسلئے اس کو دشمن ہی سمجھتے رہو، وہ تو اپنے ماننے والوں کو جو دعوت دیتا ہے وہ اس لئے دیتا ہے تاکہ وہ دوزخ کے باسی بن جائیں۔ (فاطر:۶)

(۲) یہود

(۳) نصاریٰ

(۴) مشرکین وکفار

ان تینوں کا ذکر گریڈ کے فرق کے ساتھ اس طرح کیا گیا ہے کہ پہلے گریڈ میں یہود ومشرکین کو اور دوسرے گریڈ میں نصاریٰ کو رکھا گیا ہے۔

تم یہ بات ضرور محسوس کرلو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں اور دوسرے مشرکین ہیں۔(المائدة:۸۲)

قرآن نے حکم دیا ہے:

یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ۔(المائدة:۵۱)

(۵) منافقین:

یہ گروہ اسلام کے لئے ہر دور میں بہت خطرناک ثابت ہوتا ہے، قرآن نے ان کے کردار کی تصویر کھینچ دی ہے اور صاف فرما دیا ہے:

یہی ہیں جو تمہارے دشمن ہیں اس لئے ان سے ہوشیار رہو، اللہ کی مار ہو ان پر۔(المنافقون:۴)

ان دشمنوں کے تذکرے سے اللہ نے اہل ایمان کو یہ تنبیہ فرمادی ہے کہ وہ ہر مرحلے میں چوکنا رہیں، اور ان دشمنوں پر نگاہ رکھیں، اور پوری حساسیت کے ساتھ ان دشمنوں کی سازشوں اور اقدامات سے اپنے کو بچانے کی فکر رکھیں، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ نے کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت کو اور کہیں براہ راست امت کو مخالفین کے ان عزائم سے آگاہ بھی کیا ہے۔ اور مخالفین کے جھانسے میں آنے والے مسلمانوں کو خطرات اور انجام بد سے خبردار بھی کیا ہے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا ہے:

اور یہود ونصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے، جب تک تم ان کے مذہب کی پیروی نہیں کرو گے، کہہ دو کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی کی ہدایت ہے، اور تمہارے پاس جو علم آ گیا ہے، اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرلی تو تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ مددگار۔(البقرة: ۱۲۰)

غور کیا جائے کہ اس آیت میں اصل خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، مگر مقصود پوری امت کو سنانا ہے، اس میں تین باتیں بیان کردی گئی ہیں:

(۱) یہود ونصاریٰ ہر صاحب ایمان کو اپنے مذہب وتمدن اور اپنے طریق ونظام کا پابند کرنا چاہتے ہیں، وہ کسی صاحب ایمان سے اس وقت تک راضی نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنے مذہب ونظام کو چھوڑ کر ان کے مذہب ونظام کا تابع دار نہ ہوجائے، اور اس کے لئے وہ ہر طرح کی کوشش وسازش کرتے ہیں۔

(۲) اصل ہدایت اللہ کا دین برحق ہے، جسے ''الاسلام'' کہا جاتا ہے، انسان کی ذمہ داری ہے کہ بہرصورت اسی دین کا تابعدار رہے۔

(۳) ہدایت مل جانے کے بعد یہود ونصاریٰ کے کہنے میں آجانا اور ان کے مذہب، تہذیب یا نظام کے کسی بھی حصے کو قبول کرلینا یا اپنالینا اپنے آپ کو گمراہ کرلینا ہے جس کی سزا مل کر رہے گی، اور کوئی طاقت اس سزا سے بچا نہ سکے گی۔

دوسرے مقام پر دشمنوں کے عزائم سے اس طرح آگاہ کیا گیا ہے:

مسلمانو! بہت سے اہل کتاب اپنے دلوں کے حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنادیں۔(البقرة:۱۰۹)

اس آیت میں واضح کردیا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کا اصل مقصد اہل ایمان کو کسی بھی طرح دولت ایمان سے محروم کردینا اور کفر کی ظلمتوں میں پہونچا دینا ہوتا ہے۔

مزید فرمایا گیا:

جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا، کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح گمراہی مول لے رہے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ، اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور رکھوالا بننے کے لئے بھی اللہ کافی ہے اور مددگار بننے کے لئے بھی اللہ کافی ہے۔(النساء:۴۴-۴۵)

ان آیات میں بتایا جارہا ہے کہ اہل کتاب خود بھی گمراہ ہیں، اور انکی چاہت وکوشش یہ ہوتی ہے کہ اہل ایمان کو گمراہ کردیں، یہ اہل ایمان کے کھلے دشمن ہیں، اور اسی عداوت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کو محروم ایمان کرنا چاہتے ہیں، اب جو اہل ایمان ان کے جھانسے میں نہ آئیں اور اپنے ایمان پر مضبوطی

سے قائم رہیں، تو اللہ دشمنوں سے ان کی حفاظت بھی کرتا ہے اور ہر طرح کے حالات میں مدد بھی کرتا ہے، معلوم ہوا کہ استقامتِ ایمانی پر اللہ کی نصرت و تائید ملتی ہے۔

اہل ایمان کو قرآنی خطاب ہے:

اے اہل ایمان، اگر تم اہل کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لوگے تو یہ تمہیں ایمان سے پھر کفر کی طرف پھیر لے جائیں گے، تمہارے لئے کفر کی طرف جانے کا اب کیا موقع باقی ہے، جب کہ تم کو اللہ کی آیات سنائی جارہی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے، جو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھامے گا وہ ضرور راہ ہدایت پالے گا۔(آل عمران: ۱۰۰-۱۰۱)

ان آیات سے پہلے اہل کتاب کو خطاب کر کے دو باتیں کہی گئی ہیں:

(۱) تم حق کے واضح ہونے کے باوجود حق قبول نہیں کرتے اور کفر میں مبتلا ہو۔

(۲) تم اہل ایمان کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتے ہو، اور ان کو ایمان سے روکنا اور برگشتہ کرنا چاہتے ہو۔(آل عمران: ۹۸-۹۹)

اس کے بعد اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا جارہا ہے کہ یہ اہل کتاب تم کو ایمان سے نکال کر کفر میں پہونچانا چاہتے ہیں، اگر تم ان کے بہکاوے میں آگئے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ قرآن کی دولت ملنے کے بعد اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں رہبر کامل مل جانے کے بعد اب کفر کی راہ پر جانے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔

آگے چل کر یہ خطاب بھی ہوا ہے:

اے ایمان والو! جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے اگر تم ان کی بات مانو گے تو وہ تمہیں الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹا دیں گے، اور تم پلٹ کر سخت نقصان اٹھاؤ گے، یہ لوگ تمہارے خیرخواہ نہیں ہوسکتے، بلکہ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے اور وہ بہترین مددگار ہے۔(آل عمران: ۱۴۹-۱۵۰)

ان آیات میں کفار و مشرکین کا ذکر ہے، اور یہ بتایا جارہا ہے کہ وہ اہل ایمان کو مبتلائے کفر کرنے کے درپے رہتے ہیں، اہل ایمان کو ہمہ وقت ان سے چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

ان آیات میں مخالفین کے ارادوں اور کوششوں کا ذکر آیا ہے، جس کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ ان سب کا اصل ہدف اہل ایمان کو دولت ایمان سے محروم اور مبتلائے کفر کردینا ہے، ان کی ساری محنتیں اسی ہدف کے لئے ہورہی ہیں، اسی لئے اللہ نے اپنے صاحب ایمان بندوں کو یہ حکم دیا ہے:

اے ایمان والو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ ان کو محبت کے پیغام بھیجنے لگو اور ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالنے لگو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کرچکے ہیں۔(الممتحنہ: ۱)

اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار مت بناؤ، یہ خود ہی ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں، تم میں سے جو ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہیں میں سے ہوگا۔(المائدہ: ۵۱)

اے ایمان والو! اپنے سے باہر کے کسی بھی شخص کو رازدار نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، اور تمہاری خرابی کے کسی بھی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے، تمہیں جس چیز سے نقصان پہونچے وہی ان کو محبوب ہے، ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے، اور جو کچھ عداوت ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے، ہم نے پتے کی باتیں تمہیں کھول کھول کر بتا دیں ہیں، بشرطیکہ تم سمجھ سے کام لو۔(آل عمران: ۱۱۸)

مؤمن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا رفیق اور دوست ہرگز نہ بنائیں، جو ایسا کرے گا، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، الا یہ کہ تم ان کے ظلم اور شر سے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو، اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف ہی سب کو لوٹ کر جانا ہے۔(آل عمران: ۲۸)

ان تمام آیات میں صاف واضح کردیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے لئے کسی بھی حال میں غیر مسلموں سے قلبی تعلق اور دوستی کا ایسا رشتہ جائز نہیں ہے جوفکر وعمل پر اثر انداز ہونے لگے، البتہ جو غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی حالت میں نہ ہوں ان کے ساتھ حسن سلوک، رواداری اور خیر خواہی کا معاملہ جائز بلکہ مطلوب ہے، غیر مسلموں کے شر سے بچنے کے لئے بھی ظاہری طور سے تعلقات کی استواری کا مظاہرہ درست ہے۔

اللہ نے ایک طرف اہل ایمان کو غیر مسلموں سے قلبی تعلق سے منع کیا ہے، اور اس کا منشاء ان کے ایمان وعقیدے کا تحفظ ہے، اور ان کے فکر ونظر کی سمت درست رکھنی ہے۔

دوسری طرف صاف لفظوں میں یہ مطالبہ بھی فرمادیا گیا ہے:

اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ۔(البقرۃ:۲۰۸)

اور خبردار: تمہیں مسلمان ہونے کی حالت کے سوا کسی اور حالت میں موت نہ آئے۔(آل عمران:۱۰۲)

یعنی تم زندگی کے ہر مرحلے پر اور ہر شعبے میں اسلام کے نظام پر قائم رہو، اس کی برکت سے خاتمہ اسلام پر ہوگا، ان قرآنی مطالبات پر اگر دل کی سچائیوں سے غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صدفی صد مسلمانوں کو صدفی صد اسلام میں داخل ہونے کا پابند کیا جارہا ہے، اور یہ تنبیہ کی جارہی ہے کہ کسی استثناء اور تحفظ کے بغیر پوری زندگی اسلام کے ماتحت گزارنی ہوگی، کسی بھی شخص کے لئے، کسی بھی صورت حال میں اسلام اور شریعت اسلام کے کسی بھی حصہ بلکہ نقطے سے کوئی ریزرویشن اور استثناء نہیں مل سکتا، عقائد، عبادات، معاملات، معاشیات واقتصادیات، معاشرت واجتماعیات، اخلاقیات ومعادیات ہر شعبے میں ''اسلام'' نے مکمل ہدایات دے دی ہیں، کسی اور نظام وتہذیب کی پیوندکاری ''نظام اسلام'' کے ساتھ کبھی نبھ ہی نہیں سکتی، انسان پابند ہے کہ اپنے خیالات وافکار، نظریات وعلوم، گفتار وکردار، سیرت واطوار، معاملات وافعال، مسرت وغم، مقاصد وذرائع ہر چیز اسی نظامِ اسلام کے مکمل تابع رکھے، زندگی کی ایسی تقسیم کہ بعض حصوں میں نظام اسلام کی تابع داری ہو اور بعض حصوں میں دوسرے باطل نظاموں کی غلامی ہو، نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے، بلکہ تفریق فی الدین (دین کے حصے بخرے کردینے) کا وہ ناپاک عمل ہے کہ جس پر وعیدیں آئی ہیں۔

بتایا جارہا ہے کہ اسلام مکمل اور منظّم دستور حیات ہے، اور انسانی زندگی کے ہر گوشے کو اس کی تعلیمات حاوی ہیں، یہ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے، اور مفکر اسلام کی زبان میں:

''ہفت اقلیم کی سلطنت کلمۂ شہادت پر قربان کردینے کے قابل ہے، ایمان کی قیمت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا کی سلطنت ایک طرف رکھی جائے اور مسلمان سے کہا جائے کہ یہ سلطنت تم کو مل سکتی ہے، لیکن ایمان سے محروم ہونا پڑے گا تو اس کی چیخ نکل جائے، وہ یک لخت بے ہوش جائے کہ مجھ سے کیا گناہ ہوا تھا کہ یہ کہا جارہا ہے کہ تم کو سلطنت دی جائے گی، ایمان لیا جائے گا۔'' (قرآنی افادات: ۳۲۸)

اس لئے ہوش سنبھالنے کے بعد سے زندگی کی آخری سانس تک اسی اسلام وایمان پر قائم رہنا ہے، قرآن کا اسلوب اور تاریخ کا تسلسل دونوں بتاتے ہیں کہ یہ راہ بہت ہموار نہیں ہے، اس میں بہت سے نشیب وفراز آتے ہیں، آزمائشیں بھی ہوتی ہیں، فتنے بھی آتے ہیں، دامِ تحریص بھی آتا ہے اور تخویف اور ترہیب کے حربے بھی، مگر مسلمانوں کے لئے:

''ہر طرف ناکہ بندی ہے، ساری راہیں مسدود ہیں، سارے دریچے بند ہیں، صرف اسلام کا راستہ ہے، اور صرف ایک دریچہ ہے جسے اللہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کھول رکھا ہے، ارشاد ہے: **ان الدین عند اللہ الاسلام**۔'' (قرآنی افادات: ۳۲۸)

حقیقت یہی ہے کہ۔

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھتا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اہل عزیمت کی تاریخ رہی ہے کہ انہوں نے ہر دور میں اپنے ایمان کے تحفظ کے ساتھ ہی دشمنوں کی سازشوں کا توانائی سے مقابلہ بھی کیا اور شریعت کو تحریف، مداخلت، اور ترمیم کی نحوستوں سے محفوظ رکھنے اور تر وتازہ رکھنے میں اپنا کردار عزیمت ادا کیا، ایسے سیکڑوں نمونے تاریخ میں موجود ہیں، یہاں بطور مثال تین نمونے ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) اعدائے اسلام کی طرف سے ایک بے انتہا خطرناک کوشش جھوٹے مدعیان نبوت کی تھی، دور نبوت کے آخر سے یہ فتنہ اٹھ کھڑا ہوا تھا، وصال نبوی کے بعد اس فتنے نے مزید سر اٹھایا، اس کے ساتھ مرتدین کا فتنہ، روم وفارس کی دشمن طاقتوں کا فتنہ، مارِ آستین منافقوں کا فتنہ، سب ایک ساتھ عہد صدیقی کے آغاز میں سر اٹھائے ہوئے تھے۔

امت کے سامنے انتہائی خطرناک موڑ تھا، یہ اہل حق کی استقامت کا امتحان تھا، اس موقع پر اللہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو عجب ثبات واستقامت عطا فرمادی، اور انہیں کی ثابت قدمی کی برکت سے مختصر سی مدت میں تمام فتنے ختم کردیئے گئے، کچھ مشورہ دینے والوں نے انہیں مصالح کی رعایت اور موقف میں تھوڑی لچک رکھنے کی رائے بھی دی تھی، مگر اس کے جواب میں جو قولِ حق انہوں نے ارشاد فرمایا تھا، وہ تاریخ میں ریکارڈ ہے، لوح قلب پر نقش کرنے اور آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ ہر دور میں ایمان کا حلیہ بگاڑنے اور شریعت میں مداخلت کی بات کرنے والوں کے جواب میں اہل ایمان کی کوششوں کا ٹائٹل اور عنوان بننے کے لائق ہے، انہوں نے فرمایا تھا:

إنه قد انقطع الوحی، و تم الدین، أينقص الدين و أناحی.

وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، اور دین کامل ہو چکا ہے، کیا میرے جیتے جی دین میں کتر بیونت ہو سکتی ہے؟ میں اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں کرسکتا کہ دین میں تبدیلی کی جائے۔

حضرت عمرؓ تمنا کرتے تھے:

وددت أن عملی کله مثل عمله یوما و احد من ایامه و لیلة واحدة من لیاله.

کاش میری زندگی بھر کے اعمال حضرت صدیق اکبرؓ کے ایک دن (جس میں انہوں نے چوطرفہ فتنوں کے خلاف عزیمت کا مظاہرہ کیا تھا) اور ایک رات (غار ثور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گذری ہوئی) کے عمل کو پہونچ سکے۔

(مشکوۃ المصابیح: المناقب: مناقب أبی بکرؓ: ۶۰۳۴)

(۲) امت کی تاریخ میں ایمان وعقیدے کے لئے خلق قرآن کا فتنہ انتہائی سنگین فتنہ تھا، حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اس فتنے کے خلاف عزیمت و ثبات کی جو داستان چھوڑی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، وقت کی صاحب اقتدار قوتوں نے نشۂ اقتدار میں امام احمد کو موقف حق سے ہٹانا چاہا، یہ دین میں مداخلت بلکہ تحریف کی ناپاک کوشش تھی، امام کو گرفتار کیا گیا، کوڑوں سے تواضع کی گئی، پیروں میں بیڑیاں ہیں، کوڑے لگ رہے ہیں، ہر دو کوڑوں پر تازہ جلاد آتا ہے، پوری قوت سے مارتا ہے، رمضان کا آخری عشرہ ہے، امام روزے سے ہیں، پورا بدن خون آلودہ ہے، ۲۸/ ماہ تک قید و بند کی صعوبت اٹھاتے رہے مگر کسی بھی صورت موقف حق سے انحراف پر راضی نہیں ہوئے، پھر یہ انہیں کی استقامت کا فیض تھا کہ یہ فتنہ ختم ہوا، امت بہت بڑے خطرے سے محفوظ ہوئی۔

امام علی بن مدینی (جو امام بخاری کے استاذ اور امام احمد کے ہم عصر ہیں) فرماتے ہیں:

إن الله اعز هذا الدين برجلين ليس لهما ثالث ابو بكر الصديق يوم الردة و احمد بن حنبل يوم المحنة. (تاريخ بغداد للخطيب: ٤١٨/٤)

اللہ نے اس دین کے غلبہ وحفاظت کا کام دو شخصوں سے لیا ہے جن کا کوئی تیسرا ہمسر نظر نہیں آتا، ارتداد کے موقع پر حضرت ابوبکرؓ اور فتنہ خلق قرآن کے سلسلہ میں امام احمدؒ۔

(۳) ہندوستان میں مغل عہد حکومت میں شہنشاہ اکبر نے ''دین اکبری'' کے نام سے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی، اور اسے اسلام کا نیا ایڈیشن بنا کر پیش کیا، یہ نیا دین شرک اور بے راہ روی کی گندگیوں کا مجموعہ تھا، یہ امت کے ایمان وعقیدے کے لئے انتہائی خطرناک مرحلہ تھا، اس موقع پر امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ میدان میں آئے اور اکبر کے الحادی فتنے کی جڑیں کھودنے میں اپنے کو کھپا دیا۔ آپ نے تنہا مطلق العنان شاہی حکومت کے خلاف مہم چھیڑ دی اور امت کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کے لئے قید و بند سمیت تمام صعوبتیں گوارا کرلیں، بالآخر حق کا کلمہ غالب رہا، بقول شاعر ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہ باں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آج پوری دنیا میں امت مسلمہ کے سامنے عجب حالات ہیں، اسلام کا نیا ایڈیشن لاکر اصل اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی تمام کوششیں جاری ہیں، میڈیا اور ابلاغ کے تمام ذرائع اسی پروپیگنڈہ میں استعمال ہورہے ہیں، قانونِ شریعت میں مداخلت اور ترمیم کی کوشش چل رہی ہے، شریعت عدل کو ظلم وناانصافی قرار دے کر الفاظ، اصطلاحات اور تعبیرات کا بالکل غلط استعمال ہورہا ہے، یہ حالات ہمارے ایمان، ہماری غیرت اور ہماری حکمت کا امتحان ہیں۔

ان حالات میں:

(۱) ہمارے سامنے قرآن کی واضح تعلیمات، سنت کی صریح ہدایات، سیرت نبوی کے پیغامات اور اپنے اہل عزیمت سلف کا کردار عزیمت ہمہ وقت تازہ اور موجود رہنا چاہئے۔

(۲) ہمیں اپنے اللہ کو گواہ بنا کر بلکہ قسم کھا کر یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہمارا جینا بھی ''اسلام'' پر ہوگا اور مرنا بھی اسی پر ہوگا، ہمیں حضرت انس بن النضر کا وہ جملہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب غزوۂ احد میں دشمنوں کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلادی گئی تھی تو مسلمانوں پر سکتہ سا طاری ہوگیا تھا، اس موقع پر حضرت انسؓ نے فرمایا تھا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید کردیئے گئے تو کیا ہوا، محمد کا رب تو شہید نہیں ہوا۔

موتوا علی ماامات علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم.

تم بیٹھے کیا ہو؟ جس چیز پر آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے جان دی تم بھی دے دو۔

(۳) ہمیں کسی بھی قیمت پر اس آیت کا مصداق نہیں بننا ہے، جس میں فرمایا گیا ہے:

اب کیا یہ لوگ اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار ونا چار اللہ ہی کے تابع فرمان ہیں، اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

(آل عمران:۸۳)

(۴) ہمیں پوری قوت سے یہ اعلان واظہار کرنا ہے کہ ہم اپنے دین کے کسی بھی نقطے سے منحرف نہیں ہوسکتے، ہم جب تک زندہ رہیں گے اپنے پورے عقائد، دینی شعائر، قانونِ شریعت اور مکمل مذہبی وتہذیبی امتیازات کے ساتھ رہیں گے، ہم قانون شریعت کے کسی ایک جزء سے بھی کسی بھی طور دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہوں گے اور دین وشریعت میں کسی بھی ترمیم اور مداخلت کو ہم ''ارتداد کی دعوت'' سمجھ کر اس کا پوری طاقت سے مقابلہ کریں گے، اسلئے کہ ؎

ابی الاسلام لا أب لی سواه
اذا افتخروا بقیس أو تمیم

جب لوگ قبیلوں پر فخر کرتے ہیں، تو ہم اسلام پر فخر کرتے ہیں، کہ ہمارا سب کچھ اسلام ہے، وہی ہمارا نسب بھی ہے اور عزت بھی، ہماری عظمت اور آبرو، ہمارے سروں کا تاج اور کلاہ بلکہ ہمارے لئے سب کچھ ہمارا اسلام ہے۔

ماہرالقادری مرحوم نے درست لکھا ہے:

''دنیا اگر فوز وفلاح اور سکون واطمینان چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیمات کے مطابق اپنے کو بدلے، چاہے اس تبدیلی میں معاشرے کی ایک ایک اینٹ کو کیوں نہ اکھیڑنا پڑے، مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ تمدن وتہذیب اور معاشرے کی غلط کاریوں سے نباہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں ایک شوشہ کی بھی تبدیلی گوارا کرلی جائے، زندگی اور ترقی نام ہی اسوۂ حسنہ کے اتباع کا ہے، جہاں اتباع نہیں ہے، وہاں رجعت ہے، زوال ہے اور موت ہے۔'' (سیرت رسول کے چند مناظر: مرتبہ ڈاکٹر سکندر علی اصلاحی:۴۹)

دین مربوط بھی ہے، مسلسل بھی ہے، دین کامل بھی ہے اور مکمل بھی ہے
حرفِ آخر بھی ہے، قولِ فیصل بھی ہے، دین سے حقائق ہوئے ہیں عیاں

(ذکر جمیل:۸۷)

اور ؎

دین کامل ہے زمانے کی ضرورت کے لئے
اب کوئی اور نہ آئے گا ہدایت کے لئے

(ایضاً:۸۰)

❁❁❁

تعاون باہمی کی اہمیت

محمد اعظم ندوی (استاذ المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد)

باہمی تعاون کا مفہوم

تعاون عربی کے لفظ ''عون'' سے بنا ہے، جس کے معنی مددگار کے ہیں، اس سے اعانت مدد کرنے کے معنی میں ہے، اور اسی سے تعاون ہے جس کے معنی ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے، شریعت میں بھی تعاون کے معنی یہی ہیں؛ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تعاون حق کے معاملہ میں ہو اور اللہ کی رضا کے لئے ہو، باطل کے معاملہ میں تعاون ظلم ہے، اس طرح اسلام میں تعاون کی اصطلاحی تعریف یہ ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کا کارِ خیر، اللہ کی اطاعت اور گناہوں سے اجتناب میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔

باہمی تعاون کے فوائد:

۱۔ بڑے سے بڑے کام باہمی تعاون سے انجام پاتے ہیں۔

۲۔ باہمی تعاون سے فرد کو قوت کا احساس ہوتا ہے اور وہ کسی کام کو مشکل نہیں سمجھتا۔

۳۔ باہمی تعاون دوسروں سے محبت کی دلیل ہے۔

۴۔ باہمی تعاون کے ذریعہ ہر قسم کے خطرات سے مقابلہ آسان ہوتا ہے۔

۵۔ باہمی تعاون ہر انسان کی ضرورت اور ایمان کی علامت ہے۔

۶۔ باہمی تعاون اسلامی اور انسانی اخوت کا تقاضہ ہے۔

تعاون ایک معاشرتی ضرورت

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں: انسانی معاشرہ انسان کے جینے کے لئے ضروری ہے، حکماء اسی بات کو اس طرح کہتے ہیں کہ انسان فطری طور پر تمدن پسند ہے، یعنی اس کے لئے معاشرہ کا وجود ناگزیر ہے، اس کی وضاحت اس طرح ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور اس کا ڈھانچہ کچھ اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی اور اس کی بقاء غذا پر موقوف ہے اور فطری طور پر غذا کو حاصل کرنے کی صلاحیت بھی اس میں ودیعت فرمادی ہے؛ لیکن صرف ایک شخص اپنی ضرورت کی غذا خود سے حاصل نہیں کرسکتا؛ بلکہ اس کو اپنے جیسے انسانوں کی ضرورت ہوتی ہے، یہی حال زندگی کی دوسری ضرورتوں کا ہے۔

باہمی تعاون کا بنیادی اصول اور اس کی وسعت

اسلام نے مختلف بنیادوں پر باہمی تعاون کی ترغیب دی ہے اور اس سلسلہ میں ایک اصول متعین کردیا ہے، قرآن مجید کی آیت ہے:

(جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو)۔[المائدۃ:2]

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ باہمی تعاون اللہ کا حکم ہے اور اس کی دو بنیادیں ہیں، ایک ''برّ'' اور دوسری ''تقویٰ''، برّ کے معنی نیکی، بھلائی اور ہر ایسا کام جس سے اللہ کے بندوں کو فائدہ پہنچتا ہو، ایک حدیث میں ہے:

''برّ خوش خلقی کا نام ہے''(مسلم : باب تفسیر البر والإثم ، حدیث نمبر:2553)

اور تقویٰ کے معنی ہیں ایسا کام جس سے اللہ کی خوشنودی اور رضا حاصل ہوتی ہو، اگر چہ راست طور پر اس کا تعلق حقوق العباد سے نہ ہو، اس حکم سے یہ بات خود بخود سمجھ میں آرہی تھی کہ ایسے کاموں میں تعاون اسلام کے منشأ کے خلاف ہے، جن سے اللہ کے بندوں کو نقصان پہنچتا ہو اور وہ اللہ کو ناپسند ہو؛ لیکن تاکید اور مزید وضاحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمادیا کہ گناہ اور ظلم کے معاملہ میں کسی کا تعاون کرنا درست نہیں، گناہ کے لئے ''الإثم'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کی تعریف حدیث میں یہ کی گئی ہے کہ

''گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم یہ ناپسند کرو کہ لوگ تمہارے اس کام سے واقف ہوں''(مسلم، حدیث نمبر:2553)

اور ''عُدوَان'' کے معنی دوسروں کی حق تلفی اور ظلم کے ہیں، جس طرح پہلے دونوں کاموں کا کرنا قابل تعریف ہے، ان میں دوسروں کا تعاون بھی شریعت کا حکم ہے، اس کے برخلاف دوسرے دونوں کا کرنا بھی ممنوع ہے، اور ان میں دوسروں کا تعاون بھی ناپسندیدہ اور قابل گرفت ہے، پہلی وحی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کو تسلی دی تھی اور یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا اور اس کے بعد اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ کے چند اوصاف ذکر کئے تھے، تو ان میں ایک وصف یہ بھی ذکر کیا تھا کہ آپ ﷺ حق کے معاملہ میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں (بخاری: باب أول ما بدئ به رسول الله ﷺ، حدیث نمبر:6982) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعاون کی اصل بنیاد نیکی، بھلائی اور حق وصداقت ہے۔

اس آیت نے باہمی تعاون کا ایک وسیع تصور پیش کیا ہے، اگر خیر کا کوئی کام ہو تو خواہ وہ کام سماجی ہو یا معاشی، مذہبی ہو یا سیاسی، مسلمانوں کے تعاون کا مستحق ہے، تعاون کی ضرورت مسلمانوں کو ہو یا عام انسانوں کو، اپنوں کو ہو یا بیگانوں کو، تعاون کی ضرورت کسی انفرادی کام میں ہو یا اجتماعی کام میں۔

تعاون کے سلسلے میں یہ اصول بھی ذہن نشیں رہنا چاہئے کہ شریعت میں جو حکم اصل کام کا ہے وہی اس میں تعاون کا ہے، اگر وہ کام واجب ہے تو اس میں تعاون بھی واجب ہوگا اور اگر وہ کام مستحب ہے تو تعاون بھی مستحب ہوگا، حضور ﷺ نے فرمایا:

> ''خیر کی رہنمائی کرنے والا اس کارِ خیر کو انجام دینے والے کی طرح ہے'' (ابو داؤد: باب في الدال على الخير، حدیث نمبر:5129)

اگر اس کام میں تعاون کرنے کی صلاحیت کئی لوگوں میں ہو تو ان سب پر مشترک طور پر تعاون واجب یا مستحب ہوگا اور اگر اس کام میں تعاون کرنے کی صلاحیت صرف ایک ہی شخص میں ہو تو صرف اسی پر تعاون واجب یا مستحب ہوگا، مثلاً کوئی شخص ڈوب رہا ہو اور پیراکی کا فن وہاں کوئی ایک شخص ہی جاننے والا ہو تو اس ڈوبنے والے کی جان بچانا متعینہ طور پر اسی پر واجب ہے، ایک دوسری ضروری بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر دو لوگ بیک وقت آپ کے یکساں تعاون کے محتاج ہوں تو جس کا آپ پر زیادہ حق ہے، وہ آپ کے تعاون کا زیادہ مستحق ہے، مثلاً آپ کے والد بھی بیمار ہوں اور پڑوسی بھی اور آپ کے اندر کسی ایک ہی کے تعاون کی صلاحیت ہے تو ظاہر ہے کہ آپ پر اپنے والد کا تعاون پہلے ضروری ہے۔

ایمانی بنیاد پر تعاون

قرآن کریم میں ایمان والوں کو بھائی بھائی قرار دیا گیا ہے [الحجرات :10] اور حضور ﷺ نے ایمان والوں کے اتحاد وتعاون کی مثال ایک جسم سے دی ہے کہ اگر اس کے کسی عضو میں بھی کوئی درد ہو تو پورا جسم بے خوابی اور بخار سے تڑپ اٹھے (بخاري: باب رحمة الناس والبهائم، حدیث نمبر:6011) ایک اور حدیث میں آپ نے یہاں تک فرمایا:

> ''مومن مومن کے لئے ایک عمارت کی طرح ہے، اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہے'' (بخاری: باب تشبيك الأصابع في المسجد وغيره، حدیث نمبر:481)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، اس پر ظلم نہ کرے اور اس کو بے سہارا نہ چھوڑے، جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری فرمائے گا، جو کوئی کسی کی مصیبت کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور فرمادے گا، اور جو کسی مسلمان کے عیب پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ستر پوشی فرمائیں گے'' (بخاري: باب لا يظلم المسلم المسلم، حدیث نمبر:2442)

ان احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں سے تعاون کا حکم دیا گیا ہے، یہ تو انفرادی تعاون ہے، مسلمانوں کے درمیان باہمی تعاون کی بہت سی اجتماعی شکلیں بھی ہیں، جیسے مسجد اور دینی اداروں کی تعمیر میں تعاون، جہاد کے لئے کسی مجاہد کا مالی تعاون، زکوۃ کے ذریعہ مخصوص مسلمانوں کا تعاون وغیرہ۔

امام بخاریؒ نے تعمیر مسجد کی فضیلت کے لئے جو احادیث ذکر کی ہیں، ان پر یہ عنوان قائم کیا ہے ''باب التعاون في بناء المسجد'' (بخاری، باب نمبر:۶۳) مسجد نبوی کی تعمیر میں حضور اکرم ﷺ نے بہ نفس نفیس صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ حصہ لیا، اس سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدد کی۔

غزوہ خندق میں حضور ﷺ اور صحابہ ؓ نے خندق کی کھودائی میں باہمی تعاون کا بے نظیر نمونہ پیش کیا یہاں تک کہ ان کو اپنے پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے، اسلامی بنیاد پر ایک مسلمان کا سب سے بڑا تعاون تو یہ ہے کہ وہ دعوت دین کے کام میں حصہ لے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو جس طرح عیسی مریم نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: ہم ہیں اللہ کے مددگار، اس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا، پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے)۔[الصّف:14]

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا دیجئے، اور ان کے ذریعہ میرے ہاتھوں کو مضبوط کر دیجئے اور ان کو میرے کاموں کا شریک کر دیجئے۔[طٰہٰ:29-32]

صحابہ ؓ حصول علم میں بھی ایک دوسرے کا تعاون کیا کرتے تھے، حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے اپنے ایک انصاری پڑوسی سے یہ طئے کر لیا تھا کہ ہم دونوں باری باری مجلس رسول میں حاضر ہوا کریں گے، چنانچہ ایک دن وہ جاتا، ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو آ کر اس دن کی باتیں اس کو بتاتا، اور جب وہ جاتا تو وہ مجھے اس دن کی باتوں سے آگاہ کرتا'' (بخاری: باب التناوب في العلم ، حدیث نمبر:87) حضور ﷺ نے افضل ترین کاموں کا ذکر فرمایا تو اس میں ایک کام یہ بھی ذکر فرمایا کہ ''تم کسی ہنر مند کی مدد کر دو، یا بے ہنر کا کام کر دو'' (مسلم : باب بیان کون للإيمان ، حدیث نمبر:84)

وقف اور زکوٰۃ کا اجتماعی نظام مسلمانوں کے باہمی تعاون کی ہی علامت ہے، مسلمانوں کے باہمی اجتماعی تعاون کا ایک نمونہ اسلام کا شورائی نظام بھی ہے۔

خانگی بنیاد پر تعاون

اسلام نے عام انسانوں اور عام مسلمانوں کے مقابلہ میں رشتہ داروں اور بالخصوص اپنے اہل خانہ کو خصوصی حقوق دینے کی تاکید کی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو تعاون میں بھی مقدم رکھا جائے ، یہ تعاون جسمانی بھی ہو سکتا ہے اور مالی بھی، حضور ﷺ نے اشعری لوگوں کی تعریف فرمائی کہ

''جب کسی غزوہ میں ان کا زاد سفر ختم ہو جاتا ہے، یا مدینہ میں ان کا کھانا کم پڑ جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے، اس کو ایک کپڑے میں جمع کرتے ہیں اور ایک برتن سے برابر سرابر اسے آپس میں تقسیم کرتے ہیں''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مجھ سے ہیں میں ان سے ہوں'' (بخاری: باب الشركة في الطعام ، حدیث نمبر:2486)

قرآن مجید میں جگہ جگہ والدین اور رشتہ داروں کے خصوصی حقوق بیان کئے گئے ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ رشتہ داروں کو تعاون میں فوقیت دینا چاہئے، حضور ﷺ اپنے گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتے تھے، غلام بھی گھر میں رہتے ہیں، حضور ﷺ نے ان کے بارے میں بھی ہدایت فرمائی کہ:

''ان کو زیادہ کام نہ دیا جائے ، اور اگر تم ان کو زیادہ کاموں کا مکلّف بناؤ تو ان کا تعاون کرو'' (مسلم: باب إطعام المملوك مما يأكل)

اسلام میں نفقہ اور وراثت وغیرہ نظام کا بھی اسی خانگی تعاون کا حصہ ہے۔

انسانی بنیاد پر تعاون

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، فرمایا ہے:

(ہم نے یقیناً بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی)۔[بنی اسرائیل:70]

اس لئے تعاون کی سب سے بڑی بنیاد انسانیت ہے، ظلم کسی پر بھی ہو وہ ہمارے تعاون کا مستحق ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بھائی کی مدد کرو وہ ظالم ہو یا مظلوم'' صحابہ ؓ نے عرض کیا: اگر مظلوم ہو تو اس کی مدد کریں گے، ظالم کی مدد کیسے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ظلم سے اس کا ہاتھ روک دو، یہی اس کی مدد ہے'' (بخاري : باب أعن أخاك ظالمًا أو مظلوما ، حدیث نمبر:2443)

نبوت سے پہلے حجاز کے علاقہ میں کوئی باضابطہ حکومت نہ تھی ؛ البتہ مختلف قبیلوں کے مخصوص طریقوں اور متعینہ دستور کے مطابق تحفظ ہوا کرتا تھا اور

لوگوں کے باہمی تعلقات قائم رہتے تھے، اسی زمانہ میں مکہ میں ایک واقعہ پیش آیا کہ مکہ کے ایک شخص نے ایک بیرونی شخص کا حق ادا کرنے سے انکار کردیا، چونکہ اس کا تعلق مکہ سے نہیں تھا اور مکہ میں اس کے قبیلہ کے افراد بھی نہ تھے؛ اس لئے ممکن نہ تھا کہ وہ طاقت کے زور پر اپنا حق حاصل کرسکے، اس اجنبی شخص نے صحن کعبہ میں مکہ کے لوگوں کے سامنے اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا ذکر کیا اور ان کے ضمیر سے انصاف مانگا، اس موقع سے کچھ لوگ اس کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے، اور عبداللہ بن جدعان کے مکان پر اس کی نشست ہوئی، اس میں آپ ﷺ نے بھی شرکت کی اور اس طرح ''حلف الفضول'' نامی ایک معاہدہ ہوا جس کا مقصد انصاف کو قائم کرنا، ظلم کو روکنا اور ظالم کے خلاف مزاحمت کرنا تھا، یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا تھا؛ لیکن رسول اللہ ﷺ کو یہ کام اس قدر پسند آیا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر مجھے آج بھی اس کی طرف بلایا گیا تو میں اس پر لبیک کہوں گا'' (البداية والنهاية: ۲/۲۹۱) یہ واقعہ مظلوم کی مدد کے لئے بھی دلیل فراہم کرتا ہے اور حضور ﷺ نے خواہش کی کہ اگر اب بھی مجھے کسی ایسے معاہدہ کے لئے بلایا جائے تو میں اسے قبول کروں گا، اس بات کی دلیل ہے کہ انصاف پسند حکمرانوں کے ساتھ سیاسی تعاون بھی درست ہے، اگرچہ وہ مسلمان نہ ہوں، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ''منکر'' کو روکنے کا حکم دیا گیا، منکر میں تمام برائیاں شامل ہیں، اور یقیناً ظلم بھی اس میں داخل ہے اور ظلم کسی پر بھی ہو اسے روکنا اسلام کا حکم ہے، یہاں تک کہ انسانوں کے علاوہ اللہ کی دوسری مخلوقات پر بھی ظلم ہو تو وہ ممنوع ہے، اس کا روکنا اور روکنے میں تعاون کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح انسانی بنیاد پر معاشی اور مالی تعاون بھی درست ہے، نبوت کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور جبیر بن مطعم کے ساتھ مضاربت کی ہے، مکہ میں شدید قحط پڑا، لوگ مردار وغیرہ کھانے پر مجبور ہوگئے، یہ زمانہ مسلمانوں اور مشرکین مکہ کے درمیان شدید اختلاف کا تھا، اس کے باوجود آپ ﷺ نے مکہ میں قحط زدہ مشرکین کے لئے پانچ سو دینار بھیجے، اور یہ رقم آپ نے سرداران قریش ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو بھیجی جو مسلمانوں کی مخالفت میں پیش پیش تھے اور مشرکین کی قیادت کررہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا ہے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ معلوم کی تو اس نے کہا کہ وہ جزیہ ادا کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ مقرر فرمایا اور کہا کہ ہم نے تمہاری جوانی کو کھایا اور اب پھر ہم تم سے جزیہ وصول کریں، یہ انصاف کی بات نہیں۔

ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار درہم تقسیم فرمائے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں بکری ذبح ہوئی، انہوں نے پڑوسیوں کو بھیجنے کی ہدایت فرمائی، واپسی پر دریافت فرمایا کہ کیا یہودی پڑوسی کو بھی اس میں سے بھیجا گیا ہے، جب جواب: نہیں، ملا تو خاص طور پر ان کو بکرے کا گوشت بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مشرک بھائی کو تحفہ بھیجا۔

چنانچہ فقہاء کا اس پر بھی قریب قریب اتفاق ہے کہ نفلی صدقات غیر مسلموں کو دیا جاسکتا ہے، احناف کے نزدیک راجح یہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ دوسرے واجب صدقات بھی غیر مسلموں کو دیئے جاسکتے ہیں۔

باہمی تعاون میں تعاون حاصل کرنا بھی شامل ہے، علم جیسی مقدس شے میں اسلام نے کسی تعصب سے کام نہیں لیا اور علم وحکمت کو مومن کی متاع گمشدہ قرار دیا (ترمذی: باب ما جاء في فضل النفقة على العبادة، حدیث نمبر: ۲۶۸۷) چنانچہ جنگ بدر کے قیدیوں میں جو پڑھنے لکھنے سے واقف تھے، آپ ﷺ نے ان کا فدیہ یہی مقرر کیا تھا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، حضور ﷺ نے ہجرت کے سفر میں ایک مشرک عبداللہ بن اریقط کو اپنا رہبر بنایا اور اس سے تعاون حاصل کیا، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حق وانصاف کے کاموں میں انسانیت کی بنیاد پر تعاون حاصل کرنا درست ہے، حضور ﷺ نے عام حکم فرمایا:

> ''جس کے پاس زائد سواری ہو تو وہ اس کو دیدے جس کے پاس کوئی سواری نہ ہو اور جس کے پاس زائد توشہ سفر ہو وہ اس کو دیدے جس کے پاس توشہ نہ ہو'' (ابو داؤد، باب في حقوق المال، حدیث نمبر: 1663)

یہ حکم بھی عام ہے، اسی طرح والدین، قرابت داروں، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں اور ضرورت مندوں وغیرہ کی مدد کا حکم عام ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، ضرورت ہے کہ اسلام کی ان تعلیمات کو عملی طور پر عام کیا جائے۔

❁❁❁

ہندوتوا کا ایجنڈا اور مسلم پرسنل لا

مولانا سید احمد ومیض ندوی (استاذ حدیث دار العلوم حیدر آباد)

مسلم پرسنل لا دراصل خدائی قانون کا نام ہے، جسے شریعتِ اسلامی کہا جاتا ہے، شریعتِ اسلامی میں بنیادی حیثیت عقیدۂ توحید کو حاصل ہے، عقیدۂ توحید کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے، اور خدا تعالیٰ ہی خالق ہے، بقیہ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے، شمس وقمر، بحر وبر اور ارض وسماء جیسی بڑی بڑی مخلوقات بھی عبادت کے لائق نہیں ہوسکتیں، یہ سب اللہ کے بنانے سے وجود میں آئیں، اور اپنی تاثیر دکھانے میں بھی اللہ کی محتاج ہیں، ان ساری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کے لیے پیدا فرمایا ہے، ارشادِ ربانی ہے: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً. (البقرۃ:۲۹) وہی خدا ہے جس نے تمھارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں، نیز یہ سب حضرت انسان کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہیں، ارشاد ہے: وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعاً (الجاثیہ:۱۳) اور اس نے تمھارے لیے زمین وآسمان کی ساری چیزوں کو مسخر کر دیا ہے۔

جب یہ ساری مخلوقات انسان کی خدمت کے لیے پیدا کی گئی ہیں تو پھر وہ کیوں کر انسان کی معبود بن سکتی ہیں، توحید کا یہ عقیدہ ایک مسلمان کو ہر قسم کی شرکیات سے محفوظ رکھتا ہے، ایک مسلمان کے لیے عقیدۂ توحید جان ودل سے زیادہ عزیز ہے، مسلمان سب کچھ برداشت کرسکتا ہے؛ لیکن عقیدۂ توحید پر حرف آئے ہرگز برداشت نہیں کرسکتا، مسلم پرسنل لا کی پوری عمارت اسی عقیدۂ توحید پر کھڑی ہے، جس میں شرک اور شرکیات کی دور دور تک کوئی گنجائش نہیں ہے، ہندوستان ایک سیکولر ملک ہے، یہاں کے دستور میں سارے مذاہب کے پیروکاروں کو اپنی مذہبی تعلیمات پر عمل کی کھلی چھوٹ حاصل ہے، دستور کی رو سے یہاں کی جمہوری حکومت ملک کے کسی باشندے سے اپنے مذہبی عقائد اور شریعت سے دست برداری کا مطالبہ نہیں کرسکتی، اور نہ ہی کوئی ایسا قدم اٹھا سکتی ہے جس سے کسی کی مذہبی آزادی متاثر ہوتی ہو؛ لیکن ہندوستان کی یہ بدقسمتی ہے کہ یہاں آزادی کے زمانہ سے ایک ایسا طبقہ سر اٹھاتا رہا ہے جس نے ہمیشہ ملک کے سیکولر امیج کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے، اور بالخصوص یہاں کی سب سے بڑی اقلیت مسلمانوں کو ان کے مذہبی تشخص سے محروم کرنے کا حامی رہا ہے، یہ ہندوتوا نظریات رکھنے والا وہ ٹولہ ہے جو مسلمانوں سے نفرت ہی کو ملک کی سب سے بڑی خدمت سمجھتا ہے، ہندوتوا طاقتوں کا روز اول سے یہ ایجنڈہ رہا ہے کہ یہاں کی مسلم اقلیت کو مذہبی اعتبار سے ہندو اکثریت میں ضم کر دیا جائے، اور مسلمانوں کی مذہبی شناخت اور ان کے اسلامی عقائد وتشخص کا یکسر خاتمہ کر دیا جائے، عقیدۂ توحید کو جو دین اسلام میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے مسلمانوں کے دل ودماغ سے محو کر کے انھیں شرکیات اور مشرکانہ طور وطریقوں کا دلدادہ بنا دیا جائے، ہندوتوا طاقتوں کی سرخیل فرقہ پرست تنظیم آر ایس ایس ہے، بی جے پی دراصل اسی آر ایس ایس کا سیاسی ونگ ہے، اِدھر جب سے ملک میں بی جے پی کو اقتدار ملا ہے ہندوتوا طاقتیں اپنے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے میں کچھ زیادہ ہی سرگرم عمل ہوچکی ہیں، اس وقت بی جے پی حکومت اور اس کے مختلف قائدین کی جانب سے جن موضوعات کو بڑی شدت کے ساتھ اچھالا جا رہا ہے ان سب کا تعلق مسلم پرسنل لا کی اساسیات سے ہے، بھارت ماتا کی جئے کا مسئلہ ہو یا وندے ماترم کی بات، یوگا کے لزوم کا معاملہ ہو یا اسکولی طلبہ پر سوریہ نمسکار لاگو کرنے کی بات نصابِ تعلیم میں بھگوت گیتا کی شمولیت ہو کہ سرسوتی وندنا کا معاملہ ان ساری چیزوں کی زد براہ راست عقیدۂ توحید پر پڑتی ہے، اور یہی ہندوتوا کا اصل ایجنڈہ ہے، ذیل کی سطروں میں اختصار کے ساتھ ہندوتوا ایجنڈے کے مذکورہ بالا نکات کا جائزہ لیا جاتا ہے:

بھارت ماتا کی جئے

اسلام دین فطرت ہے، جس میں فطرتِ انسانی کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے، اسلام اس بات سے منع نہیں کرتا کہ آدمی اپنی جائے پیدائش اور وطن سے محبت کرے، اس لیے کہ وطن سے محبت فطرتِ انسانی کا حصہ ہے؛ لیکن اسلام میں وطن

کی پرستش اور اسے پوجنے کی اجازت نہیں ہے، وطن محبوب ضرور ہے لیکن کسی مسلمان کے لیے وہ معبود نہیں بن سکتا، مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کو کاری ضرب پہونچانے اور ہندوستانی مسلمانوں کی حب الوطنی کو شک کے دائرہ میں لانے کے لیے ہندوتوا طاقتوں نے بھارت مات کی جئے کا مسئلہ ڈھونڈ نکالا، اور کہنے لگیں کہ حقیقی محبّ وطن وہی ہے جو بھارت ماتا کی جئے کا نعرہ لگائے، اور جو اس نعرہ سے انکار کرے اس کی حب الوطنی مشکوک ہے، حالانکہ حب الوطنی کے اظہار کے لیے ملک کا شہری کسی خاص نعرہ کا پابند نہیں ہے، ملکی دستور میں بھی ایسی کوئی صراحت نہیں ملتی، آزادی کے بعد کے ۷۰ سالہ عرصہ میں کبھی کسی مخصوص نعرہ کو حب الوطنی کا معیار نہیں سمجھا گیا، یہ محض سنگھ پریوار کی اختراع ہے، برادرانِ وطن کے یہاں بھارت کے لیے ماتا کی جو تعبیر استعمال کی جاتی ہے اس کی حیثیت ویسی ہی ہے جیسے گاؤ ماتا یا گنگا میا کی ہے، بھارت ماتا میں ماتا دراصل دیوی کے معنی میں بولا جاتا ہے، جس طرح گاؤ ماتا میں ماتا دیوی کے معنی میں ہے، اس بات سے ہر شخص واقف ہے کہ ہندو بھائیوں کے یہاں بھارت ماتا منجملہ خداؤں میں ایک خدا ہے، ملک کی قدیم تہذیب پر لکھی گئی کتابوں میں ہندو مؤلفین نے بھارت ماتا کے دیوی ہونے کی صراحت کی ہے، اتنا ہی نہیں ملک کے مختلف علاقوں میں بھارت ماتا کے نام سے مختلف منادر پائے جاتے ہیں، جن میں باقاعدہ پوجا کی جاتی ہے، ہندوستان کے نقشہ پر شیر پر سوار جو دیوی دکھائی جاتی ہے اسی کو بھارت ماتا کے نام سے پکارا جاتا ہے، ہندو کلچر میں بھارت ماتا کا تصور ایک دیوی کا ہے، جس کے ہاتھ میں ترنگا ہوتا ہے، اسکولی ڈراموں یا یوم جمہوریہ تقاریب میں بھارت ماتا کو ایک دیوی کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، بھارت ماتا کے اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر سوچئے کہ کیا مسلمان کے لیے اس قسم کے کسی نعرہ کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ بعض سادہ لوح مسلمانوں کو اس سلسلہ میں مغالطہ ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں کہ بھارت ماتا در اصل مادر وطن کے معنی میں ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہونی چاہیے، ایسے لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اردو میں مادرِ وطن دیوی یا معبود کے معنی میں نہیں بولا جاتا؛ بلکہ وطن یا اداروں سے محبت کے لیے بولا جاتا ہے، جہاں تک وطن سے اظہارِ محبت کا تعلق ہے تو اس کے لیے مادرِ وطن اور جئے ہند جیسے الفاظ ہر طرح موزوں ہیں، مسلمان حب الوطنی کی سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لیے سنگھ پریوار کے محتاج نہیں ہیں، اسلام میں ماں کو کتنا اونچا مقام حاصل ہے اس سے ہر شخص واقف ہے، ماں کے قدموں کے نیچے جنت بتائی گئی ہے؛ لیکن اس کے باوجود اسلام میں اولاد کو اجازت نہیں کہ وہ ماں کو معبود بنائیں؛ حتی کہ انبیاء کرام جیسی برگزیدہ ہستیوں کی بھی پرستش کی اجازت نہیں ہے، دین اسلام دین توحید ہے، جس میں خدائے وحدہ لا شریک لہ کے علاوہ کوئی لائق پرستش نہیں ہے۔

یوگا

ورزش وریاضت اور صحتِ جسمانی کے خوش نما غلاف میں مسلمانوں پر زبردستی یوگا کو لازم کرنا بھی ہندوتوا طاقتوں کا ایک اہم ایجنڈہ ہے، اس وقت پورے ملک میں حکومتی سطح پر یوگا کے حق میں مہم چلائی جارہی ہے، اسکولی بچوں اور عام مسلمانوں کو یوگا سے قریب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، عام طور پر یوگا کو ایک کھیل اور بدنی ریاضت کی مشق کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یوگا کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ محض ریاضت کی ایک شکل ہے، جس سے سکون قلب اور صحتِ جسمانی کی دولت حاصل ہوتی ہے؛ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، ہندوتوا کے حامی یوگا کو زندہ طلسمات کی طرح ہر مرض کی دوا قرار دیتے ہیں، یوگا کا آغاز کب ہوا قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا؛ البتہ اتنی بات ہے کہ یہ علم سادھوسنتوں پر تپسیا کے دوران منکشف ہوا، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وادیٔ سندھ میں کھدائی کے دوران کچھ مہرے حاصل ہوئے جن پر انسان کی عجیب وغریب شکلیں کھدی ہوئی تھیں، ممکن ہے کہ یہ یوگا کی ابتدائی شکلیں ہوں، جو تین ہزار سال قبل مسیح سے متعلق رکھتی ہیں، ویدوں میں بھی یوگا کا ذکر ملتا ہے، اُپنشدوں میں یوگا کا تفصیلی ذکر موجود ہے، رامائن، مہابھارت اور بھگوت گیتا کے مطابق برہما جو کائنات کی اصل ہے وہ خود کرشن کے روپ میں عالم میں آئے، اور اپنے زمانہ کے ماہر جنگجو ارجن کو یوگا کے گر سکھائے، یوگا کی مشہور قسم راجا یوگا ہے، جس کا بنیادی خاکہ پتنجلی کے یوگا سوترا میں بیان کیا گیا ہے، لفظ یوگا سنسکرت لفظ یوگ یا یوگی سے مشتق ہے، جس کے معنی جوڑ کے آتے ہیں، اس لفظ کا انتخاب اس تصور کے ساتھ کیا گیا ہے کہ یوگا اس کے حامیوں کے خیال میں مخلوق کو خالق (برہما) کی ذات میں مدغم کرنے کا ذریعہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ تناسخ یوگا کا بنیادی جز ہے، بھگوت گیتا میں یوگا کی چار قسمیں مذکور ہیں، جن کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ یوگا کی جڑیں ہندوؤں کے قدیم دیو مالائی قصوں اور ان کی مقدس کتابوں میں پیوست ہیں، یہ خالص ہندوانہ مذہبی عمل ہے جس کی بنیاد کفر وشرک پر ہے، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ بھگوت گیتا میں یوگا کی سند موجود ہے، نیز یوگا میں پڑھے جانے والے سنسکرت کے اشلوک بھی اس کے ثبوت کے لیے کافی ہیں، خالق

کائنات کا انکار خودی، زندگی، عبادت، وجود اور کون ومکان کا انکار اور انسانی خداؤں کا اقرار سب یوگا میں شامل ہے، یوگا کے متعلق ارجن وسری کرشنا نے یہ تعلیم دی کہ روحانی ارتقاء اور خواہشات سے چھٹکارا وآزادی کے لیے یوگا ضروری ہے۔ (Light of Yoga) یوگا کی ورزش صرف تندرستی کے لیے نہیں کی جاتی؛ بلکہ اس کا مقصد روحانی اور ہندو تہذیب کو پروان چڑھانا ہے، یوگا کی تمام مبادیات اسلامی عقائد سے راست ٹکراتی ہیں، یہ دراصل کفر وشرک کا علمبردار عمل ہے، یوگا میں توحید، رسالت، کتاب اللہ اور یوم آخرت کا انکار ہے، نیز اس میں مخلوق کے خالق میں حلول کر جانے کا عقیدہ ہے، یہ نظریہ تناسخ سے ہم آہنگ ہے، نیز یوگا کے نتیجہ میں آدمی کو ہندو مذہبی کتابوں اور انسانی خداؤں کے ارشادات کی اطاعت ضروری ہو جاتی ہے، یوگا میں ہندو عقائد کے مطابق روحانی وجسمانی تربیت دی جاتی ہے، یوگا کی کسرت کا اصل مقصد پرماتما (خالق) کی ذات میں اپنے کو ضم کر دینا ہے، یوگا کے متعلق ہندو مذہبی کتابوں میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سراسر کفر وشرک تک پہونچانے والا عمل ہے، تانتریکا میں لکھا ہے: ''شیوا ہندوستان کے جنگلوں میں یوگی کی حیثیت سے رہا کرتا تھا، وہ یوگا کی مشق کرتے کرتے کائنات کا عظیم خدا بن گیا۔ (تانتریکا ص: ۵) شنکر آچاریہ اور یوگی یوگا کے دوران سنسکرت کی جن گیتوں کو لازم قرار دیتے ہیں، وہ بھی سراسر اسلامی عقائد وایمانیات کے منافی ہیں، جو خالق ومخلوق کی تفریق کو مٹاتی ہیں، یوگا اصل میں ویدک اور ہندو جسے سناتن دھرم کہتے ہیں اس کی تہذیب کا خاص حصہ ہے، ہندو روایات کے مطابق یہ ایک خاص جسمانی وروحانی ورزش ہے جو ہندوستان میں شروع ہوئی، اور اس کا عملی اظہار اسی خطے کے مذاہب ہندومت، بدھ مت اور جین مت میں نظر آتا ہے، بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کی اکثر مورتیاں اسی یوگ کی حالت میں نظر آتی ہیں، یوگا دراصل ہندوازم کا ایک فلسفہ ہے، جس میں آتما (روح) پرماتما (بھگوان) اور شریر (جسم) کو مراقبہ کے ذریعہ ایک ساتھ مربوط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یوگا کا پہلا طریقہ بھگوان شنکر نے ایجاد کیا تھا، اور دوسرا پتنجلی نام کے یوگ گرو نے شروع کیا تھا، یوگا کے حوالہ سے ان ساری تفصیلات کی روشنی میں یہ بات بلا تردد کہی جا سکتی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے یوگا جیسی کسی ریاضت کی قطعی گنجائش نہیں ہے، یوگا کے اس مشرکانہ عمل کو حکمراں جماعت نہ صرف ملک کے سارے باشندوں پر زبردستی تھوپنا چاہتی ہے؛ بلکہ اسے دنیا بھر میں عام کرنا چاہتی ہے؛ چنانچہ ملک کے موجودہ وزیر اعظم نے وزارت عظمیٰ سنبھالنے کے بعد پہلی کامیابی کے طور پر اقوام متحدہ سے ۲۱/جون کو عالمی یوم یوگا منائے جانے کی منظوری حاصل کر لی، پھر دہلی کے راجپتھ کے سامنے ۳۵/ہزار افراد کو خصوصی طور پر جمع کر کے یوگا کا عالمی ریکارڈ قائم کیا گیا، اُس وقت یہ بھی اعلان ہوا تھا کہ تمام سرکاری ملازمین کے ساتھ سارے تعلیمی اداروں میں طلبہ اور اساتذہ کو بھی یوگا کی مشق کرنی ہوگی۔

سوریہ نمسکار

یوگا کا ایک اہم ترین حصہ سوریہ نمسکار ہے، یوگی کے لیے ضروری ہے کہ یوگا مشق کی ابتدا اور اس کے اختتام پر مشرق کی جانب آنکھیں بند کر کے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر سوریہ نمسکار کرے، جو کہ سورج کی پرستش ہی کی ایک شکل ہے، ہندوؤں کے یہاں سورج کو سوریہ بھگوان کہا جاتا ہے، مشرق کی طرف رخ کر کے آلتی پالتی بیٹھ کر سورج کے لیے سلام وآداب کو بجالانا سوریہ نمسکار ہے، جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، بی کے ایس اینگر نے ویدوں کے حوالہ سے اس کی تعریف میں لکھا ہے کہ پرانا ما سے جسم اور عقل کی تمام ناپاک چیزیں خارج ہوتی ہیں اور مقدس آگ کے شعلے انھیں توانائی اور رعنائی کے ساتھ پاک کر دیتے ہیں، تب ایک شخص دَھرانا اور دِھیانا کے قابل ہو جاتا ہے، اس مقام تک پہونچنے کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ (Light of Yoga page: 46) بحوالہ یوگا شریعتِ اسلامی کی روشنی میں)

حیدرآباد کے ایک دانشور جناب ابو العزم نے سوریہ نمسکار کا ہندو مذہب سے کس قدر گہرا تعلق ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: ''ہندو مذہب کے عقائد میں سوریہ پوجا کو بڑی اہمیت حاصل ہے، زندگی کے بیشتر کام طلوع شمس کے رخ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئے جاتے ہیں، ہر روز سورج کی پوجا وپرستش کی جاتی ہے، تمام ہندوؤں کے دروازے مشرق کی طرف کھلتے ہیں، سورج، چاند، ستارے، زمین، بحر، پہاڑوں اور دریاؤں کی بھی پوجا کی جاتی ہے۔ (یوگا شریعت اسلامی کی روشنی میں ص:۵۹)

سورج یا خدا کی کسی بھی مخلوق کو خدا کا درجہ دینا صریح شرک ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بحر وبر، ارض وسماء اور شمس وقمر کو حضرت انسان کے خادم کے طور پر ذکر فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے: وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ (النحل:۱۲) اور اس نے تمھارے لیے رات و دن اور سورج و چاند کو کام میں لگا رکھا ہے اور اس کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے

ہیں، دوسری جگہ ارشاد ہے: وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِيْ لِأَجَلٍ مُّسَمًّى (الرعد:۲) اور اس نے سورج و چاند کو مسخر کیا، ہر ایک متعین مدت تک کے لیے کام میں لگا ہے، قرآن مجید میں صاف طور پر سورج و چاند کی پرستش سے روکا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے: لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ (فصلت:۳۷) تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو؛ بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا، جناب ابو العزم کے مطابق ہزاروں سال قبل ہندو مہا گروؤں میں مشہور ماہر نجوم وفلکیات گزرے ہیں، عقل قدیمہ نے نظام شمسی کی کارکردگی کو دیکھ کر دھوکہ کھایا اور اسے اپنا رب اکبر سمجھ بیٹھے اور یہ ہندو عقیدہ کی بنیاد کا بڑا حصہ بن گیا۔(یوگا شریعتِ اسلامی کی روشنی میں ص:۵۹)

ہندوتوا طاقتوں کی کوشش ہے کہ ملک بھر کے طلبہ کے لیے سوریہ نمسکار کو لازم کر دیا جائے، ایک رپورٹ کے مطابق صرف مدھیہ پردیش میں جہاں بی جے پی حکومت ہے پچاس لاکھ اسکولی طلبہ نے سوریہ نمسکار کیا، اس قسم کی سورج پرستی کی شریعت اسلامی اور مسلم پرسنل لا میں قطعی گنجائش نہیں ہے۔

وندے ماترم

مسلمانوں کو اسلامی تشخص سے محروم کرنے ہندوتوا طاقتوں نے جو ایجنڈا اختیار کیا ہے اس کا ایک بنیادی جز مسلمانوں کو وندے ماترم گانے پر مجبور کرنا ہے، یہ مسئلہ بھی مسلمانوں کی حب الوطنی کو بنیاد بنا کر اٹھایا گیا ہے؛ جب کہ اس ترانے کا حب الوطنی سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہ ہندوتوا طاقتوں کی اختراع ہے، اس ترانے پر اس لیے مجبور کیا جارہا ہے کہ یہ ترانہ صریح مشرکانہ عقائد وخیالات پر مشتمل ہے، اس ترانے میں کس قدر غیر اسلامی اور مشرکانہ نظریات کی آمیزش ہے اس کا اندازہ اس کے ترجمے سے کیا جاسکتا ہے، ذیل میں جو ترجمہ دیا جارہا ہے وہ اورنگ زیب ملک کا ہے جو ان کے تحقیقی مقالہ ''برصغیر میں قومی ترانے - تاریخ واثرات'' میں شامل ہے۔

''وندے ماترم''

۱- میں تیرا بندہ ہوں اے میری ماں!
اچھے پانی، اچھے پھلوں، بھینی خنک، جنوبی ہواؤں
اور شاداب کھیتوں والی میری ماں!

۲- حسین چاندنی سے روشن رات والی
شگفتہ پھلوں والی، گھنے درختوں والی
میٹھی ہنسی، میٹھی زبان والی
سکھ دینے والی، برکت دینے والی میری ماں!

۳- تیس کروڑ گلوں کی پرجوش آوازیں
ساٹھ کروڑ بازوؤں میں سنبھلنے والی تلواریں
کیا اتنی طاقت کے ہوتے ہوئے بھی اے ماں تو کمزور ہے
تو ہی ہمارے بازوؤں کی قوت ہے میں تیرے قدم چومتا ہوں
تو دشمن کے لشکر کی غارت گر ہے میری ماں!

۴- تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے
تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد ہے
تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے
تو ہی بازوؤں کی طاقت ہے
دلوں کے اندر تیری ہی حقیقت ہے
تیری ہی محبوب مورتی ہے ایک ایک مندر میں

۵- تو ہی درگا دس مسلح ہاتھوں والی
تو ہی کملا ہے کنول کے پھولوں کی بہار
تو ہی پانی ہے علم سے بہرہ ورہ کرنے والی
میں تیرا غلام ہوں، غلام کا غلام ہوں
اچھے پانی اچھے پھلوں والی میری ماں!
میں تیرا بندہ ہوں اے میری ماں

ترجمہ کو غور سے پڑھئے پھر خود فیصلہ کیجئے کہ کیا کوئی مسلمان اس ترانے کو پڑھنے کے بعد اپنے دین وایمان پر باقی رہ سکتا ہے؟ ترانے میں واضح الفاظ میں وطن کو معبود کا درجہ دیا گیا ہے جب کہ اسلامی عقیدے کے مطابق لائق عبادت تو خدائے وحدہ لاشریک لہ ہی ہے، اس کے علاوہ کسی کی پرستش کی قطعی اجازت نہیں، عقیدۂ توحید اسلام کا سب سے اساسی عقیدہ ہے، سارے نبیوں نے اپنی قوموں سے یہی دعوت دی، اعبدوا الله ما لكم من إله غيره اے میری قوم! ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، وندے ماترم میں مادرِ وطن کو کبھی دُرگا ماں اور کبھی کالی کی شکل میں پیش کر کے اس کی پرستش کی دعوت دی گئی ہے، مثلاً یوں کہا گیا ہے: ''تو ہی دُرگا دس مسلح ہاتھوں والی ہے'' اسی طرح اس کا ایک بند یوں ہے: ''تیری ہی محبوب مورتی ہے ایک ایک مندر میں''، ''میں

تیرا بندہ ہوں اے میری ماں''، ''سکھ دینے والی برکت والی اے میری ماں'' ان مصرعوں پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس ترانے میں جگہ جگہ شرکیہ الفاظ ادا کئے گئے ہیں، وندے ماترم کے تعلق سے دارالعلوم دیوبند کے فتوے کا یہ حصہ بھی لائق ملاحظہ ہے: ''اس گیت میں مندروں کی تمام مورتیوں کو خاک وطن کا عین قرار دیا گیا ہے، اور یہ خالص مشرکانہ نظریہ ہے، نیز اس گیت میں خاک وطن کو دُرگا دیوی اور کملا دیوی فرض کیا گیا ہے جو قطعاً شرک ہے، اور اس گیت میں خاک وطن ہی کو دھرم قرار دیا گیا ہے جب کہ ایک مسلمان کا دھرم صرف اسلام ہے اور اس گیت میں خاک وطن کے سامنے وندنا کی جاتی ہے، یعنی سر جھکا کر ہاتھ جوڑ کر سلام کیا جاتا ہے، یہ بھی اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے، بادشاہ روم کے دربار میں رکوع کی طرح سر جھکا کر داخلہ سے انکار کرتے ہوئے ایک صحابی نے فرمایا تھا کہ مجھے کافر کے سامنے رکوع کی طرح سر جھکانے میں رسول اللہ ﷺ سے شرم آتی ہے کہ میں آپ کو کیا منھ دکھاؤں گا إني أستحيي من محمد عليه السلام عن أدخل على كافر على هيئة الركوع (نصاب الاحتساب، باب:۴۹،ص:۹۸) اور یہ گیت بھارت کے نقشہ پر پھول چڑھا کر شروع کیا جاتا ہے، یہ عمل بھی غیر اللہ کی عبادت کے مشابہ ہے اور قطعاً حرام ہے، وطن سے محبت کرنا اور بات ہے اور اس کی پوجا کرنا بالکل دوسری بات ہے، اس لیے وندے ماترم گیت مسلمانوں کے لیے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں، ہر مسلمان پر دینی فریضہ ہے کہ وہ اس گیت کو روکنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے''۔ (وندے ماترم کی حقیقت اور اس کی شرعیت حیثیت، مرتبہ ابو محمد صدیقی، ناشر: مجلس صیانۃ المسلمین، سہارنپور)

پہلی مرتبہ وندے ماترم کو رابندر ناتھ ٹیگور نے پڑھا تھا اس کے دس سال بعد بنارس کے اجلاس میں سرلہ دیوی چودھرانی نے اسے ترنم سے گایا، اس نظم کو قومی اہمیت تب حاصل ہوئی جب لالہ لاجپت رائے نے وندے ماترم نامی ایک جریدہ جاری کیا، کانگریس کے اجلاس میں ٹیگور نے اس نظم کا دُھن بھی بنایا لیکن جب اس نظم کو قومی علامت بنا کر پیش کیا جانے لگا تو خود ٹیگور نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے ۱۹۳۷ء میں سبھاش چندر بوس کو ایک خط میں لکھا کہ وندے ماترم کا بنیادی عقیدہ دیوی دُرگا کی پرستش ہے اور یہ اتنا واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کی بحث کی گنجائش نہیں ہے، بنکم نے دُرگا کو متحدہ بنگال کی علامت کے طور پر پیش کیا ہے، مگر کسی مسلم سے یہ توقع نہیں کی جانی چاہئے کہ وہ حب الوطنی کے نام پر دس ہاتھوں والی دُرگا کی عبادت کرے (بحوالہ رابندر ناتھ کے منتخبہ خطوط، مطبوعہ کیمبرج یونیورسٹی) رابندر ناتھ کی اس وضاحت کے بعد کانگریس کے مسلم اراکین نے اس ترانے کی شدید مخالفت کی، جس کی وجہ سے اکتوبر ۱۹۳۷ء کو کانگریس نے ہنگامی طور پر ورکنگ کمیٹی کا اجلاس طلب کیا، اور اس میں مسلمانوں کا اعتراض تسلیم کرتے ہوئے وندے ماترم کے ابتدائی دو بند کی مخالفت کی گئی اور انھیں ہٹانے سے اتفاق کیا گیا، جواہر لعل نہرو نے بھی اس کی مخالفت کی تھی، مگر تقسیم ہند کے بعد اس متنازعہ نظم کو نہ صرف قومی نظم تسلیم کیا گیا بلکہ اس میں دو بند کی شرط بھی ہٹالی گئی، یہاں یہ چیز غور طلب ہے کہ ملک میں جن جن چیزوں کو قومی شناخت کا درجہ دیا گیا ہے وہ سب ایک ہی ہیں، مثلاً ہندوستان کا قومی پرچم ترنگا ایک ہے، اسی طرح قومی جانور شیر ایک ہے، قومی پرندہ مور ایک ہے، نیز قومی نشان اشوک کا لاٹ ایک ہے، جب قومی درجے کی شناخت رکھنے والی ہر چیز ایک ہے تو پھر قومی گیت ایک کیوں نہیں؟ مسلمانوں نے کبھی ترنگے پر اعتراض نہیں کیا، اسی طرح مسلمانوں نے یہ نہیں کہا کہ شیر تو دُرگا کی سواری ہے ہم اسے قومی جانور نہیں مانتے، ایسے میں صرف قومی گیت کے تعلق سے مسلمانوں کی مجبوری کو کیوں سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی کہ اس سے براہ راست مسلمانوں کے عقیدہ پر زد پڑتی ہے، اسلام میں وطن سے محبت کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا، نبی رحمت ﷺ جب مکہ سے مدینہ ہجرت فرمانے لگے تو مکہ کی طرف مڑ کر اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کیا اور یوں فرمایا: اے مکہ! اگر تیری قوم مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں ہرگز نہ نکلتا، نبی رحمت ﷺ نے جب مدینہ کو اپنا وطن بنالیا تو مدینہ سے ٹوٹ کر محبت فرمائی، آپ نے مدینہ کے لیے برکت کی دعا فرمائی، مسلمان جہاں بھی ہوتے ہیں اپنے وطن سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں، لیکن وطن کی پرستش نہیں کرسکتے، مسلمان وطن پسند ہوتا ہے لیکن وطن پرست نہیں ہوسکتا، اس لیے وندے ماترم کے مسئلہ کو لیکر مسلمانوں کی حب الوطنی پر انگشت نمائی کرنا سراسر شرارت ہے، نیز مسلمانوں کو اس کا پابند بھی نہیں کیا جاسکتا، ایسا کسی بھی قسم کا اقدام مذہبی آزادی سلب کرلینے کے مترادف ہے، ملک کی آزادی کے تئیں مسلمانوں کی قربانیاں روز روشن کی طرح واضح ہیں، اگر وندے ماترم ہی وطن سے محبت کی علامت ہے تو سب سے پہلے رابندر ناتھ ٹیگور کو مورد الزام ٹھہرانا چاہئے، جنھوں نے جن گن من جیسا قومی ترانہ تحریر کیا، پھر سکھ بھی تو وندے ماترم کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو انھیں غدار وطن کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔

❁❁❁

خطبۂ استقبالیہ

دوروزہ ورکشاپ تفہیم شریعت، بہ مقام جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، گجرات

مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی (رکن عاملہ بورڈ گجرات)

مسلم پرسنل لا بورڈ کی تفہیم شریعت کمیٹی کا ایک دوروزہ ورکشاپ جامعہ علوم القرآن جمبوسر میں حضرت مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی صاحب رکن مجلس عاملہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی نگرانی میں مؤرخہ ۱۶/۱۷/دسمبر ۲۰۱۷ کو منعقد ہوا تھا جسمیں مولانا مفتی احمد بن یعقوب دیولوی صاحب نے ایک مبسوط خطبہ استقبالیہ پیش فرمایا تھا افادہ عام کی غرض ہدیہ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين ـ امابعد!

محترم حضرات علماء کرام اور مہمانان عظام!

اللہ تعالیٰ کا بے پایاں شکر و احسان ہے کہ اس نے ہم سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمایا؛ ہمیں علم دین کی دولت سے بھی نوازا اور دین کی حفاظت اور بقاء کی فکر اور مساعی کے لیے بھی قبول فرمایا۔ پھر لاکھوں درود وسلام اس آقائے نامدار محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کی محبت اور اطاعت ہماری دنیا و آخرت کی فلاح کی ضامن ہے۔

محترم حضرات! 'تفہیم شریعت' کے اس دوروزہ ورکشاپ میں اولاً مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے اور ثانیاً جامعہ علوم القرآن کی جانب سے آپ سب کا استقبال کرتا ہوں، آپ حضرات نے پرسنل لا بورڈ کی اور جامعہ کی دعوت کو قبول فرمایا اور پرسنل لا بورڈ کی طرف سے کی جانے والی تفہیم شریعت کی فکر اور مساعی میں ہمارا تعاون کرنے کے لیے یہاں تشریف لائے، اس پر میں آپ سب کا شکر گذار ہوں۔

اسلام کی مختلف خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین انسان کی دینوی مصالح اور فوائد کو بھی جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں ان میں انسانوں کے لیے بے پناہ فوائد پوشیدہ ہیں۔ اگر ان احکام پر عمل نہ کیا جائے اور دین کو ترک کر دیا جائے تو ان فوائد سے محرومی کے ساتھ طرح طرح کے نقصانات لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (اور اللہ نے تمہارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں بنایا ہے) (الحج ۲۲:۷۸)

قرآن پاک میں یہ بھی ہے کہ ''دنیا سے جو تمہارا حصہ ہے اسے فراموش مت کرو'' (القصص: ۷۷)۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کا ایک حصہ اس دنیا سے بھی وابستہ ہے اور یہ اس لیے کہ اسے اسی دنیا میں آخرت کی کھیتی کرنی ہے اگر اسے دنیاوی زندگی کا حصہ نہیں ملا تو وہ اپنی کھیتی کو بار آور بھلا کیسے بنا سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں ان لوگوں کی پُرزور تردید کی ہے جنہوں نے احکام میں مصالح کا انکار کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ احکام شرعیہ قطعاً حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل نہیں ہیں۔ یہ خیال سراسر فاسد ہے اور سنت اور اجماع امت سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ

''فقہاء اور محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ باری تعالیٰ کا بنایا ہوا یہ نظام کائنات اور اس کے تمام احکام کے پیچھے کوئی نہ کوئی غرض ضرور ہے، اور یہی باری تعالیٰ کے وصفِ کمال کا تقاضا بھی ہے۔''

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''منفعت کا حصول اور مضرت کا دفع کرنا مخلوق کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور خلق کی اصلاح اس امر پر ہے کہ ان کے مقاصد پورے کیے جائیں۔ یہاں اصلاح سے مراد وہ اصلاح ہے، جو شریعت کا مقصود ہے اور خلق کے حق میں شریعت کا مقصود پانچ امور ہیں: دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عقل کی حفاظت، نسل کی حفاظت اور مال کی حفاظت۔ لہٰذا ہر وہ حکم یا طریقہ جو ان پانچ اصولوں کا ضامن ہوگا، مصلحت اور اصلاح کہلائے گا اور جس سے یہ اصول فوت ہوتے ہیں وہ طریقۂ مفسدہ کہلائے گا اور مفسدہ کو دفع کرنا واجب و لازم ہے''۔ جمہور فقہا نے دنیاوی مصالح کی تین قسمیں بیان کی ہیں: ۱۔ ضروریہ، ۲۔ حاجیہ، ۳۔ تحسینیہ۔

۱۔ مصلحتِ ضروریہ: مصلحت ضروریہ کا معنی ہے: وہ مصلحت جس کی رعایت کے بغیر انسان کی صحت مندانہ زندگی کا تصور ممکن نہ ہو۔ عصری اصطلاح میں اسے انسان کے بنیادی حقوق بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصلحت ضروریہ کا دائرہ پانچ چیزوں پر محیط ہے: ۱۔ دین، ۲۔ جان، ۳۔ نسل، ۴۔ مال، ۵۔ عقل

۲۔ مصلحتِ حاجیہ: مصلحت کی دوسری قسم، جس کی شریعت نے رعایت کی ہے، مصلحتِ حاجیہ ہے۔ اس سے مراد وہ مصلحت ہے جس کی رعایت سے انسانی زندگی میں سہولت پیدا ہو اور عدم رعایت سے تنگی اور مشقت لاحق ہو، مگر اس درجے میں نہ ہو، جیسا کہ مصالح ضروریہ کے فوت ہونے سے لاحق ہوتی ہے۔

۳۔ مصلحتِ تحسینیہ: مصلحت کی تیسری قسم تحسینیہ ہے۔ اس سے مراد وہ

مصلحت ہے جس کی رعایت سے احکام واعمال میں حسن اور خوبی پیدا ہو اور عقل سلیم اس کا تقاضا کرے، لیکن عدم رعایت سے حرج اور تنگی پیدا نہ ہو۔ یہ مصلحت بھی عبادات، معاملات، عادات اور جنایات میں پائی جاتی ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں: نجاست کو زائل کرنا، پردہ کرنا، زیب وزینت اختیار کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، کھانے پینے میں آداب ملحوظ رکھنا، غیر پاکیزہ چیزیں کھانے سے پرہیز کرنا، اسراف اور فضول خرچی سے بچنا، گندگی کی خرید وفروخت سے منع کرنا؛ خصائل فطرت سے تعبیر کیے جانے والے مسواک وغیرہ امور میں بہترین رہ نمائی وغیرہ۔

زیادہ گہری اور مفکرانہ گفتگو کرنا میرا کام نہیں۔ یہ چند باتیں ہمارے اس پروگرام کی تمہید اور ابتدائیہ کے طور پر بیان کرکے چند ایک امور کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

مذکورہ گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے احکام شریعت کے پس پردہ کام کرنے والی جن مصالح کو ذکر کیا ہے وہ ضروریہ سے لے کر تحسینیہ تک دراز ہیں۔ یعنی بعض احکام کے پیچھے شریعت نے فقط انسان کی تحسین وتزئین کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان دو آخری کناروں کے درمیان مصالح کا ایک سرسبز باغ ہے جو شرعی احکام کے لازمی فوائد اور ثمرات میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

آج کل خالص علم دین کے حامل علماء اور جدید تعلیم یافتہ حضرات، دونوں گروہ 'احکام شریعت' کے باب میں ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتے ہیں۔ احکام شریعت کو عقلی دلائل سے ثابت کرکے اس کو قرین قیاس 'لوجیکل' (Logical) یا بالفاظ دیگر انسانیت کے لیے مفید قرار دینا، اور مسلسل ومسلّم طریقے سے چلے آرہے انسانی وبشری تقاضوں میں بھی شریعت کی دلیل اور رہبری کا دعوی کرنا؛ بظاہر متعارض کام ہوگئے ہیں۔ کچھ علماء کے لیے احکام کی عقلی دلیل اور دنیوی مصلحت کا ذکر بے سود ہوتا ہے اور شرعی دلیل بھی اس طرح ذکر کرتے ہیں جیسے عقل وخرد کو چڑانا مقصود ہو؛ جب کہ بعض جدید تعلیم یافتہ حضرات کا حال یہ ہے کہ جب تک عقلی توجیہ نہ ہوجائے تب تک شریعت کی باتیں جمود کی علامت دکھائی دیتی ہیں۔

ہمارے اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ دینی مزاج ومذاق رکھنے والے جدید تعلیم یافتہ حضرات کے سامنے احکام اسلام کو اس طرح پیش کیا جائے کہ جدید تعلیم کے آئینہ میں بھی اسلام کی اصلی اور واقعی خوبصورت تصویر وہ دیکھ سکیں۔

پہلی ضروری بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں؛ وہ یہ ہے کہ:

جدید ذہن کو اسلامی فکر کے ساتھ ہم آہنگ کرنے میں اور اسلامی احکام کی تفہیم میں یہ امر بہت ضروری ہے کہ اولاً ہم خود اس بات پر یقین رکھتے ہوں کہ شریعت اور احکام شریعت میں باری تعالیٰ نے انسان سے وابستہ مصالح اور فوائد کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے، انسانی اور کائناتی نظام گرچہ ایک آٹومیٹک مشین کی طرح معلوم ہوتے ہیں، مگر اس میں ارادہ واختیار، مصالح اور مقاصد، نفع و نقصان، رشتوں اور علائق، عقل وشعور، جذبات اور خواہشات کا ایسا جال بُنا ہے کہ تقدیر مبرم کے تابع ہونے کے باوصف احکام شریعت کا انسانی مصالح اور فوائد پر متضمن ہونا بالکل واضح نظر آتا ہے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ ہمیں خود اس بات سے آگاہی ہونی چاہئے کہ شریعت کے کون سے حکم کے پیچھے کون سی مصلحت، حکمت، فائدہ اور مقصد کارفرما ہے؟ اس کے بدون ہمارے لیے ممکن نہ ہوگا کہ کسی شخص کو مطمئن کرسکیں کہ یہ حکم شریعت کس طرح اس کے لیے اور انسانی معاشرے کے لیے مفید ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً جتنے احکام بیان فرمائے ہیں ان کے پیچھے دنیوی فوائد بھی ذکر فرمائے۔ دین اور قرض میں لکھنے کا حکم دیا تو اس کا فائدہ ذکر فرمایا۔ روزے کا حکم دیا تو اس کا فائدہ ذکر فرمایا۔ نماز کا حکم دیا تو فرمایا کہ تنہی عن الفحشاء والمنکر، سود کی ممانعت فرمائی تو نفع ونقصان کا موازنہ کرکے بتایا۔ حتی کہ عقیدہ ایمان وایمان وتوحید کے بھی دنیوی ثمرات ذکر کیے گئے ہیں۔

تیسری ضروری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ شریعت کی تفہیم کے لیے ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو زمان ومکان، مخاطب اور ماحول سے ہم آہنگ ہو۔ موجودہ دور کو انسانی تاریخ میں 'آزادی'؛ حقوق انسانی، مساوات، کا دور کہا جاتا ہے۔ مذہب کو ایک اعتبار سے انسانی اور فکری آزادی کے مخالف سمجھا جاتا ہے۔ حقیقت چاہے جو بھی ہو، کہنے کو یہی کہا جارہا ہے۔ اس لیے شریعت کی تفہیم کے وقت جب اس کے فوائد اور ثمرات ذکر کیے جائیں تو ان رائج افکار اور اصطلاحات کو مدنظر رکھا جانا چاہئے۔

اسلام کے نشو ونما اور اس کی تعبیر وتسمیہ میں خدا ورسول، صحابہ وتابعین کا طریقہ ہم دیکھیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ مختلف اوقات میں، موقع ومحل اور مخاطب و ماحول کا لحاظ کرتے ہوئے ہی اسلام کو سمجھایا گیا۔ مکی دور میں جنگ ومقابلہ کی بات تک زبان پر لانے سے منع کیا گیا، تو مدنی دور میں جنگ وجدال کی اجازت ہی نہیں، بعض صورتوں میں اس کا حکم دیا اور اسی طریقہ کو 'اسلام' نام دیا گیا۔ نجاشی کے سامنے حسن معاشرت اور توحید ہی سے اسلام کی تعبیر کی گئی، تو حضرت ربعی بن عامرؓ نے اپنے مخاطب کے اعتبار سے مظلوموں کی مددرسی کے لیے لڑائی کرنے کو اسلام کا مقصد قرار دیا۔

ظاہر ہے کہ اس کے لیے ہمیں اپنے دل ودماغ اور عقل وذہن کے دریچے کھولنے پڑیں گے، دور جدید کے تقاضوں کو، مسائل ومشکلات کو سمجھنا ہوگا، دیگر نظامہائے حیات، ان کی خوبیوں، خرابیوں اور مسائل ومشکلات کے متعلق ان کی رہ نمائی سے واقف ہونا پڑے گا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک مشکل کام ہے، اور جب تک شریعت اور اس کے مقاصد کا گہرا علم حاصل نہ ہوجائے، دوسروں کے سامنے اور دوسرے نظاموں کے مقابلے میں شریعت کی ایسی تعبیر مشکل ہے جو صحیح ہونے کے

ساتھ جدید ذہن کو قابل قبول ہو۔اور اس کے لیے رسوخ فی العلم ضروری ہے۔

چوتھی اور آخری بات یہ ہے کہ شریعت اور احکام شریعت میں خوبی اور کمال یہی ہے کہ یہ شریعت انسانی نظام حیات کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشکیل دی گئی ہے، انسانی مصالح کو پیش نظر رکھ کر ہی اس کے احکام متعین کیے گئے ہیں اور لاگو کیے گئے ہیں؛ اس لیے ان احکام کے فوائد، ثمرات، خوبیاں بیان کرتے وقت، یا موجودہ دور میں اپنے بنیادی حق کے طور پر اس کا مطالبہ کرتے وقت، شرعی احکام کی تفہیم اور مطالبہ میں بھی، فقط یہ کہنا کہ یہ ہمارا مذہب ہے، یہ ہمارا حق ہے، یہی اسلام کا حکم ہے، کافی نہیں، بلکہ یوں ذرا ایک درجہ گہرائی میں جاکر ان مصالح کو اجاگر کیا جائے جو ان احکام کے پس منظر میں شریعت کی طرف سے مقصود اور مطلوب ہیں۔ یہ طریقہ اگر اختیار کیا جائے تو ان شاء اللہ بہت آسانی کے ساتھ ہم اپنوں اور غیروں کے سامنے اسلام کی افادیت اور ضرورت کو محسوس کرو اسکیں گے۔

آج کی اس مجلس اور ورکشاپ کا پس منظر یہ ہے کہ، ہندوستان کے موجودہ دستور میں تسلیم شدہ 'مسلم پرسنل لاء' کے تحفظ اور مسلمانوں میں اس کے متعلق بیداری پیدا کرنے کے تعلق سے مسلم پرسنل لا بورڈ جو مختلف خدمات اور مساعی انجام دے رہا ہے، تحریکیں چلا رہا ہے، اس ضمن میں یہ بات کھل کر سامنے آئی کہ خود مسلمانوں کا جدید طبقہ اسلامی احکام سے ناواقف ہونے کے علاوہ علمی و فکری اعتبار سے اس پر یقین واطمینان کی دولت سے محروم ہے۔ عبادات کے علاوہ نکاح وطلاق، معاشرت اور میراث کے مسائل کو جز و اسلام تو مانتا ہے مگر رائج الوقت جدید تعلیم اور تصورات سے ہم آہنگ نہیں مانتا۔ پھر جب ایسے مسائل میں قومی یا بین الاقوامی سطح پر کوئی بحث چھڑتی ہے تو یہ طبقہ یا تو اسلام مخالف نظریہ کی تائید کرتا ہے یا اپنے عدم اطمینان اور کنفیوژن کی وجہ سے اسلام کی صحیح ترجمانی نہیں کرتا۔ اس پر مستزاد یہ کہ عالمی طور پر اسلام مخالف ذہنیت پوری قوت سے اپنا کام کر رہی ہے اور اسلام کے تعلق سے نئی نسل میں نفرت پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ذرائع ابلاغ میں شرعی قانون کے بارے میں غلط رپورٹنگ ہو رہی ہے، عدالتوں میں شرعی نظریات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جارہا ہے۔

ایسے حالات میں ضروری ہوجاتا ہے کہ جدید اسلوب میں اسلام کی خوبیوں کو پیش کرنے اور شریعت کی باریکیوں کو دنیا کے سامنے بیان کرنے میں ہم اپنا کردار نبھائیں، بدقسمتی سے اچھے خاصے علماء یہ کام نہیں کر پارہے ہیں تو جدید تعلیم یافتہ حضرات سے ہم کیسے امید کرسکتے ہیں کہ وہ اسلامی شریعت کی نمائندگی جدید اسلوب میں بہتر طور پر کر پائیں گے۔ اسی کمی کی تلافی کے لیے مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ایک عرصہ سے 'تفہیم شریعت' کی مہم چلائی جارہی ہے، جس کا مقصد وکلاء، قانون دانوں اور دانشوروں کو ان قوانین کے بارے میں سمجھانا ہے جن کے بارے میں عام طور پر غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؛ تاکہ وہ قانون شریعت کی روح اور اس کی مصلحتوں سے واقف ہوں اور عدالت کو بھی مطمئن کرسکیں۔

عرصہ سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ علماء کی ایک ٹیم کو اس کام کے لیے تیار کیا جائے، تاکہ وہ جہاں شریعت کے احکام سے واقف ہیں اور اس کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں وہیں احکام کی مصلحتوں اور حکمتوں سے بھی آگاہ ہوں، اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو سمجھاسکیں کہ یہ احکام نہ صرف آخرت میں نجات کا ذریعہ ہیں بلکہ دنیا میں بھی اسی میں انسانیت کی بھلائی ہے۔

جامعہ علوم القرآن کو اس ساتویں دو روزہ ورکشاپ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، اس پر ہم خود کو سعادت مند سمجھتے ہوئے فرحت ومسرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس قسم کی متعدد قومی وملی خدمات کی میزبانی کا شرف جامعہ کو حاصل ہوتا رہا ہے۔ اس سے قبل رابطہ ادب اسلامی کا ایک عالمی سمینار، ایک ملکی سطح کا سمینار، اسلامک فقہ اکیڈمی کا سہ روزہ سمینار، جمعیۃ علماء ہند کا دو روزہ تربیتی کیمپ، مسلم پرسنل لا بورڈ کی دارالقضاء کمیٹی کا دو روزہ تربیتی کیمپ؛ جیسے متعدد عالمی، ملکی اور مقامی سطح کے پروگرام جامعہ میں منعقد ہوچکے ہیں۔

محترم حضرات! آپ کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے والا یہ جامعہ علوم القرآن، جمبوسر رابطہ مدارس دینیہ دیوبند کی گجرات شاخ، مجلس تحفظ مدارس گجرات، کا مرکزی دفتر ہے، اس کے علاوہ جمعیۃ علماء ضلع بھروچ کا صدر مقام ہونے کے ساتھ محکمہ شرعیہ ضلع بھروچ کا مرکز، عالمی رابطہ ادب اسلامی، گجرات شاخ کا صدر مقام بھی ہے۔ نیز قومی، ملی، رفاہی خدمات کے ساتھ تعلیمی وتربیتی میدان میں جامعہ کے زیر نگرانی، حفظ و دینیات، عالمیت اور افتاء کی تعلیم کا مکمل نظام ہے، پرائمری اسکول، انگلش میڈیم اسکول، اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی طرف منسوب 'مولانا مدنی اسکول میں ۱۲ویں تک اسکول کی معیاری تعلیم اور مختلف چھ شعبوں کی آئی۔ ٹی۔ آئی، اور جدید وسائل واسباب کا حامل ایک وسیع شفاخانہ بھی یہاں مصروف خدمت ہے۔

محترم حضرات! جامعہ کے اراکین شوری، معاونین، اساتذہ و کارکنان کی جانب سے احقر، جامعہ میں منعقد ہونے والے اس اجتماع میں آپ تمام حضرات کو اور فقیہ وقت، سرمایۂ ملت، حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ (سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، جنرل سکریٹری اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور کنوینر شعبہ تفہیم شریعت) کو خوش آمدید کہتا ہے، استقبال کرتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام حضرات کی تشریف آوری کو ہمارے لیے باعث برکت بنائے اور ان حضرات کی عمر اور صحت میں برکت و عافیت مقدر فرمائے، ہم سب کے جمع ہونے کو قبول فرمائے، اور اس ورکشاپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔

❁ ❁ ❁

پچیسویں اجلاس عام کلکتہ سے چھبیسویں اجلاس حیدرآباد تک

بورڈ کی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

مرتب: ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی ندوی

- آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے کلکتہ اجلاس میں یہ ضرورت محسوس کی گئی تھی کہ خواتین سے متعلق معاملات و مسائل اور خاص طور پر عائلی قوانین سے متعلق بورڈ کا ایک ٹول فری نمبر جاری کیا جائے اور اس کو ملک میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کے افراد کو جوڑ کر کام شروع کیا جائے، اس کے لئے بورڈ نے خاتون رکن ڈاکٹر اسماء زہرا صاحبہ کو اسکی ذمہ داری دی، انہوں نے اس ٹول فری نمبر کا افتتاح یکم دسمبر ۲۰۱۶ء کو سلامہ کانفرنس ہال پرانی حویلی حیدرآباد میں کیا:

مسلم ویمن ہلپ لائن کا ٹول فری نمبر **1800 102 8426** ہے اور اس وقت **7** زبانوں، اردو، انگلش، تمل، بنگالی، تیلگو، ملیالی، کنڑا میں برسرکار ہے اور اوقات کار **10** بجے دن تا **5** بجے شام ہے۔

- مسلم پرسنل لا بورڈ نے ملک گیر پیمانے پر مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں دستخطی مہم کی تحریک شروع کی اور اس کا خاص اثر بھی ہوا اور کروڑوں کی تعداد میں دستخط موصول ہوئے ان تمام دستخطوں کو ہارڈ ڈسک میں کر کے مؤرخہ ۱۳/اپریل ۲۰۱۷ء کو لا کمیشن کے چیرمین کی خدمت میں پیش کیا گیا اس کے بعد حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

مسلم پرسنل لا بورڈ نے پانچ کروڑ دستخط کی کاپی لا کمیشن کے حوالہ کی

نئی دہلی: ۱۳/اپریل ۲۰۱۷ء

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک اعلی سطحی وفد بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی قیادت میں آج شام چار بجے لا کمیشن آف انڈیا کے چیرمین جناب جسٹس بلبیر سنگھ چوہان سے ملا۔ اس وفد نے چیرمین لا کمیشن کے سامنے مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے ملک گیر پیمانے پر چلائی گئی دستخطی مہم کی تفصیلات کی کاپی پیش کیں جو شریعت کی حمایت میں ہیں اور یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت کرتے ہیں اس ملک میں، اس کی پوری تفصیلات فراہم کرنے کے لئے بورڈ کا یہ وفد ان سے ملا۔

وفد نے بتایا کہ ہندوستان کا آئین اس ملک کے تمام مذاہب کو اپنے مذہبی معاملات میں عمل کرنے کی مکمل آزادی دیتا ہے اور یہ صاف طور پر کہا کہ مسلمان شرعی قوانین میں کوئی تبدیلی یا بدلاؤ نہیں چاہتے اور ہر حال میں شرعی قوانین کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ حکومت شرعی معاملات میں دخل اندازی نہ کرے۔ شرعی معاملات میں حکومت کی دراندازی نا قابل قبول ہے، مذہبی آزادی ہمارا آئینی حق ہے، اور یونیفارم سول کوڈ ہمیں کسی درجہ میں پسند نہیں۔ اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ آپ ایسی کوئی سفارش نہ کریں جو مسلمانوں کے واضح آئینی حقوق کے خلاف ہو۔ ہمیں اپنے آئین اور قانون کی دفعات ۲۵/۲۶/اور ۲۹/ کے تحت اپنے مسلک اور مذہب پر زندگی گزارنے کا پورا حق ہے۔

پورے ملک کے تمام صوبوں سے 48347596 دستخط اسکی حمایت میں موصول ہوئے جسمیں 27356934 ہماری بہنوں نے اور 20990662 مردوں نے ان چیزوں کی حمایت میں دستخط کئے ہیں اور یونیفارم سول کوڈ کی مخالفت میں اپنی رائے ظاہر کی ہیں۔ اس وفد نے ان تمام دستخطی مہم کی تفصیلات کے ساتھ ایک ہارڈ ڈسک Hard Disk چیرمین لا کمیشن کو پیش کی۔

اس وفد میں درج ذیل حضرات شریک ہوئے۔

مولانا محمد ولی رحمانی صاحب، مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، مولانا سید محمود اسعد مدنی صاحب، مولانا محمد علی محسن تقوی صاحب، مولانا توقیر احمد رضا خان صاحب، ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ، محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، جناب ایم آر شمشاد ایڈوکیٹ صاحب، مولانا عبدالوہاب خلجی صاحب، جناب نیاز فاروقی ایڈوکیٹ صاحب، مولانا محمد احمد صاحب، ڈاکٹر سید قاسم رسول الیاس صاحب، جناب شکیل احمد سید ایڈوکیٹ صاحب، ڈاکٹر محمد وقار الدین لطیفی صاحب، جناب احتشام رحمانی صاحب اور جناب فہد عباسی صاحب۔

- ۱۶/۱۵/اپریل کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بورڈ کی مجلس عاملہ کا اہم اجلاس منعقد ہوا جس کے بعد ۱۶/اپریل کو حسب ذیل پریس بیان جاری کیا گیا:

لکھنؤ۔ ۱۶/اپریل ۲۰۱۷ء۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ۱۵، ۱۶ اپریل ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ بورڈ کے موقر صدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے صدارت کی۔ اور حضرت مولانا محمد ولی رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے کارروائی چلائی، جنرل سکریٹری بورڈ نے اپنے افتتاحی کلمات میں ان کاموں کی طرف متوجہ کیا جو حالیہ عرصہ میں بورڈ نے انجام دیا اور ان مسائل پر گفتگو کی جو اس وقت درپیش ہیں۔ اور جن پر اس اجلاس میں غور کرنے کی بات طے پائی تھی۔

اس اجلاس میں باتفاق رائے جو باتیں طے کی گئیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) اسلامی شریعت میں عورتوں کو جو عزت اور حقوق دیئے ہیں کسی مذہب اور قانون میں اس کی مثال نہیں ملتی، اس نے عورتوں کو مختلف حیثیتوں سے میراث میں حق دیا۔ نکاح کے معاملہ میں عورتوں کو با اختیار بنایا۔ اگر وہ رشتہ نکاح کو کسی وجہ سے ختم کرنا

چاہتی ہیں تو دارالقضاء کے ذریعہ علیٰحدگی حاصل کرنے کی گنجائش فراہم کی، ذمہ داریاں مردوں پر زیادہ رکھی گئیں اور حقوق عورتوں کے زیادہ رکھے گئے۔ لیکن یہ بہت افسوس کی بات ہے کہ ذرائع ابلاغ شریعت اسلامی کی سچی تصویر پیش نہیں کرتے۔ اور مسلمانوں کی شبیہ کو قصداً بگاڑنے کی کوشش کی جاتی ہے، اس لیے یہ اجلاس پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو متوجہ کرتا ہے کہ غیر جانبداری اور سچ کی ترجمانی ان کی ذمہ داری ہے اور طرفدارانہ طور پر کسی مسئلہ کو پیش کرنا اور کسی طبقہ کو بدنام کرنا یہ ان کے پیشہ وارانہ مقام کے خلاف ہے، اس لیے انہیں چاہیے کہ وہ مسلمانوں کے موقف اور شریعت اسلامی کی منصفانہ تعلیم کو صحیح طور پر پیش کریں۔

(۲) بابری مسجد قضیہ کے سلسلہ میں بورڈ عدالت سے اپیل کرتا ہے کہ وہ تیز رفتاری کے ساتھ مقدمہ کی سماعت کرے اور جلد سے جلد زمین کی حقیت کے سلسلہ میں اپنا فیصلہ صادر کرے کیوں کہ پچھلے تجربات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ کورٹ کے فیصلہ کے سوا اس مسئلہ کا اور کوئی حل نہیں ہے، اور بورڈ اپنے اس موقف پر قائم ہے کہ کورٹ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ہمیں قبول ہوگا۔

(۳) طلاق کے مسئلہ میں شریعت کا موقف واضح ہے کہ بے جا طلاق دینا اور ایک ساتھ تین طلاق دینا درست طریقہ نہیں ہے، شریعت نے اس سے منع کیا ہے اس لیے بورڈ ایک وسیع عوامی تحریک چلائے گا کہ بلاوجہ طلاق نہ دیا جائے اور ضرورت پڑ جائے تو ایک سے زیادہ طلاق نہ دی جائے اس بات کو مسلمانوں کے تمام طبقات تک اور بالخصوص غریب آبادیوں تک پہنچانے کی کوشش کی جائے گی اور مساجد کے ائمہ وخطباء سے خاص طور پر مدد لی جائے گی۔ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے بورڈ کی خاتون ارکان نے یہ بھی کہا کہ میڈیا تین طلاق کے مسئلہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ مسلم سماج میں ایسے واقعات کا تناسب بہت ہی کم ہے۔

(۴) اجلاس نے نکاح وطلاق کے سلسلہ میں شریعت کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ضابطہ برائے طلاق بھی جاری کیا ہے، جس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ میاں بیوی کے اختلاف کو باہمی گفتگو سے دور کرنا چاہیے، اگر آپسی طور پر معاملہ طے نہ ہو تو دونوں خاندان کے بزرگوں کو مل کر نزاع دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، اگر مصالحتی تدبیریں نتیجہ خیز نہ ہوں تب طلاق دینی چاہیے اور وہ بھی ایک طلاق، بورڈ طریقۂ طلاق کے سلسلہ میں یہ ہدایت نامہ چھاپ کر زیادہ سے زیادہ مسلمان مرد وعورت تک پہنچانے کی کوشش کرے گا۔

(۵) مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں گذشتہ دنوں بورڈ نے جو دستخطی مہم چلائی تھی، وہ بحمد للہ کامیاب رہی، ۵؍کروڑ سے زیادہ مسلمانوں نے اس مہم میں حصہ لے کر واضح کر دیا کہ قانون شریعت پر انہیں پورا اطمینان ہے اور کامن سول کوڈ انہیں قطعاً قبول نہیں ہے۔ ان دستخط کرنے والوں میں پچاس فیصد سے زیادہ تعداد خواتین کی ہے۔ اور یہ تمام فارم لا کمیشن کے حوالہ کر دیئے گئے ہیں۔

(۶) اصلاح معاشرہ کمیٹی کے کاموں کو صوبہ اور اضلاع کی سطح پر منظم کیا جائے، جہیز اور عورتوں پر ظلم، رحم مادر میں لڑکیوں کا قتل، طلاق، میراث کی شرعی اصولوں کے مطابق تقسیم وغیرہ کو شامل کرتے ہوئے تمام سماجی برائیوں کے خلاف ایک موثر اور وسیع تحریک چلائی جائے۔

(۷) مسلم خواتین کے ازدواجی مسائل کو حل کرنے، شوہر و بیوی کے اختلاف کو سلجھانے اور اتفاق رائے کے ذریعہ ان کے مسائل کو نمٹانے کی غرض سے بورڈ نے ملک بھر میں دارالقضاء قائم کئے ہیں، جن کے ذریعہ ہزاروں مسلمان عورتوں کو انصاف دلایا جاتا ہے، اس نظام کو مزید پھیلایا جائے اور ضلع وتحصیل کی سطح تک خاندانی تنازعات کے حل کے لیے ایسے سنٹر قائم کیے جائیں۔

(۸) مسلم پرسنل لا کے جن مسائل کے بارے میں مسلمانوں اور غیر مسلم بھائیوں کے اندر غلط فہمی پائی جاتی ہے، ان کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لیے بورڈ نے تفہیم شریعت کا شعبہ قائم کیا ہے، جو قانون دانوں، دانشوروں اور صحافیوں کے پروگرام منعقد کرتا ہے اور انہیں احکام شریعت کی مصلحتوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اجلاس نے طے کیا ہے کہ اس کام کو اور وسعت دی جائے اور سیمینار وسمپوزیم کے علاوہ سوشل میڈیا کا بھی اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے۔ اور مجلس عاملہ نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ جو لوگ ایک ساتھ تین طلاق دے دیتے ہیں، جن سے مسائل پیدا ہوتے ہیں، ایسے حضرات کا مسلمانوں کو بائیکاٹ کرنا چاہیے، یہ سماجی بائیکاٹ طلاق کی تعداد کو مزید کم کرنے میں معاون ثابت ہوگا۔

(۹) بورڈ نے اپنے پچھلے اجلاس میں اپنا -مسلم ویمن ونگ- قائم کیا تھا، یہ شعبہ بہت بہتر طور پر خواتین کے درمیان کام کر رہا ہے، مسلمان عورتیں بڑی تعداد میں اس سے جڑ رہی ہیں اور اس شعبہ کے ذریعہ خواتین کے درمیان سماج سدھار کی مہم شروع کی گئی ہے، امید ہے کہ مستقبل میں اس کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ شعبہ خواتین نے مسلمان عورتوں کی شرعی وقانونی مدد کے لیے Help Line بھی قائم کیے ہیں اور ہزاروں خواتین اس سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ بورڈ کوشش کرے گا کہ خواتین کے ذریعہ، خواتین کے درمیان اصلاح معاشرہ کے اس کام کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائے۔

● پرنٹ والیکٹرانک میڈیا نے حلالہ کے موضوع کو عین طلاق ثلاثہ پر فیصلہ سے کچھ دنوں پہلے پوری منصوبہ بندی کے ساتھ اٹھایا، لوگوں کی نگاہیں بورڈ کی طرف اٹھیں اسی تناظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے ۱۸؍اگست ۲۰۱۷ء کو حسب ذیل صحافتی بیان جاری فرمایا:

جسے حلالہ کہا جارہا ہے اسکی اسلام میں گنجائش نہیں ہے

حال ہی میں بعض الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں حلالہ پر بحث شروع ہوئی ہے اور حسب سابق پھر الیکٹرانک میڈیا نے اس موضوع کو کھڑا کیا ہے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذریعہ صحیح صورتحال کی وضاحت کی جاچکی ہے اور نئی بحث کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے زیر بحث حلالہ کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے اپنے صحافتی بیان میں کہا ہے کہ حلالہ کو جس طرح میڈیا کے ذریعہ چند دنوں قبل پیش کیا گیا ہے اور پہلے بھی اس طرح کی کوشش ہوئی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی شخص روپے لے کر اور ایک ایگریمینٹ کے تحت

نکاح کرتا ہے کہ وہ دو چار دنوں کے بعد طلاق دیدیگا تو شرعاً یہ بہت بڑا جرم ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں اور ایسا کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے، اس طریقۂ کار کی شرعی نقطۂ نظر سے کوئی گنجائش نہیں ہے اور ایسا کرنے والے مجرم ہیں۔ میڈیا کو چاہئے کہ وہ غلط فہمی اور بدگمانی کی بنیاد پر چیزوں کو پیش نہ کرے اسکی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح صورتحال کی معلومات حاصل کرلے۔

● طلاق ثلاثہ پر سپریم کورٹ نے متضاد فیصلہ ۲۲/اگست ۲۰۱۷ کو سنایا اس فیصلہ کا جائزہ لینے کے بعد حضرت جنرل سکریٹری صاحب آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اسی دن حسب ذیل پریس بیان جاری فرمایا:

طلاق، تعدد ازدواج اور حلالہ سے متعلق ملک کی سب سے بڑی عدالت (سپریم کورٹ) میں جاری مقدمہ کا فیصلہ باہم ٹکرا رہا ہے، سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ پرسنل لا پورے طور پر محفوظ رہے گا، وہ آئین ہند کی دفعہ ۲۵ کے دائرے میں آتا ہے، فیصلہ کا یہ حصہ تمام مسلمانان ہند کی کامیابی ہے، سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ واضح کرتا ہے کہ شرعی احکام مسلم پرسنل لا کا حصہ ہیں، اور ان میں ترمیم یا اضافہ کا حق کورٹ کو حاصل نہیں ہے، سپریم کورٹ کے تازہ فیصلہ سے متعلق ان خیالات کا اظہار آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی مدظلہ نے فرمایا: انہوں نے فرمایا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے دوسرے حصے میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ تین طلاق واقع نہیں ہوگی، اس لحاظ سے یہ فیصلہ باہم ٹکرا رہا ہے، ایک طرف کورٹ کہہ رہا ہے کہ پرسنل لا میں تبدیلی نہیں ہوسکتی، اور دوسری طرف تین طلاق کو بے اثر قرار دے رہا ہے، فیصلہ کے دوسرے حصہ سے بددل یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، ایک مجلس میں تین طلاق کو شریعت نے پسند نہیں کیا ہے، اور اسے گناہ قرار دیا گیا ہے، لیکن اگر کوئی تین طلاق دیدے تو طلاق ہوجائے گی، یہ بھی مسلم پرسنل لا کا حصہ ہے، سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے کے تناظر میں حضرت مولانا محمد ولی صاحب رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ نے فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھرپور تیاری کے ساتھ یہ مقدمہ لڑا، بہترین وکلاء کے ذریعہ بورڈ نے اپنا موقف پوری مضبوطی کے ساتھ کورٹ کے سامنے پیش کیا، متعدد مرتبہ نامور علماء اور ماہر وکلاء کے درمیان مشورہ ہوا، اور بورڈ نے طویل غور وخوض کے بعد ملکی اور شرعی قوانین کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے دلائل کورٹ کے سامنے پیش کیے، کورٹ میں جو بحث بورڈ کی جانب سے پیروی کرنیوالے وکلاء نے کی وہ بھی بہت واضح، مدلل اور مکمل تھی۔ خود فیصلے میں ججوں کی رائے میں بھی اختلاف ہے، مگر بورڈ سپریم کورٹ کے فیصلے کا احترام کرتا ہے، اور اگلا لائحہ عمل مجلس عاملہ کے اجلاس میں طے کریگا، جو ۱۰/ستمبر ۲۰۱۷ کو بھوپال میں منعقد ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مشکل مسائل، وحدت واجتماعیت اور مسلسل محنت کے ذریعہ حل ہوتے ہیں، بورڈ پوری ہم آہنگی کے ساتھ قانون شریعت کی حفاظت کی جدوجہد کرتا رہے گا۔

● ۱۰/ستمبر ۲۰۱۷ء کو اندرا پریہ درشنی کالج کھانوگاؤں بھوپال میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس ہوا اس اجلاس کے بعد ۱۱/ستمبر ۲۰۱۷ کو حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

تین طلاق کے سلسلہ میں سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے میں جہاں ایک طرف مسلم پرسنل لا کو محفوظ مانا گیا ہے وہیں تین طلاق کو کالعدم قرار دے کر مسلم پرسنل لا کے ایک حصہ پر پابندی لگا دی گئی ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے، اسی طرح اس فیصلے میں شریعت کا مأخذ صرف قرآن پاک کو تسلیم کیا گیا ہے، حالانکہ شریعت اسلامی کے مأخذ چار ہیں، قرآن، حدیث، اجماع، قیاس، مذکورہ بالا باتوں کے پیش نظر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہ فیصلہ مسلم پرسنل لا کے مطابق نہیں ہے اور دستور ہند میں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کا جو بنیادی حق تمام مذاہب کے ماننے والوں کو دیا گیا ہے، وہ حق بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے۔

اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ یہ مسئلہ خواتین سے متعلق ہے اس لئے پورے ملک کے طول وعرض میں خواتین اور شریعت سے واقف مردوں کے چھوٹے بڑے اجلاس منعقد کئے جائیں گے، اور ہر جلسے میں ایک قرارداد منظور کرکے صدر جمہوریہ، وزیر اعظم، وزیر قانون، ویمن کمیشن اور لا کمیشن کو بھیجی جائے گی جسمیں اس بات کا اعلان واظہار کیا جائے کہ ہم مسلمان خواتین اور مرد شریعت اسلامی پر یقین رکھتے ہیں، اور طلاق شریعت اسلامی کا حصہ ہے جس پر پابندی ہماری حق تلفی ہے، اس لئے مسلم پرسنل لا پر عمل کی جو آزادی ہمیں حاصل ہے اسے برقرار رکھا جائے، ایسے اجلاس منعقد کرنے اور قرارداد منظور کرکے اسے بھیجنے کے سلسلہ میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ ملک کی دینی وملی جماعتوں، تنظیموں، اور اداروں سے تعاون چاہتا ہے اور امید کرتا ہے کہ اس اہم کام کی طرف فوری توجہ دی جائے گی۔ انشاءاللہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ تمام مسلمانان ہند کو متوجہ کرتا ہے کہ دین وایمان کی نعمت سب سے بڑی نعمت ہے اور شریعت اسلامی پر عمل ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے اس لئے تمام مسلمانان ہند زندگی کے ہر حصہ میں شرعی احکام وقوانین پر عمل کا مزاج بنائیں، غیر شرعی اعمال ورسوم سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اور ہر قیمت پر اپنے دین اور شریعت کے تحفظ کو یقینی بنائیں۔

● محترم جناب محمد عبدالرحیم قریشی صاحب کے وصال کے بعد میڈیا سے بورڈ کی ترجمانی کے لئے باقاعدہ کسی کو متعین نہیں کیا گیا تھا مجلس عاملہ منعقدہ بھوپال کے بعد حضرت صدر محترم نے ترجمان مقرر فرمایا جس کے لئے حسب ذیل اخباری اعلان ۱۶/اکتوبر ۲۰۱۷ کو کیا گیا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۰/ستمبر ۲۰۱۷ء بھوپال میں ارکان عاملہ نے اتنے بڑے ملک میں اور میڈیا کی اہمیت کے پیش نظر بورڈ کے کئی ترجمان متعین کرنے کے سلسلہ میں اتفاق رائے سے صدر محترم اور جنرل سکریٹری صاحبان کو اختیار دیا تھا۔

حضرت صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جنرل سکریٹری کے مشورہ سے میڈیا سے بورڈ کی ترجمانی کے لئے حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب رکن

عاملہ مسلم پرسنل لا بورڈ کو پہلے کل ہند ترجمان مقرر فرمانے کا اعلان ۱۵ر ستمبر ۲۰۱۷ء کو فرمایا تھا اور اب حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب حیدرآباد کو بھی بورڈ کا ترجمان مقرر فرمایا ہے۔ اور انہی دونوں کو تمام معاملات و مسائل میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے نمائندگی کا حق و اختیار حاصل ہوگا۔

جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذمہ داروں سے گذارش کی ہے کہ وہ بورڈ کی طرف سے نمائندگی کے لئے ان حضرات سے رابطہ کریں۔

● ۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء سے یومیہ بابری مسجد مقدمہ کی شنوائی کے جوں جوں دن قریب آتے گئے ہندوستانی میڈیا نے عدالت کے ساتھ ساتھ عوام کے ذہنوں کو خراب کرنے کی کوشش تیز کردی اور اس کے ضمن میں مسلم پرسنل لا بورڈ پر حملے بھی تیز ہوگئے، بورڈ کے موجودہ جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے حسب ذیل اخباری بیان یکم نومبر ۲۰۱۷ء کو جاری کیا:

جہاں ایک بار مسجد بن جاتی ہے عرش تا فرش قیامت تک مسجد رہتی ہے:
مسلم پرسنل لا بورڈ
بورڈ کے نزدیک عدالت کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ شروع سے اپنے موقف پر قائم ہے کہ بابری مسجد کی جگہ عرش تا فرش قیامت تک کے لئے مسجد کے حکم میں ہے اور آج بھی بورڈ اسی موقف پر قائم ہے، اور بورڈ کا یہ بھی متفقہ فیصلہ ہے کہ سپریم کورٹ کا فیصلہ مسلم پرسنل لا بورڈ کو منظور ہوگا۔ ان خیالات کا اظہار مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے صحافتی بیان میں فرمایا۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ اس وقت جو خبریں مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف منسوب کر کے کہی جارہی ہیں کہ درپردہ کوئی سازش چل رہی ہے اور ہندو مذہب کے روحانی پیشوا شری شری روی شنکر سے ٹیلیفون یا بالمشافہ کوئی بات چیت ہوئی ہے یہ بالکل بے بنیاد اور من گھڑت خبر ہے اسکا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب نے اپنے بیان میں صاف واضح طور پر فرمایا کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ بابری مسجد قضیہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے اور بورڈ پوری طرح متفق ہے کہ ہم عدالت کے فیصلہ کا انتظار کریں گے اور اس کا بار بار اظہار کیا گیا کہ عدالت عالیہ کا فیصلہ ہی ہمیں منظور ہوگا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ماضی میں کئی بار بات چیت کا دور چلا اور ناکام ہوا مسلم پرسنل لا بورڈ اب بھی اس رائے پر قائم ہے کہ اگر ملک کی کوئی ذمہ دار شخصیت اس معاملہ میں غیر مشروط اور ٹھوس فارمولہ پیش کرتی ہے تو اسے مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ میں پیش کیا جائیگا اور بورڈ کی مجلس عاملہ جو طے کرے گی اس پر عمل کیا جائیگا۔

بورڈ کے جنرل سکریٹری نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا کہ چونکہ ۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء سے سپریم کورٹ میں اس معاملہ کی روزانہ شنوائی ہوگی اور اس کو متاثر کرنے کے لئے ملک کی فضا کو بگاڑنے کی سازش کی جارہی ہے تاکہ عدالت پر اس کا اثر ہو۔ آپ نے اس سلسلہ میں تمام مسلمانوں سے دردمندانہ اپیل کی ہے کہ جوں جوں وقت قریب آئیگا افواہوں کا بازار گرم رہے گا وہ ان افواہوں پر قطعاً دھیان نہ دیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ اپنے موقف پر پوری قوت کے ساتھ قائم ہے اور قانونی چارہ جوئی کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ تمام لوگ اس کے حق میں دعاؤں کا اہتمام فرمائیں اور ملک میں اس وقت جس طرح کی سازشیں رچی جارہی ہیں ان سے ہوشیار اور چوکنا رہنے کی ضرورت ہے۔

● طلاق ثلاثہ پر عدالت عظمیٰ کے فیصلہ کے بعد حکومت نے قانون سازی کا سہارا لیا اور اس کے لئے کوششیں تیز کردیں بورڈ کے ترجمان و سکریٹری حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس پس منظر میں ۲۳ر نومبر ۲۰۱۷ء کو حسب ذیل اخباری بیان جاری کیا گیا:

حیدرآباد (پریس ریلیز) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری و ترجمان مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے حکومت کی طرف سے تین طلاق پر مکمل پابندی کے مجوزہ قانون پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ طلاق کا مسئلہ ایک مذہبی مسئلہ ہے، جب کسی عورت کو طلاق دی جائے تو وہ اس مرد کے لئے حرام ہوجاتی ہے، تین طلاق کو غیر معتبر قرار دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ان دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جائے، اور وہ ایک ایسے عمل کے مرتکب ہوں، جو اسلام کی نظر میں سخت گناہ ہے، اور زنا میں شامل ہے، دستور کی دفعہ 25 کے مطابق ملک کے ہر شہری کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہے، اور دستور بنانے والوں نے اسے شہریوں کے بنیادی حقوق میں جگہ دی ہے، اس لئے حکومت کا یہ اقدام ملک کی سب سے بڑی اقلیت کو ان کے بنیادی حق سے محروم کرنے کی سازش ہے، اس میں شبہ نہیں کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ اور بے جا عمل ہے، اور یہ قانون شریعت کا غلط استعمال ہے؛ لیکن قانون کے غلط استعمال کی وجہ سے سرے سے اس قانون کو ہی ختم کردینا نامعقول بات ہے، ہمارے ملک کے قانون میں ایمرجنسی کی گنجائش ہے، 1976ء میں اس قانون کا غلط استعمال کیا گیا، اس کی وجہ سے اگلے انتخاب میں برسر اقتدار پارٹی کو شکست فاش ہوئی اور اپوزیشن جماعتیں اقتدار میں آئیں، انہوں نے ایمرجنسی کی مذمت ضرور کی؛ لیکن قانون کو برقرار رکھا، اسی طرح بعض حالات میں مرکزی حکومت کے مشورہ پر ریاستی حکومت کو برخواست کرنے کی گنجائش رکھی گئی ہے، مرکزی حکومتیں اس گنجائش کا غلط استعمال کرتی رہی ہیں اور عدالتوں نے بارہا اس پر پھٹکار لگائی ہے؛ لیکن قانون کے اس غلط استعمال کی وجہ سے خود قانون کو ختم نہیں کیا گیا؛ اس لئے حکومت کو چاہئے کہ جب شریعت میں تین طلاق دینے کی گنجائش رکھی گئی ہے اور خود مسلمان عورتوں کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، تو وہ اس پر پابندی لگا کر دستور کے تقاضوں کو پامال نہ کریں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ خود بھی طلاق اور بالخصوص تین طلاق کے بے جا استعمال کو روکنے کی کوشش کر رہی ہے اور اس نے ملک بھر میں اصلاح معاشرہ اور تفہیم شریعت کی مہم چلا رکھی ہے، حکومت اگر واقعی مخلص ہے تو اس کو اس سلسلے میں بورڈ سے مشورہ کرنا چاہئے اور شریعت اسلامی کے دائرہ میں رہتے ہوئے طلاق کے بے جا استعمال

کو روکنے اور مطلقہ کی مشکلات کو حل کرنے کی سعی کرنی چاہئے ،حکومت نے اگر اس طرح کا قانون بنایا، جس کا اس نے عندیہ دیا ہے تو اس سے عورتوں کیلئے مزید دشواریاں پیدا ہوں گی اور مسئلہ حل ہونے کے بجائے اور الجھ کر رہ جائے گا،مولانا رحمانی نے مزید کہا کہ اگر حکومت نے اپنے اعلان کے مطابق قانون بنانے کی کوشش کی تو پارلیمنٹ کے ذریعہ اسے روکنے کی کوشش کی جائے گی اور اسے عدالت میں بھی چیلنج کیا جائے گا۔

- ۵/دسمبر ۲۰۱۷ءکو بابری مسجد کی پہلی پیشی ہوئی جسمیں وکلاء نے اچھی اور مثبت بحث کی اس دن کی عدالتی کارروائی کو بھی میڈیا نے ہندو مسلم عینک سے دیکھتے ہوئے ہمارے وکلاء پر رکیک حملے شروع کردئے اسی پس منظر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری صاحب نے مؤرخہ ۶/دسمبر ۲۰۱۷ءکو حسب ذیل وضاحتی بیان جاری کیا:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری نے اپنے صحافتی بیان میں کہا ہے کہ بابری مسجد کے تنازعات سے متعلق معاملہ گذشتہ کل معزز سپریم کورٹ نے شنوائی کی تھی،انہوں نے کہا کہ دلائل کی پیشی کے دوران مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے مؤکل کی جانب سے ان کی ہدایتوں پر ایک موقف لیا گیا تھا، یہ بتاتے ہوئے کہ یہ حتمی سماعت کرنے کا صحیح وقت نہیں تھا۔ہم ایک نمائندہ تنظیم کی حیثیت سے اس بات کے صحیح ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

اس معاملہ کی حساسیت اور میڈیا کی رپورٹوں کو دیکھتے ہوئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اپنا موقف واضح کر رہا ہے۔ بورڈ اس بات کو بھی واضح کرنا چاہتا ہے کہ الگ الگ لیڈروں نے جو رام مندر کی تعمیر اور اسکی تاریخ کے بارے میں بیانات دیئے ہیں وہ ایک افسوسناک پہلو ہے اور بورڈ ان باتوں کی مذمت کرتا ہے کیونکہ یہ معاملہ ابھی عدالت عظمی میں زیر کارروائی ہے۔

بورڈ کی یہ توقع ہے کہ سیاسی جماعتیں کل کی عدالتی کارروائی کے بارے میں اس طرح کے بیانات نہیں دیں گے جیسا کہ کل سے سننے میں آرہا ہے۔

- مرکزی حکومت کی طرف سے طلاق ثلاثہ بل کے سامنے آتے ہی مسلم پرسنل لا بورڈ نے ہنگامی طور پر ۱۸/دسمبر ۲۰۱۷ءکو ایک کل جماعتی میٹنگ بلائی جسمیں اس مجوزہ بل کے بارے میں غور وخوض کرتے ہوئے طے کیا کہ پورے طور پر اس بل کے منظر عام پر آتے ہیں مجلس عاملہ کا اجلاس بلایا جائے چنانچہ اس بل کے منظر عام پر آتے ہی ۲۴/دسمبر ۲۰۱۷ءکو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ایک ہنگامی میٹنگ طلب کی جسمیں طلاق ثلاثہ کے مجوزہ بل کا پھر پور جائزہ لیا گیا۔میٹنگ کے بعد ایک پریس کانفرنس منعقد کی گئی جسمیں درج ذیل تحریری پریس بیان جاری کیا گیا:

بتاریخ ۲۴/دسمبر ۲۰۱۷ءکو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ نے اعلان کیا کہ حکومت ہند کا پیش کردہ شادی شدہ مسلم خواتین کے حقوق کے تحفظ سے متعلق بل مسلمانان ہند کے لئے کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ یہ بل خود مسلمان خواتین کے حقوق کے خلاف ہے اور ان کی الجھنوں، پریشانیوں اور مشکلات میں اضافے کا سبب ہے،اسی طرح یہ شریعت اسلامی میں کھلی ہوئی مداخلت اور آئین ہند میں دی گئی مذہبی آزادی کی بنیادی دفعہ اور سپریم کورٹ کے تین طلاق کے سلسلہ میں دیے گئے حالیہ فیصلے مؤرخہ ۲۲/۸/۲۰۱۷ء کے خلاف ہے۔ یہ بات بھی واضح رہنی چاہئے کہ اس بل کے مشمولات متضاد ہیں ، جہاں ایک طرف اس بل میں تین طلاق کے بے اثر اور باطل ہونے کی بات کہی گئی ہے وہیں تین طلاق کو جرم قرار دے کر تین سال کی سزا اور جرمانہ کی بات موجود ہے،سوال یہ ہے کہ جب تین طلاق واقع ہی نہیں ہوگی تو اس پر سزا کیوں کر دی جاسکتی ہے۔

اس بل کی دفعات ۴-۵-۶-۷ ملک میں پہلے سے موجود قوانین (مثلا Guardian and wards Act وغیرہ) سے ٹکراتی ہیں اور دستور ہند کی دفعہ ۱۴-۱۵ کے خلاف ہیں کیونکہ اس بل میں ان مسلمان عورتوں کو جن کو بیک وقت تین طلاق دی گئی ہو اور دیگر مسلم خواتین میں بغیر کسی جواز کے تفریق کی گئی ہے اور شوہر کو مجرم قرار دیے جانے کے سلسلہ میں خود اس کی منکوحہ کی مرضی اور منشا کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے، حد تو یہ ہے کہ بچوں کی فلاح وبہبود کے معاملہ پر سرے سے توجہ ہی نہیں دی گئی ہے۔

یہ بات حیران کردینے والی ہے کہ جس کمیونٹی کے بارے میں یہ بل پیش کیا گیا ہے نہ اس کے ذمہ داران اور قائدین سے مشورہ لیا گیا اور نہ کسی مسلم تنظیم اور ادارے سے رابطہ کیا گیا اور نہ خواتین کے معتمد اداروں سے مشورہ کیا گیا،اس لئے اس بل کے سلسلہ میں ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت ابھی اس مجوزہ بل کو پارلیمنٹ میں پیش نہ کرے بلکہ اگر ضرورت محسوس کی جائے تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم خواتین کی صحیح نمائندگی کرنے والی تنظیموں اور اداروں سے مشورے کے بعد ایسا بل پیش کیا جائے جو خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے والا،شریعت اسلامی اور آئین ہند سے مطابقت رکھنے والا ہو۔

چونکہ یہ بل شریعت اسلامی اور آئین ہند دونوں کے خلاف ہے، نیز مسلم خواتین کے حقوق کو متاثر کرنے والا ہے اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس کے سدباب کی کوششیں شروع کر چکا ہے اور آنے والے دنوں میں بھی ہر سطح پر بھرپور کوشش کرے گا، انشاءاللہ۔

مسلمانان ہند کے ان احساسات سے صدر محترم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وزیراعظم ہند کو باخبر کریں گے۔

- ۲۴/دسمبر ۲۰۱۷ءکی مجلس عاملہ میں یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ صدر محترم اس بل کی خامیوں پر وزیراعظم ہند کو جلد ہی ایک خط لکھیں گے۔ چنانچہ اس تجویز کی روشنی میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم کا درج ذیل مفصل خط ۲۵/دسمبر ۲۰۱۷ءکو وزیراعظم اور ممبران پارلیامنٹ کے نام بھیجا گیا۔اس خط کی اصل جو انگریزی زبان میں ہے وہ مجلس عاملہ کی کارروائی میں شامل ہے اور وہ مکمل کارروائی مجلس عاملہ اس شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ افادہ عام کی غرض سے یہاں پر اس کا صرف اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے:

بخدمت جناب نریندر مودی صاحب
وزیراعظم ہند
نئی دہلی

جناب عالی،

مسلم خواتین (شادی کے حقوق کا تحفظ) بل ۲۰۱۷ء کے تعلق سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے ذریعہ لئے گئے فیصلہ کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ میں ہونے والی گفتگو اور فیصلوں کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

1۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے مذکورہ بل کی مختلف دفعات کا جائزہ لیا اور وہ یہ محسوس کیا گیا کہ

I۔ مجوزہ بل کے نتائج بالعموم مسلم خواتین کے مفاد کے خلاف ہیں اور اس سے مطلقہ خواتین اور ان کے خاندان کے لئے نقصان کا باعث ہے۔ یہ شریعت کے اصولوں کے بھی خلاف ہے اور مسلم پرسنل لا میں مداخلت ہے۔

II۔ بل کی مجوزہ دفعات دوسرے جاریہ قوانین میں دئے گئے قانونی دفعات کے بھی خلاف ہیں لہذا غیر ضروری ہیں۔ گھریلو تشدد سے متعلق قانون ۲۰۰۵ء اور گارجین شپ اینڈ وارڈس ایکٹ اور مجموعہ ضابطۂ فوجداری (Cr.P.C) پہلے سے موجود ہیں۔

III۔ مجوزہ بل میں درج احکامات، مذہبی اکائیوں کو آئین ہند میں فراہم کی گئی ضمانتوں میں بھی مداخلت ہیں۔

IV۔ یہ عدالت عظمی کے ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کے فیصلہ کی روح کے بھی خلاف ہے۔

2۔ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کے لئے ہم بل کی چند قابل اعتراض دفعات کا ذیل میں حوالہ دیتے ہیں:

(a) دفعہ ۲ میں لفظ ''طلاق'' کی دی گئی تعریف، ''طلاق بدعت'' سے تجاوز کرتی ہے جبکہ، عزت مآب عدالت عظمی نے صرف طلاق بدعت کو ہی مسترد کیا تھا، مجوزہ تعریف طلاق بائن وغیرہ کو بھی شامل کر سکتی ہے، جس کو عدالت عظمی نے غیر قانونی قرار نہیں دیا ہے، مگر، طلاق بائن کو بل کی دفعہ (b)2 میں استعمال کے گئے الفاظ ''یا طلاق کی کوئی اور مماثل شکل جس سے فوری اور غیر رجعی طور پر طلاق واقع ہوتی ہو'' کے معنی میں شامل ماننے سے بل کی دفعہ (b).2 مع دفعہ 3 کا اثر طلاق بائن وغیرہ کو بھی باطل اور غیر قانونی قرار دینا ہو سکتا ہے۔

(b) طلاق بدعت کے ''غیر مؤثر عمل'' کو جسے کہ عدالت عظمی کے ذریعہ غیر قانونی قرار دیدیا گیا ہے اور جو کہ ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء عدالت عظمی کے فیصلہ کے ذریعہ صحیح تسلیم نہیں کیا گیا ہے اس کو بل کی دفعہ ۴ کے ذریعہ سنگین قسم کے تعزیری جرم میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ جس کے لئے ۳/سال تک کی سخت سزائے قید کا دینا عورت اور اس کے بچوں کو نفقہ سے مکمل طور پر محروم کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو کسی بھی طرح عورت اور اس کے بچوں کے مفاد میں نہیں کہا جا سکتا ہے۔

(c) اس طرح کی تمام مطلقہ عورتوں کو نابالغ بچوں کی حضانت (custody) دئے جانے کا قانون میں، بچے کی فلاح وبہبود کے بنیادی اصول کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے اور اس سلسلہ میں شائرہ بانو کے مقدمہ کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے۔

(d) مجموعہ ضابطۂ فوجداری (Cr.P.C) کو نافذ کرتے وقت بدکاری (adultory) کے تعلق سے موجودہ قانون کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے اور اس طرح کا مقدمہ کسی تیسرے کے اقدام پر متاثرہ عورت کی مرضی کے خلاف بھی کیا جا سکتا ہے جس کا کہ خود اس عورت پر منفی اثر پڑیگا۔

3۔ بل کا مسودہ تیار کرتے وقت قانون سازی کے پارلیمانی طریقہ کو بھی نہیں اپنایا گیا ہے۔ متعلقین/ متاثرہ فریقوں/ خواتین کی تنظیموں سے، ''غیر موثر طلاق'' کے سلسلہ میں قانون سازوں کے سامنے حقیقی صورتحال اور مجوزہ قانون کے منفی اثرات اور عورتوں اور بچوں کی فلاح وبہبود کو پیش کرنے کے لئے مشورہ نہیں کیا گیا۔

4۔ مذکورہ امور کے پیش نظر، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مرکزی حکومت سے اصرار کرتا ہے کہ موجودہ بل کو پارلیمنٹ میں پیش نہ کرے اور اگر حکومت اس طرح کا قانون بنانا ضروری سمجھتی ہے تو حکومت آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور مسلم خواتین کی حقیقی نمائندہ تنظیموں وغیرہ سے لازمی طور پر مشورہ کرے اور صرف اسی صورت میں، آئینی ضمانتوں اور عدالت عظمی کے فیصلہ ۲۲/اگست ۲۰۱۷ء کی روشنی میں بل تیار کیا جائے۔

5۔ چونکہ مجوزہ قانون تمام مسلمانوں کو متاثر کرے گا، اور اس کا اثر مسلم خواتین اور بچوں پر منفی پڑے گا اور یہ آئین ہند کی دفعہ 25 میں فراہم کردہ حقوق اور بنیادی حق مساوات میں مداخلت ہے، اس لئے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس بل کی ہر سطح پر مخالفت کریگا اور عوام میں بیداری پیدا کرے گا۔

لہٰذا، آپ سے گذارش ہے کہ اس بل کو آگے نہ بڑھائیں بلکہ اس بل کو واپس لے لیں اور اگر آپ کی حکومت اس سلسلہ میں قانون سازی کو ضروری خیال کرتی ہے تو آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اور ان مسلم خواتین تنظیموں سے جو مسلم عورتوں کی حقیقی نمائندہ ہیں، لازمی طور پر مشورہ کیا جانا چاہئے۔

شکریہ،

بہترین خواہشات کے ساتھ،

سید محمد رابع حسنی ندوی

صدر

۲۵/دسمبر ۲۰۱۷ء

- طلاق ثلاثہ سے متعلق بل کے منظر عام پر آتے ہی مسلم پرسنل لا بورڈ اس بل کو روکنے کی ہر ممکن کوششوں میں مصروف رہا اور یہ بل ۲۸/دسمبر ۲۰۱۷ء کو لوک سبھا میں پیش ہو کر منظور بھی ہو گیا بورڈ نے اپنی کوششیں جاری رکھیں تا کہ راجیہ سبھا میں یہ منظور نہ ہو سکے، بورڈ خاموشی کے ساتھ کوششیں کرتا رہا اور یہ بل ۳/جنوری ۲۰۱۸ء کو راجیہ سبھا میں پیش ہوا تو ارکان راجیہ سبھا نے کھل کر مخالفت کی اور سلیکٹ کمیٹی کو بھیجنے پر مصر رہے۔ اسی پس منظر میں اور بورڈ کی اب تک کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں دفتر بورڈ دہلی کی طرف سے حسب ذیل مفصل اخباری بیان ۳/جنوری ۲۰۱۸ء کو جاری کیا گیا:

طلاق ثلاثہ بل کے سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوششیں جاری

طلاق ثلاثہ بل کے راجیہ سبھا سے منظور نہ کئے جانے کے سلسلہ میں آل انڈیا

مسلم پرسنل لا بورڈ کی کوششیں جاری ہیں اور ارکان راجیہ سبھا سے ملاقاتوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور اس بات کی پوری کوششیں کی جارہی ہے کہ یہ بل سلیکٹ کمیٹی کے سپرد ہوجائے۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے اس مسئلہ پر کی جانے والی کوششوں کے تعلق سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دہلی دفتر کے آفس سکریٹری مولانا ڈاکٹر وقارالدین لطیفی نے اخباری بیان جاری کرکے بتایا کہ گذشتہ کئی دنوں سے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدرمحترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب اور جنرل سکریٹری حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت کے مطابق ملک بھر میں مختلف سیاسی پارٹیوں کے قائدین سے بورڈ کی طرف سے مسلسل ملاقاتوں اور گفتگو کا سلسلہ جاری ہے۔

بورڈ کے سکریٹری مولانا محمد فضل الرحیم مجددی صاحب، ترجمان بورڈ مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی صاحب اور بورڈ کی ویمنس ونگ کی سربراہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ پر مشتمل مسلم پرسنل لا بورڈ کا ایک سہ رکنی مؤقر وفد نے یکم جنوری ۲۰۱۸ء کو چنئی جاکر تامل ناڈو کے وزیر اعلیٰ اور A.I.D.M.K کے لیڈر سے اور .D.M.K کے ورکنگ پریسیڈینٹ ایم۔ کے۔ اسٹالن سے ملاقات کرکے انھیں مجوزہ قانون کے بارے میں اپنے موقف سے آگاہ کیا، اور ان سے یہ اپیل کی کہ وہ اس بات پر زور دیں کہ اس بل کو سلیکٹ کمیٹی میں بھیجا جائے تاکہ وہاں اس کا تفصیلی جائزہ لے کر اس کی خامیوں کو دور کیا جاسکے۔

دونوں لیڈروں نے وفد کو یقین دلایا کہ وہ یہی موقف اختیار کریں گے۔ ان دونوں ملاقاتوں میں چنئی کی خاتون رکن بورڈ محترمہ فاطمہ مظفر صاحبہ بھی شریک تھیں۔ یکم جنوری ۲۰۱۸ء ہی کی شام بورڈ کا یہ مؤقر وفد دہلی پہنچا اور دیر رات تک کچھ ممبران پارلیمنٹ سے ملاقاتیں کیں پھر ۲؍جنوری کو پارلیمنٹ ہاؤس جاکر راجیہ سبھا میں اپوزیشن لیڈر جناب غلام نبی آزاد کے دفتر میں کانگریس کے سینئر لیڈران جن میں اپوزیشن لیڈر کے علاوہ کپل سبل، احمد پٹیل، کے رحمان خان، آنند شرما اور مسلم لیگ کے عبدالوہاب بھی موجود تھے۔ تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وفد کے ارکان نے بہت تفصیل کے ساتھ اس بل کی ان خامیوں کی نشان دہی کی۔ جن کی وجہ سے یہ مجوزہ قانون دستور ہند کے بھی خلاف ہے نیز سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ اور خواتین کے حقوق کے بھی خلاف ہے۔ تمام لیڈروں نے وفد کے ارکان کو یقین دلایا کہ اس بل کو اس حالت میں راجیہ سبھا میں پاس نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اور اسے سلیکٹ کمیٹی میں ضرور بھیجوایا جائے گا۔ وفد نے ۲؍جنوری کو .D.M.K کی فلور لیڈر کنی موزی سے، تیلگو دیشم کے راجیہ سبھا میں فلور لیڈر سی، رمیش نائیڈو سے، ترنمول کانگریس کے فلور لیڈر ڈیرک اوبرین سے بھی گفتگو کی، .R.J.D اور سماجوادی پارٹی کے لیڈروں سے بھی رابطہ کیا گیا اور آج بھی رابطہ اور گفتگو کا سلسلہ جاری ہے۔ بورڈ کے جنرل سکریٹری مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مختلف سیاسی قائدین سے اس سلسلہ میں براہ راست رابطہ میں ہیں۔

اسی دن کلکتہ میں رکن بورڈ مولانا ابوطالب رحمانی کی قیادت میں بورڈ کے ۱۲؍رکنی وفد نے سینئر کابینی وزیر سے ملاقات کرکے بورڈ کے موقف سے انھیں آگاہ کیا۔ اور ان سے اپیل کی وہ وزیر اعلیٰ کو بورڈ کے موقف سے آگاہ کریں اور ان تک بورڈ کا موقف اور اپیل پہونچائیں کہ راجیہ سبھا میں ان کی پارٹی کے ممبران اس بل کو موجودہ شکل میں پاس نہ ہونے دیں اور اسے سلیکٹ کمیٹی میں بھیجوائیں۔

وفد کے ارکان کے بیان کے مطابق انہیں امید ہے کہ اپوزیشن پارٹیاں اپنے مبینہ موقف پر قائم رہیں گی اور بی جے پی اور آر۔ ایس۔ ایس کی طرف سے پڑنے والے کسی دباؤ کے زیر اثر نہ آکر پوری دیانت داری کے ساتھ راجیہ سبھا میں اپنے موقف کا اظہار کریں گی۔

● مؤرخہ ۲۴؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں منعقدہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹریز کی میٹنگ میں یہ بات طے پائی تھی کہ سوشل میڈیا کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو عام کرنے، شریعت اسلامیہ کے محاسن اور خوبیوں کو پھیلانے، اور اسلام اور بعض قوانین شریعت کے سلسلے میں کئے جانے والے غلط پروپیگنڈے کے ازالے کی بھرپور کوشش کی جائے، اسی طرح بورڈ کی سرگرمیوں اور اس کے مختلف شعبۂ جات کی کارکردگی سے بھی لوگوں کو باخبر رکھا جائے، الحمدللہ! اس سلسلے میں پیش رفت جاری ہے، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سوشل میڈیا ڈسک کا اجراء بورڈ کے صدر محترم حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کے دست مبارک سے ہوچکا ہے، اور بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہٗ العالی کی راست نگرانی میں یہ کام آگے بڑھایا جارہا ہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سوشل میڈیا ڈسک کے زیر اہتمام سوشل میڈیا کے مختلف ذرائع ٹوئٹر (Twitter) فیس بک (Facebook) ٹیلی گرام (Telegrame) واٹس ایپ (WhatsApp) یوٹیوب (YouTube) وغیرہ پر بورڈ کا آفیشیل اکاوئنٹ (Official Account) بنالیا گیا ہے، جس کے ذریعہ بڑے پیمانے پر لوگوں تک بورڈ کا پیغام پہونچانا آسان ہوگا، باذن اللہ!

تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ اس سلسلے میں بورڈ کا بھرپور تعاون کریں، سوشل میڈیا پر بنائے گئے مختلف اکاؤنٹس سے جڑ کر بورڈ کے پیغام کو عام کرنے کا ذریعہ بنیں، اور نیچے دی گئی لنکس (Links) کو زیادہ سے زیادہ شیئر (Share) کریں۔

گذارش کنندہ
محمد عمرین محفوظ رحمانی
(سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

لنکس مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) ٹوئٹر: twitter.com/AIMPLB_Official

(2) فیس بک:
www.facebook.com//PersonalLawBoardOfficial

(3) ٹیلی گرام:
telegram.me/ALLINDIAMUSLIMPERSONALLAWBOARD

(4) واٹس ایپ براڈ کاسٹ: 8788657771

(5)یوٹیوب:

www.youtube.com/channel/UCWVMdXRur6-fxfAS9XSO6Ew

دارالقضاء کمیٹی

اس درمیان دارالقضا کمیٹی بھی بڑی سرگرم رہی اوراس کمیٹی کی ایک میٹنگ مؤرخہ ۲۸/اکتوبر ۲۰۱۷ء بمقام اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نئی دہلی میں ہوئی جسمیں اب تک کے کاموں کا جائزہ لیا گیا اور آئندہ کا لائحہ عمل طے کیا گیا، اسی طرح اس کمیٹی نے ۸/مقامات (۱) ۲۹/مارچ ۲۰۱۷ء باندہ یوپی (۲) ۳۰/مارچ ۲۰۱۷ء جھانسی یوپی (۳) ۹/اپریل ۲۰۱۷ء جے پور راجستھان (۴) ۶/اگست ۲۰۱۷ء جلگاؤں مہاراشٹر (۵) ۱۱/اگست ۲۰۱۷ء میرٹھ یوپی (۶) ۵/نومبر ۲۰۱۷ء رحیم نگر مہاراشٹر (۷) ۷/دسمبر ۲۰۱۷ء نالاسوپارہ ممبئی (۸) ۲۴/دسمبر ۲۰۱۷ء کنڈلور کرناٹک میں قائم کرنے میں کامیاب رہی۔ اوراس وقت مسلم پرسنل لا بورڈ کے تحت پورے ملک میں ۵۷/دارالقضا سرگرم عمل ہیں اور قضاۃ کی تربیت کے لئے کمیٹی کے تحت تربیت قضا کا پروگرام بھی ہوتا رہتا ہے اور قاضیوں کی تربیت کا کام بھی انجام پاتا ہے۔ اس کے تحت ۲۷/۲۸/جنوری ۲۰۱۸ء کو تربیت قضا کا ایک کیمپ برہان پور مدھیہ پردیش میں منعقد ہوا۔

تفہیم شریعت کمیٹی

تفہیم شریعت کمیٹی کی طرف سے ملک کے درج ذیل مختلف ۱۴/مقامات پر پروگرام ہوئے:

(۱) ۱۴/جنوری ۲۰۱۷ء جامعہ فلاح دارین ترکیسر (گجرات) (۲) ۱۵/جنوری ۲۰۱۷ء جامعہ اسلامیہ لوناواڑہ (پنچ محل) گجرات (۳) ۲۲/جنوری ۲۰۱۷ء جامعہ عائشہ نسواں حیدرآباد (۴) ۲۸/جنوری ۲۰۱۷ء اندور مدھیہ پردیش (۵) ۱۶/مارچ ۲۰۱۷ء ممتاز پی جی کالج لکھنؤ (۶) ۶/مئی ۲۰۱۷ء کوپا گنج مئو یوپی (۷) ۶/جولائی ۲۰۱۷ء گلبرگہ کرناٹک (۸) ۵/اگست ۲۰۱۷ء سری نگر کشمیر (۹) ۲۰/اکتوبر ۲۰۱۷ء بھوپال مدھیہ پردیش (۱۰) ۲۵/دسمبر ۲۰۱۷ء اورنگ آباد مہاراشٹر (۱۱) مارچ ۲۰۱۷ء کھتولی ضلع مظفر نگر (۱۲) ۳۰/دسمبر ۲۰۱۷ء میرٹھ یوپی (۱۳) نومبر ۲۰۱۶ء ہریانہ اور اتراکھنڈ تقریباً ۱۵/مقامات (۱۴) ۱۳/جنوری ۲۰۱۸ء ناگپور مہاراشٹر میں اسی طرح خاص طور پر خواتین کے لئے بھی درج ذیل چار مقامات پر پروگرام ہوئے:

(۱) ۲۲/فروری ۲۰۱۷ء مدرسہ اسلامیہ عربیہ سراج العلوم حشمت پیٹ حیدرآباد (۲) ۶/اپریل ۲۰۱۷ء حیدرآباد (۳) ۶/جولائی ۲۰۱۷ء گلبرگہ کرناٹک (۴) ۱۴/اکتوبر ۲۰۱۷ء مدینہ ایجوکیشن سینٹر حیدرآباد اور کمیٹی کی طرف سے وقتاً فوقتاً ورکشاپ بھی منعقد کئے جاتے ہیں کلکتہ سے اب تک مختلف مقامات پر درج ذیل ۴/ورکشاپ منعقد ہوئے:

(۱) ۲۴/۲۵/دسمبر ۲۰۱۷ء اورنگ آباد مہاراشٹر (۲) ۸/۹/اپریل ۲۰۱۷ء جامعہ الہدایۃ جےئ پور راجستھان (۳) ۲۱/۲۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء جامعہ اسلامیہ بنجاری اندور مدھیہ پردیش (۴) ۱۶/۱۷/دسمبر ۲۰۱۷ء جامعہ علوم القرآن جمبوسر ضلع بھروچ گجرات اس کے علاوہ کمیٹی کے تحت مسلم پرسنل لا کلاس کے عنوان سے بھی ایک کام کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے الحمدللہ اس درمیان درج ذیل تین مقامات پر کامیاب مسلم پرسنل لا کلاس کے عنوان سے پروگرام ہوئے:

(۱) ۱۹/نومبر ۲۰۱۷ء تلگو یونیورسٹی آڈیٹوریم باغ عامہ (حیدرآباد) (۲) ۷/جنوری ۲۰۱۷ء تلگو یونیورسٹی آڈیٹوریم باغ عامہ (حیدرآباد) (۳) ۳۱/جنوری ۲۰۱۷ء تلگو یونیورسٹی آڈیٹوریم باغ عامہ (حیدرآباد)

اصلاح معاشرہ

- دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام کئے گئے اجلاس ومیٹنگ کی مختصر رپورٹ

(۱) معاشرے میں پھیلی برائیوں کو دور کرنے کی غرض سے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ کے حکم پر پورے دہلی میں ضلع وار اصلاح معاشرہ کمیٹی کی تشکیل دی جارہی ہے۔ اب تک نریلہ، بوانہ اور علی پور دہلی میں مولانا مفتی محمد نسیم رحمانی صاحب کے زیر نگرانی اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام ۳/جولائی ۲۰۱۷ء سے ۲۰/جولائی ۲۰۱۷ء کی تاریخ میں کمیٹی تشکیل دی جاچکی ہے اور میڈیا میں عہدے داران کا اعلان بھی ہو چکا ہے۔

(۲) مولانا مفتی محمد نسیم رحمانی صاحب ناظم المعہد العالی الاسلامی نریلا دہلی کے زیر نگرانی وندے ماترم، سوریہ نمسکار اور یوگا کے نفاذ کے معاملے میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام یکم اگست ۲۰۱۷ء کو ایک خصوصی میٹنگ دہلی میں طلب کی گئی جس میں سپریم کورٹ وہائی کورٹ کے ۱۷/وکلاء اور علاقے کے ائمہ عظام ودانشوران قوم وملت نے شرکت کی تمام مہمانان کرام نے موجودہ حکومت کی غلط پالیسی پر گفتگو کرتے ہوئے یکساں سول کوڈ کی مخالفت کی میٹنگ کی۔ صدارت مولانا مصلح الدین قاسمی صاحب اور نظامت ایڈوکیٹ ایشور سنگھ نے کی۔

(۳) اتم نگر مین چوک نزد بس اسٹینڈ دہلی میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اجلاس منعقد کیا گیا اور امت کے سامنے طلاق ثلاثہ کے مسائل اور بورڈ کا موقف رکھا گیا جسے تمام سامعین نے ہاتھ اٹھا کر خیر مقدم کیا۔ یہ اجلاس ۱۲/اگست ۲۰۱۷ء کو منعقد ہوا۔

(۴) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے زیر اہتمام دین اور دستور بچاؤ تحریک کا تاریخ ساز پانچواں اجلاس جھنڈا چوک بوانہ دہلی میں بتاریخ ۱۲/ستمبر منعقد ہوا جسکی صدارت دہلی اقلیتی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر ظفر الاسلام خان صاحب نے کی اجلاس میں میڈیا رپورٹ کے مطابق پچاسی ہزار لوگوں کا مجمع تھا۔

(۵) ''طلاق ثلاثہ'' پر لوک سبھا میں بل پاس ہونے کے بعد ۳/جنوری ۲۰۱۸ء کو مفتی محمد نسیم رحمانی کے زیر نگرانی اصلاح معاشرہ کمیٹی دہلی نے علماء کرام، ائمہ عظام اور دانشوران قوم وملت کی میٹنگ طلب کی اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ لیا گیا کہ عموماً اندرون دہلی اور خصوصاً باہری دہلی کے ہر چپے اور گوشوں میں چھوٹے بڑے اجتماعات کئے جائیں تاکہ طلاق، خلع، حلال وحرام کا فرق بآسانی عوام کے سامنے واضح کئے جاسکیں۔

- لکھنؤ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی خواتین ارکان بورڈ میں سے محترمہ آمنہ رضوان صاحبہ اور محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ بہت سرگرم ہیں اور بورڈ کی ہدایتوں کے

مطابق لکھنؤ اور اس کے آس پاس پروگرام کا انعقاد کراتی رہتی ہیں محترمہ آمنہ رضوان صاحبہ کی مرتب کردہ حسب ذیل کارکردگی کی مختصر رپورٹ پیش ہے:

اللہ کا شکر واحسان ہے کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ذمہ داروں کی طرف سے ماہ نومبر ۲۰۱۶ء میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے انتخابی اجلاس (کلکتہ) کے موقع پر اس حقیرہ کو مسلم پرسنل لا بورڈ جیسے باوقار ادارہ کی رکنیت سے سرفراز کیا، اس عظیم ادارہ کی رکنیت کے لئے ذمہ داران بورڈ کا مجھ پر نظر انتخاب کے لئے بیحد ممنون ہوں ہمارے بڑوں نے جو ذمہ داری دی ہے اللہ تعالیٰ اسے پورا کرنے کی ہمت وتوفیق دے اس پورے سال میں بورڈ کی آواز پر جو کچھ کر سکی اس کی مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔

(۱) مسلم پرسنل لا بورڈ کی رکنیت میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے مگر رکنیت کے بعد شدت کے ساتھ اس بات کا احساس ہوا کہ خواتین میں کام کی بڑی ضرورت ہے ان میں کام کیا جائے لہٰذا اس میں سب سے پہلے جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ کی معلمات اور ذمہ داران خواتین کے ساتھ محترمہ سعیدہ نظام الحق صاحبہ پرنسپل جامعۃ المؤمنات کی سرپرستی میں دسمبر ۲۰۱۶ء میں ایک میٹنگ کی گئی جسمیں یہ طے کیا گیا کہ اصلاح معاشرہ اور تحفظ شریعت کے عنوان سے مہینے میں کم از کم خواتین کے دو جلسے کئے جائیں گے۔ اسی سلسلہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی دوسری خاتون رکن محترمہ نگہت پروین خانصاحبہ کی سرکردگی میں مؤرخہ ۴؍فروری ۲۰۱۷ء کو لکھنؤ میں خواتین کا ایک اہم ورکشاپ منعقد ہوا جسمیں بورڈ کے ماڈل نکاح نامہ کی اہمیت پر اس حقیرہ نے تفصیل سے روشنی ڈالی۔

(۲) ۴؍فروری کے ورکشاپ کے اگلے دن ۵؍فروری ۲۰۱۷ء کو جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ لکھنؤ میں ایک عظیم الشان کانفرنس ''تحفظ شریعت واصلاح معاشرہ'' کے عنوان سے محترمہ سعیدہ نظام الحق صاحبہ پرنسپل جامعۃ المؤمنات کی سرپرستی اور میری کنوینر شپ میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں ویمنس ونگ کی سربراہ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، رکن عاملہ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، خواتین ارکان بورڈ میں محترمہ سمیہ نسیم صاحبہ، محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ بطور خاص شریک رہیں اور ان مہمان خواتین ارکان نے اجلاس سے خطاب بھی کیا۔ جسمیں میڈیا رپورٹ کے مطابق تین ہزار سے زائد خواتین شریک ہوئیں۔ اس اجلاس کی نظامت محترمہ صالحہ رضوان مومناتی صاحبہ پرنسپل جامعہ ریاض الصالحات بھوپال نے کی۔ میں نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اولاً مہمانوں کے استقبال کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کا تعارف حاضرین کے سامنے پیش کیا اس کے بعد مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر عالی قدر کے گرانقدر خصوصی پیغام کو ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ صدر اجلاس نے پڑھ کر سنایا۔ صدر محترم نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ ''زندگی کے مختلف پہلوؤں کے سلسلہ میں دیئے گئے احکام شریعت کی حفاظت کا کام مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے، اور ان میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کرنا ہے، ان کے سلسلہ میں اگر کسی طرف سے رکاوٹ ڈالی جارہی ہو تو وہاں اس کو دور کرنے کی فکر کرنی ہے، —— بورڈ نے ایک طرف قانونی چارہ جوئی کا کام اپنے ذمہ لیا ہے تو دوسری طرف اصلاح معاشرہ کے کام کی بھی اس کو فکر ہے ان دونوں کاموں میں بورڈ اپنی توجہ صرف کرتا ہے، ملک کے سبھی مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ جن باتوں پر ان کو خود عمل کرنے میں کوئی قانونی رکاوٹ نہیں ہے، ان کو وہ خود انجام دیں تا کہ وہ اسلامی شریعت کے ماننے والے ثابت ہوں اگر ایسا مسلمان کرنے لگیں گے تو اس کے بعد صرف تھوڑے ہی معاملات ایسے رہ جاتے ہیں جن کو کرنے کے لئے حکومت یا عدالت سے رجوع کرنا پڑے —— تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کے کام کو نہایت فکرمندی اور اہتمام سے انجام دیا جائے اور مرد وخواتین کو اس مسئلہ سے واقف کرایا جائے۔ اجلاس کے اختتام پر کلمات تشکر جامعہ کی پرنسپل محترمہ سعیدہ نظام الحق صاحبہ نے ادا کئے اور دعاء پر اجلاس ختم ہوا۔

(۳) ۲؍اپریل ۲۰۱۷ء کو گورکھپور شہر میں خواتین کے ایک اجلاس کے انعقاد کا انتظام کرایا گیا جسمیں بذات خود بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی اور اصلاح معاشرہ کے عنوان پر خطاب کیا۔

(۴) ۹؍اپریل ۲۰۱۷ء کو مسلم پرسنل لا بورڈ کی طرف سے سن رائز پبلک اسکول دہلی میں محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ رکن بورڈ کی سرکردگی میں تحفظ شریعت کا پروگرام منعقد ہوا جسمیں ممدوحہ ماجد صاحبہ کی دعوت پر شرکت کے ساتھ ساتھ خطاب کرنے کا موقع ملا۔ اجلاس بڑا کامیاب رہا۔

(۵) ۴؍مئی ۲۰۱۷ء کو فیروز آباد شہر میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک اصلاح معاشرہ کے تحت ایک جلسہ اصلاح معاشرہ وسیرت النبی ﷺ کے موضوع پر انعقاد کا اہتمام کرایا جسمیں خود بھی حاضر ہو کر خواتین کے بڑے مجمع کو خطاب کیا۔

(۶) ماہ مارچ ۲۰۱۷ء میں پٹر نگا بارہ بنکی میں خواتین کے اجلاس میں شرکت کی اور خطاب کیا۔

(۷) ۱۶؍اپریل ۲۰۱۷ء کو تعلیم گاہ نسواں لکھنؤ میں خواتین کا ایک اہم ورکشاپ منعقد ہوا جسمیں لکھنؤ شہر میں اصلاح معاشرہ وغیرہ کے لئے کام کرنے والی خواتین بڑی تعداد میں شریک ہوئیں۔

(۸) جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ میں اصلاح معاشرہ کے بینر تلے خواتین کا ایک ورکشاپ میری کنوینر شپ میں مؤرخہ ۱۸؍اکتوبر کو منعقد ہوا جسمیں خاتون رکن بورڈ محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ اور دہلی سے بورڈ کی ممبر محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ اور زینت مہتاب صاحبہ نے شرکت کی اور تینوں بہنوں نے اہم خطاب کیا۔

الحمدللہ وقتاً فوقتاً خواتین کے پروگراموں میں شرکت ہوتی رہتی ہے اور بورڈ کے پیغام کو عام کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے اور پروگرام کی تفصیلات کو اخباری بیان کی شکل میں بھی جاری کیا جاتا ہے۔

اسی طرح جامعۃ المؤمنات الاسلامیہ میں مسلم پرسنل لا بورڈ کی ہدایت پر خواتین میں بیداری لانے کے لئے مسلسل پروگرام ہورہے ہیں جن میں مسلم بچیوں کو نکاح طلاق اور دوسرے شرعی وعائلی مسائل تفصیل سے بتائے جاتے ہیں وقتاً فوقتاً ان موضوعات پر طالبات کے درمیان مباحثہ بھی کروایا جاتا ہے۔ اور اس کا بڑا اچھا فائدہ بھی محسوس ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ مسلم پرسنل لا بورڈ کی کاوشوں کو قبول فرمائے اور اس ادارہ کو

بری نظر سے بچائے۔آمین یارب العالمین

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تجاویز و ہدایات کے مطابق بورڈ کے رکن مولانا محمد انور اللہ فلک قاسمی صاحب نے شمالی بہار کے علاقہ میں جو خدمات انجام دے رہے ہیں ذیل میں مولانا محمد انوار اللہ فلک قاسمی کی مرتبہ رپورٹ پیش کی جارہی ہے:

طلاق ثلاثہ سے متعلق سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے تناظر میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی ''تجاویز و ہدایات'' کو عملی شکل دینے کے لئے شمالی بہار خصوصاً ضلع سیتامڑھی اور اسکے مضافات کی ایک نمائندہ میٹنگ ''ادارہ سبیل الشریعہ رحمت نگر آواپور شاہ پور کی مسجد ایمان میں مؤرخہ ۲۲/اکتوبر ۲۰۱۷ء بوقت ۱۰/بجے دن منعقد کی گئی جس میں بورڈ کی تجاویز و ہدایات کو پڑھ کر سنایا گیا اور اسکو بڑی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم بھی کرایا گیا، عملی طور پر پروقار اور سنجیدہ جلسوں کا انعقاد، قرارداد کی منظوری اور اس پر دستخط کرا کر مندرجات پتے پر ارسال کرنے کی جانب شرکاء کی توجہ بھی مبذول کرائی گئی اور اس میٹنگ میں شہر سیتامڑھی کے چند نفوس پر مشتمل افراد کو یہ ذمہ داری بھی دی گئی کہ وہ بورڈ کی ہدایات واطلاع کے مطابق شہر میں ایک مضبوط نمائندہ اجلاس منعقد کرائیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اس پیغام اور کام کو اپنے سَر لیا اور اسی وقت سے مصروف عمل رہے، خدا کا شکر ہے کہ اس میٹنگ کے بعد ہی سے گاؤں گاؤں سے لیکر دیہات وقصبات تک میں اصلاح معاشرہ اور تحفظ شریعت کے جلسوں کا انعقاد اور اس میں منتخب موضوعات پر خطاب کا سلسلہ اور قرارداد کی منظوری کا کام شروع کردیا گیا احقر راقم الحروف تمام ذیلی اجلاس میں شریک رہا۔ اجلاس کے منتظمین کی دلچسپی شرکاء کی توجہ کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ان کو بہت پہلے سے اس قسم کی کوشش کا انتظار تھا۔ اخیر میں شہر سیتامڑھی کے منتخب احباب وارباب کی بڑی کوششوں سے ایک وسیع پیمانے پر پورے ضلع کا ایک عظیم الشان نمائندہ اجلاس مؤرخہ ۱۵/نومبر ۲۰۱۷ء بمقام مدرسہ رحمانیہ مہسول بوقت بعد نماز عشاء منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں الحاج محمد نعیم احمد صاحب کے علاوہ مدرسہ رحمانیہ کے حضرات اساتذہ، طلبہ اور وہاں کی انتظامیہ نے اہم خدمات پیش کیں۔ پورے ضلع کے علماء، ائمہ، سیاسی وسماجی کارکنان نے بڑی تعداد میں شرکت کی، خواتین کا بھی بڑا مجمع تھا، اس اجلاس میں جنرل سکریٹری بورڈ حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کو شریک ہونا تھا لیکن انکی مسلسل غیر معمولی مصروفیات اور عمر وصحت کے تقاضے کے باعث شرکت نہ ہوسکی تاہم انہوں نے اپنا ایک خصوصی پیغام لکھ کر سیتامڑھی کے اجلاس کو ارسال فرمایا جسکو احقر نے بڑی تعداد میں طبع کرا کر تقسیم بھی کرایا اور پڑھ کر بھی سنایا۔ منتظمین اجلاس نے اجلاس کو خطاب کرنے کیلئے مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب رکن بورڈ اور مولانا محمد شبلی قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد اظہار الحق مظاہری صاحب، اشرف العلوم کنہواں کو مدعو کیا تھا۔ ان حضرات نے بورڈ کی ہدایات کے مطابق اچھا پیغام دیا۔ الحمدللہ اس میں مسلمانوں کا جم غفیر مسلم پرسنل لا بورڈ کے حوالے سے آپ کی بیداری پر بڑی علامت ہے۔ اس پورے پروگرام میں احقر راقم الحروف بطور تحریک ومشن کے برابر شریک رہا۔

یہ اجلاس دیر رات تک جاری رہا مسلمانوں کا جم غفیر مسلم پرسنل لا بورڈ کا پیغام سننے کے لئے ساکت وجامد رہا اور حضرت مولانا محمد اظہار الحق مظاہری صاحب کی دعاء پر اختتام پذیر ہوا۔

● بہار کے ضلع نوادہ میں تحریک اصلاح معاشرہ مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرگرمیوں کے سلسلہ میں محترم جناب قاری شعیب احمد ضلع کنویز تحریک اصلاح معاشرہ نوادہ کی طرف سے کی جانے والی کاوشوں کی ایک مختصر رپورٹ جس کو قاری شعیب احمد صاحب نے مرتب کی ہے ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

صوبہ بہار میں نوادہ مشہور ضلع ہے آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے تحت اصلاح معاشرہ تحریک کو حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی سرپرستی میں اصلاح معاشرہ کا کام ضلع نوادہ میں شروع کیا گیا، نومبر ۲۰۱۶ء تا نومبر ۲۰۱۷ء میں تحریک اصلاح معاشرہ کی جو سرگرمیاں نوادہ میں ہوتی رہی ہیں مختصر رپورٹ پیش ہے۔

تحریک اصلاح معاشرہ کیلئے عوامی رابطہ مہم چلائی گئی، اصلاحی اسٹیکرس شائع کئے گئے، اجتماعات جلسے اور کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، اس میں علاقہ کے علماء آئمہ اور دانشور حضرات کا تعاون رہا، مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک پر اکتوبر تا جنوری ۲۰۱۷ء دستخطی مہم میں پرزور انداز میں اراکین تحریک اصلاح معاشرہ نے حصہ لیا جگہ جگہ پروگرام منعقد ہوئے مساجد میں خطابات کا نظام بنایا گیا پکری برانواں، انصار نگر، کمال پور ملت کالونی رجہت بھنور میں بڑے اجلاس کا نعقاد ہوا۔ الحمداللہ دستخطی مہم کامیاب رہی ان اجلاس میں راقم الحروف کے ساتھ قاری مقصود احمد قاری شوکت مظاہری، مولانا شہادت قاسمی، قاضی ضیاء الدین مظاہری، مولانا نصیرالدین مظاہری، مولانا ارشد افضلی، مولانا اقبال احمد، قاری اسلام الحق، مولانا نظام الدین مظاہری وغیرہم نے خطاب کیا کہا کہ حکومت تین طلاق کا شوشہ چھوڑ کر اپنی ناکامیوں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کررہا ہے مسلمانوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنی زندگی کی اصلاح کریں اور اہل اللہ سے اپنا رشتہ مضبوط کریں اجلاس میں خاص بات یہ رہی کہ ہر مکتب فکر کے علماء وعوام نے شریک اجلاس ہوکر مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز پر لبیک کہا اور دستخطی مہم میں حصہ لیا الحمداللہ مہم کامیاب رہا ہے۔ ۲۴ نومبر ۲۰۱۶ء تحریک اصلاح معاشرہ نوادہ کا وفد ہسوا شیخ پورہ نرہٹ وغیرہم کا دورہ کیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بینر تلے دستخطی مہم کو مزید منظّم انداز میں انجام دینے کی کوشس کی گئی وفد میں شامل مولانا نصیرالدین مظاہری مدرس مدرسہ عظمتیہ نوادہ نے معاشرہ میں پھیلی ہوئی بے جا رسم رواج سے دوری اختیار کرنے کی تلقین کی، نکاح کو آسان بنانے اور کم خرچ پر نکاح کے عمل کو انجام دینے کی ترغیب دی مولانا ابصار مظاہری قاری اسلام الحق قاری قمر الحسن وغیرہم وفد میں شامل رہے۔

۳ دسمبر ۲۰۱۶ء مدرسہ عظمتیہ انصار نگر کے ہوسٹل میں تحریک اصلاح معاشرہ کے اراکین کی میٹنگ ہوئی، فیصلہ ہوا کہ ربیع الاول کے مہینہ میں مکمل ماہ اراکین کا مختلف علاقہ میں دورہ ہو۔ اور امت کو اس ماہ میں رائج رسم ورواج سے بچانے کی کوشش کی جائے، الحمدللہ فیصلے کے مطابق ضلع کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا گیا ربیع الاول کے مہینے میں ہونے والے رسم ورواج کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا گیا کہ ان سب غیر شرعی کاموں سے امت کی بھلائی نہیں ہوگی، سنت کی پیروی ہی میں کامیابی ہے، امت کے مابین

اجتماعی اور انفرادی گفتگو ہوئی الحمداللہ اسکے بڑے فوائد ہوئے۔ علاقہ میں دورہ کرنے والے وفد میں راقم الحروف کے ساتھ قاری مقصود احمد نعمانی امام جامع مسجد انصارنگر مولانا اقبال احمد خطیب مدینہ مسجد نوادہ قاری شوکت مظاہری امام مسجد عمر کماپور قاضی ضیاء الدین مظاہری نائب مہتمم دارالعلوم رحمانیہ بھدونی قاری شہادت حسین قاسمی امام مسجد بیت المکرّم بھدونی مولانا نصیرالدین مظاہری استاذ مدرسہ عظمتیہ نوادہ قاری اسلام الحق ھسوا مولانا عبدالقدیر قاسمی مروئی مفتی عبداللہ جاوید جامعی بکار مولانا نظام الدین مظاہری دارالعلوم رحمانیہ نوادہ مولانا ابوالکلام قاسمی وغیرہم شامل رہے۔

۲۶ جنوری ۲۰۱۷ء یوم جمہوریہ کے موقع پر تحریک اصلاح معاشرہ کے ضلع دفتر مدرسہ عظمتیہ انصارنگر میں پروگرام منعقد ہوا جسمیں ڈی ایم نوادہ ایس پی برمن کمار ایس ڈی او راجیس کمار وغیرہم کے علاوہ کثیر دانشور اور برادران وطن نے شرکت کی، پروگرام میں اکابر کے کارناموں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی، نوادہ انتظامیہ پروگرام سے بہت متاثر ہوئے۔راقم الحروف نے انتظامیہ کے سامنے مسلم پرسنل لاء بورڈ اور تحریک اصلاح معاشرہ کا تعارف اور مقاصد کو پیش کیا ڈی ایم نوادہ کوسل کمار نے کہا جان کر بہت خوشی ہوئی کہ تحریک اصلاح معاشرہ کے ذیعہ آپ لوگ انسانوں کی اصلاح کا کام کر رہے ہیں سماج سدھار کا کام ہونا چاہیے۔

۷ افروری ۲۰۱۷ء مروئی (جو ضلع کا کثیر مسلم آبادی والا گاؤں ہے) تحریک اصلاح معاشرہ کا وفد نے دورہ کیا مولانا نصیرالدین مظاہری مولانا عبدالقدیر قاسمی مولانا غیاث قاسمی الحاج فصیح احمد وغیرہم وفد میں شامل رہے ان حضرات نے اجتماعی اور انفرادی طور پر امت سے گفتگو کی کہا کہ ہم سب اپنے عمل سے ثابت کریں کہ ہم قربانی تو دے سکتے ہیں لیکن شریعت کے خلاف قانون کو کبھی قبول نہیں کر سکتے یعنی اپنے سارے معاملات میں شریعت وسنت کو داخل کریں۔

تحریک اصلاح معاشرہ ضلع نوادہ کے ذریعہ اس طرف بھی امت کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ شادی کو سنت طریقہ پر انجام دیں الحمداللہ کوشش میں کامیابی مل رہی ہے۔

اراکین تحریک اصلاح معاشرہ کے فیصلے کے مطابق ۱۱ مئی ۲۰۱۷ء شہر کے محلّہ انصارنگر۔محلّہ کمال پور۔محلّہ ملت کالونی بھدونی شریف میں دینی مجلس منعقد ہوئی جسمیں راقم الحروف کے ساتھ قاری مقصود احمد، مولانا شہادت قاسمی، مولانا شوکت مظاہری، مولانا ضیاء الدین مظاہری، مولانا نصیرالدین مظاہری وغیرہم اس موقع پر ہونے والے خرافات کی نشان دہی اپنے خطاب میں کیا امت کے افراد نے پروگرام کی بڑی اہمیت محسوس کی جس کے نتائج الحمداللہ بہت اچھے رہے۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مجلس عاملہ کے فیصلے کے مطابق ملک کے ہر گوشہ میں مرد وخواتین کیلئے اجلاس منعقد کیے جائیں اور قرارداد منظور کیا جائے یہ اطلاع جیسے ہی ملی تحریک اصلاح معاشرہ ضلع نوادہ کے اراکین کی میٹنگ بتاریخ ۷ استمبر ۲۰۱۷ء کو مکہ مسجد انصارنگر میں منعقد کی گئی، جس میں طے ہوا کہ ضلع کے ہر قصبہ اور مختلف گاؤں میں بنام تحفظ شریعت اور شریعت بیداری جلسہ منعقد کیا جائے، چنانچہ آغاز شہر کے انصارنگر دارالقرآن مدرسہ عظمتیہ میں ایک بڑا اجلاس منعقد کیا جائے اور اجلاس میں امارت شرعیہ اور مسلم پرسنل لا بورڈ کے اکابر کو شرکت کی دعوت دی جائے اور تاریخ طے ہونے پر ہر مکتب فکر کے مقامی علمائے کرام دانشور حضرات وعوام الناس مرد وخواتین کو جلسہ میں شرکت کی دعوت دی جائے، دعوت نامہ مکمل ضلع میں پہونچانے کیلئے ۲۴ حلقہ بنایا گیا اور ہر حلقے کیلئے ایک ذمہ دار بنا کر دعوت نامہ تقسیم کا نظام بنایا گیا۔

۲۴ ستمبر ۲۰۱۷ء روز اتوار کو تحریک اصلاح معاشرہ نوادہ کے زیر اہتمام مدرسہ عظمتیہ انصارنگر میں عظیم الشان شریعت بیداری اجلاس ۹ بجے صبح زیر صدارت رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا مفتی سہیل احمد رحمانی منعقد ہوا، راقم الحروف نے مسلم پرسنل لا بورڈ کے پیغام سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے کہا ضلع کے زیادہ سے زیادہ مقام پر تحفظ شریعت اجلاس منعقد کرنا ہے لہذا آپ اپنے حلقہ کے اعتبار سے دفتر تحریک اصلاح معاشرہ سے تاریخ اجلاس طے کرائیں، صدر جلسہ نے فرمایا جب جب امت پر کوئی پریشانی آئی ہے علمائے کرام آگے نظر آئے ہیں، آج بھی ہم پریشان ہیں تو اکابر مسلم پرسنل لا بورڈ ہماری رہنمائی متحد ہو کر فرما رہے ہیں، مسلمان اپنی زندگی میں تبدیلی لائے جب ہی ہم کامیاب ہو سکتے ہیں، آج ہم نے اپنے مسائل کو شریعت سے ہٹ کر انجام دینا شروع کر دیا اسی لئے ہم پریشان ہیں۔اسلام نے قرآن وحدیث کی شکل میں ہم کو قانون دیا ہے، اس سے ہٹ کر ہم زندگی نہیں گذار سکتے، اگر کوئی اس میں کسی طرح کی تبدیلی کی کوشش کرے ہم اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ہمیں اپنا قانون محبوب ہے جان سے زیادہ۔آپ عملی نمونہ بھی پیش کریں ہم شکر گذار ہیں حضرت قاری شعیب احمد اور اراکین تحریک اصلاح معاشرہ کا کہ انہوں نے مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز پر لبیک کہا اور آج اتنے بڑے مجمع کو جمع کر کے اصلاحی کوشش فرما رہے ہیں۔آپ جہاں جائیں اپنے اکابر کے پیغام سے اپنے بھائی کو آگاہ کریں، اجلاس میں ایک درجن سے زائد علمائے کرام دانشور حضرات نے خطاب کیا اجلاس میں ہزاروں مرد وخواتین نے شریک ہو کر عہد کیا کہ ہمیں کسی قیمت پر طلاق کے مسائل میں تبدیلی منظور نہیں اس سلسلے میں ایک قرارداد بھی حاضرین نے منظور کیا ۳ بجے شام مفتی سہیل احمد دارالافتاء امارت شرعیہ پٹنہ کی دعاء پر اجلاس اختتام ہوا۔

اصلاح معاشرہ مسلم پرسنل لا بورڈ ضلع نوادہ کے زیر اہتمام ضلع کے دیگر علاقوں میں پروگرام منعقد ہو رہے ہیں اب تک ضلع کے کمراوانواں بھنور۔ ھسوا۔ مغلا کھار۔ انصارنگر۔کمال پور۔ بوری۔بکرا۔ اور شیخ پورہ کے پہڑیا میں تحفظ شریعت اجلاس منعقد ہو چکے ہیں مزید کوشش جاری ہے انشاء اللہ مزید دوسرے مقامات پر بھی تحفظ شریعت اجلاس کے ذیعہ امت میں شرعی بیداری لانے کی کوشش ہو رہی ہے دعا کی درخواست ہے اللہ دین کی ہر ضرورت کے موقع پر ہم سبھوں کو استعمال فرمائے اور قبول کرے اور تحریک اصلاح معاشرہ کے کل ہند کنوینر حضرت مولانا سید محمد ولی صاحب رحمانی دامت برکاتہم کا سایہ ہم لوگوں پر تادیر قائم رکھے آمین۔

● مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کی خاتون رکن محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ اور رکن بورڈ محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی صاحبہ نے اپنی علاقائی تنظیم ''بنت حرم'' کی نگرانی میں بورڈ کی آواز پر پورے سال متحرک رہی اور جگہ جگہ خواتین میں بیداری لانے کے

لئے کام کرتی رہیں اس پورے سال کی دونوں خاتون ارکان کی درج ذیل مختصر رپورٹ پیش ہے:

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں منظور کی گئیں تجاویز کے ضمن میں خواتین وطالبات میں شریعت اسلامی کی اہمیت وافادیت کو عام کرنے کے لئے زیر اہتمام تنظیم بنت حرم زیر نگرانی محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ صدر تنظیم بنت حرم و رکن مجلس عاملہ بورڈ ورکن میرج کونسلنگ سینٹر فار مائناریٹیز گورنمنٹ آف تلنگانہ ’’بعنوان گھر گھر دستک دو شرعی قوانی اپناؤ اور اپنی دنیا وآخرت سنوارو‘‘ شہر حیدرآباد وسکندرآباد اور اطراف چند علاقہ جات میں تا حال ۴۸/ (سینتالیس) جلسوں کا انعقاد عمل میں آچکا ہے۔ جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔

خواتین وطالبات کی حمیت اسلامی اور شرعی قوانین پر انکا بھرپور اعتماد قابل دید ہے، شریعت اسلامی سے انکی اٹوٹ وابستگی اور اس پر قائم رہنے اور عمل کرنیکا عہد اس بات کا غمّاز ہے کہ ہمارے اپنے ملک ہندوستان میں شرعی قوانین کا کوئی مسئلہ نہ ہے اور نہ ہی بنے گا۔ اس سے ہم سب کے حوصلوں کو اور بھی تقویت ملی۔ ہمارا ۴۸/واں جلسہ مدینہ جونیر اینڈ ڈگری کالج میں بتاریخ ۲۵/جنوری کو ہوا۔

ان جلسوں کو محترمہ صبیحہ صدیقی صاحبہ رکن عاملہ بورڈ، محترمہ سیدہ عقیلہ خاموشی صاحبہ رکن بورڈ، محترمہ رحمت النساء فاروقی صاحبہ، محترمہ نعیم النساء فاروقی صاحبہ، سیدہ میمونہ بیگم صاحبہ، محترمہ شاکرہ صاحبہ، سیدہ زینت سلطانہ صاحبہ اور کئی مقامی خواتین نے مخاطب کیا۔

ان جلسوں کے انعقاد اور گھر گھر جا کر محلّہ واری سطح پر خواتین کو جلسوں میں شرکت کی دعوت دینا اور مختلف امور کی نگرانی محترمہ حافظہ ساجد النساء صاحبہ، محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ، محترمہ افشاں صاحبہ، محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ، محترمہ زہرہ صاحبہ، محترمہ زینب صاحبہ، محترمہ پروین سلطانہ صاحبہ، محترمہ راحت النساء صاحبہ، محترمہ فضل النساء صاحبہ، محترمہ نجمہ بیگم صاحبہ، محترمہ راشدہ بیگم صاحبہ اور متعدد خواتین نے حصہ لیا۔

جلسوں میں جن باتوں پر خواتین کو راغب کیا گیا ان میں شادی کو آسان بنانے پر زور اور طلاق میں عجلت نہ کرنے اور ایک ساتھ تین طلاق نہ دینے کا مشورہ قانون الٰہی میں تبدیلی کی قطعی کوئی گنجائش۔ تنظیم بنت حرم کی شریعت اپناؤ مہم، اسلامی قوانین میں مداخلت نا قابل برداشت، مسلمان شریعت پر عمل پیرا رہیں، مخلوق پر رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت، مسلم مرد وخواتین سماج کے لئے بہترین نمونہ بنیں، ایک دوسرے سے نفرت وعداوت، مجموعی قوت کو کمزوری کا باعث، طلاق اور خلع کے بڑھتے ہوئے واقعات اسلامی تعلیمات سے دوری کا نتیجہ، اسلامی طرز زندگی ہی میں سدھار، طلاق شریعت اسلامی کا حصہ اسمیں کسی کو مداخلت کا حق نہیں، شرعی قوانین میں مسلم خواتین محفوظ ہیں۔

ویمنس ونگ

- مسلم پرسنل لا بورڈ کی ویمنس ونگ کے پورے سال ۲۶/ پروگرام (۱) ککندا آندھرا پردیش ۲۴/نومبر ۲۰۱۶ء (۲) کریمیہ لائبریری ممبئی ۸/دسمبر ۲۰۱۶ء (۳) بی آئی ایف ٹی آڈیٹوریم بنگلور ۱۱/دسمبر ۲۰۱۶ء (۴) ایوان غالب نئی دہلی ۲۹/جنوری ۲۰۱۷ء (۵) دیوبند یوپی ۲/فروری ۲۰۱۷ء (۶) جامعۃ المومنات لکھنؤ ۵/فروری ۲۰۱۷ء (۷) آسنسول مغربی بنگال ۱۸/فروری ۲۰۱۷ء (۸) گوا ۵/جگہ یکم، ۲، ۳/مارچ ۲۰۱۷ء (۹) سنبھل یوپی ۱۷/مارچ ۲۰۱۷ء (۱۰) رامپور یوپی ۱۸/مارچ ۲۰۱۷ء (۱۱) قیصر باڈی اندور ایم پی ۲۹/مارچ ۲۰۱۷ء (۱۲) اجین ایم پی ۳۰/مارچ ۲۰۱۷ء (۱۳) جے پور راجستھان ۹/اپریل ۲۰۱۷ء (۱۴) پونے مہاراشٹر ۳۰/اپریل ۲۰۱۷ء (۱۵) گلبرگہ کرناٹک ۱۶/جولائی ۲۰۱۷ء (۱۶) اٹاوہ یوپی ۱۲/اگست ۲۰۱۷ء (۱۷) انڈیا اسلامک کلچرل سینٹر نئی دہلی ۱۳/اگست ۲۰۱۷ء (۱۸) بھوپال ایم پی ۱۱/ستمبر ۲۰۱۷ء (۱۹) بنگلور کرناٹک ۲۳/ستمبر ۲۰۱۷ء (۲۰) بیلاری سندھنور رائچور ۲۴/ستمبر ۲۰۱۷ء (۲۱) میل وشارم تامل ناڈو ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۷ء (۲۲) بھونیشور اڑیسہ ۱۱/نومبر ۲۰۱۷ء (۲۳) کٹک اڑیسہ ۱۲/نومبر ۲۰۱۷ء (۲۴) حیدرآباد ۲۵/نومبر ۲۰۱۷ء (۲۵) ملی ماڈل اسکول اوکھلا نئی دہلی ۲۸/جنوری ۲۰۱۸ء (۲۶) کانسی ٹیوشن کلب رفیع مارگ دہلی اور سات مقامات پر (۱) حیدرآباد ۲۹/دسمبر ۲۰۱۶ء (۲) ممبئی ۲۲/جنوری ۲۰۱۷ء (۳) لکھنؤ ۴/فروری ۲۰۱۷ء (۴) کولکاتا ۱۹/فروری ۲۰۱۷ء (۵) جے پور ۸/اگست ۲۰۱۷ء (۶) بنگلور ۲۳/ستمبر ۲۰۱۷ء (۷) پٹنہ ۳۰/دسمبر ۲۰۱۷ء بڑے ورکشاپ ہوئے۔

کئی اجلاس اور ہوئے اور بروقت خبر نامہ میں شائع بھی کئے گئے لیکن مکررات سے بچتے ہوئے یہاں صرف ان پروگراموں کی سرگرمی دی جارہی ہیں جو اکتوبر ۲۰۱۷ء سے جنوری ۲۰۱۸ء تک ہوئے ہیں۔

(۱) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے تامل ناڈو چنئی میں خواتین کا مشاورتی اجلاس بتاریخ ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۷ء بمقام صوما آڈیٹوریم صبح ۱۰/بجے دن منعقد ہوا۔ اجلاس میں شہر چنئی کے سماجی، دینی، اصلاحی تنظیموں کے ذمہ دار خواتین نے شرکت کی۔ محترمہ فاطمہ مظفر صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے افتتاحی کلمات پیش کئے۔ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ مسؤلہ ویمنس ونگ نے تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ کی سرگرمیوں کو وسعت دینے کی ضرورت پر زور دیا اور مقامی خواتین کو اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔ اجلاس میں سماجی صورتحال، دینی تنظیموں کی کوشش، اصلاح معاشرہ کی اہمیت، دار القضا کی ضرورت، اتحاد ملت جیسے اہم امور طئے کئے گئے۔ محترمہ پروین پاپا چیر پرسن اصلاح معاشرہ کمیٹی چنئی نے شکریہ ادا کیا۔

(۲) نئی دہلی: ۲۷/اکتوبر ۲۰۱۷ء

میل وشارم میں ویمنس ونگ (شعبہ خواتین) آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے ایک روزہ سیمینار کا انعقاد بتاریخ ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز جمعرات کے ایچ گرلس میٹریکولیشن اسکول میں دو پہر ۲/بجے منعقد ہوا۔

سیمینار کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محترمہ اے امیر النساء صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ چنئی نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ انہوں نے میل وشارم میں علماء کی جانب سے اصلاح معاشرہ اور تحفظ شریعت کی کوششوں پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ اس علاقے میں دینی وعصری ملی اداروں کی جانب سے مستقل کوششیں جاری ہیں، خواتین میں

دین اور شریعت کی محبت بے انتہاء پائی جاتی ہے، انہوں نے مسلم پرسنل لا بورڈ کا تعارف پیش کیا اور ویمنس ونگ کی جانب سے پہلا پروگرام تامل ناڈو میں منعقد کرنے پر بورڈ کے ذمہ داروں کو سراہا۔

مولانا مفتی شفیق احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم بڑودہ گجرات نے افتتاحی کلمات پیش کیے، قرآن کی آیتوں کی روشنی میں زندگی گذارنے شریعت کی اہمیت کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا ڈر تقویٰ کی صفت اپنے اندر پیدا کریں، آخرت کی فکر کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ شریعت ایک نعمت ہے اس کی قدر کریں۔

محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ مسؤلہ شعبہ خواتین آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے خصوصی خطاب میں موجودہ حالات پر روشنی ڈالی اور کہا کہ آئے دن شریعت اسلامی کو نشانہ بنایا جارہا ہے۔ طلاق کا مسئلہ، کبھی فتووں کو لیکر کبھی حجاب، داڑھی، ٹوپی کبھی مدارس، قبرستان کو لیکر مسلسل مسلمانوں کو ہدف بنایا جارہا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے لئے ضروری بن جاتا ہے کہ ہم حالات سے واقف ہوں اور جو حملے شریعت پر ہورہے ہیں اسکا منہ توڑ جواب دیں، شریعت اللہ اور اس کے رسولؐ کا دیا ہوا قانون ہے اور اس میں پوشیدہ حکمت کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کے دل میں ایمان ہو۔

شریعت اسلامی میں خواتین کو باعزت مقام بحیثیت ماں، بہن بیٹی، بیوی کے عطا کیا گیا۔ دنیا کا کوئی قانون کوئی تہذیب، عدالت عورت کو وہ مقام نہیں دے سکتا جو اسلام نے اسے دیا ہے۔

آج جب دشمنان اسلام شریعت کو نشانہ بنارہے ہیں اور خواتین کی ہمدردی کا نعرہ دے رہے ہیں، ایسے وقت میں یہ ہماری دینی ملی ذمہ داری ہے کہ شریعت کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوں۔ تحفظ شریعت اصلاح معاشرہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ تحفظ شریعت کے دو طریقے ہیں، ایک تو اس ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے جو حقوق ہیں اسکے تحفظ کے لئے عدالت میں کوشش کی جائیں، دوسرا طریقہ نفاذ شریعت ہے۔ ہمارے سماج اور معاشرہ گھر اور خاندانوں میں شریعت کی پابندی کو یقینی بنایا جائے۔ حقوق کی ادائیگی چاہے وہ شوہر کے حقوق ہوں یا بیوی کے، والدین کے حقوق اور اولاد کے حقوق اسکے سلسلے میں عوامی بیداری کی ضرورت ہے۔ حقوق کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

مسلم معاشرہ میں تقویٰ کی صفت کو بڑھانا ہے اور تقویٰ نیکی کی بنیادوں پر ہمیں اپنے معاملات، رشتے اور تعلقات بنانے چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی نظر میں سب سے بہترین انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔ جس کے اندر تقویٰ ہو۔ آج کا دور مادہ پرستی کا دور ہے، ہمارے سماج پر مغربی تہذیب کی یلغار اور باطل تہذیب کے اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ عقائد، افکار، اخلاق، آداب زندگی کو خالص قرآن اور حدیث کی روشنی میں مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اجلاس میں ۵؍ہزار سے زائد خواتین اور طالبات موجود تھیں۔ محترمہ ہاجرہ صاحبہ کی دعاء پر اجلاس اختتام عمل میں آیا۔

(۳) ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے

اڑیسہ کے شہر بھوبھنیشور و کٹک میں اجلاس عام بعنوان ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ''

نئی دہلی: ۱۱؍نومبر ۲۰۱۷ء

ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین و طالبات کیلئے دو دن 11/، اور 12/ نومبر، 2017، بروز: ہفتہ اور اتوار، اڑیسہ کے شہروں اور اضلاع میں اجلاس عام بعنوان ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ'' منعقد ہوئے۔

اجلاس عام کے پہلے دن، بھوبھنیشور کی خواتین و طالبات کیلئے اجلاس عام بعنوان ''تحفظ شریعت اور اصلاح معاشرہ'' 11/ نومبر، بروز: ہفتہ، بوقت: 30-10 بجے دن تا 1 بجے، دوپہر، بمقام: روٹری بھون، یونٹ 9، بھوبھنیشور میں اور دوپہر 2 بجے تا 5 بجے شام بمقام: امارات الشریعہ، سوتاھات، کٹک میں اجلاس عام منعقد ہوئے۔

اجلاس کا آغاز محترمہ عائشہ زرین صاحبہ کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔ کنوینز اجلاس عام محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے افتتاحی کلمات میں اصلاح معاشرہ کی ضرورت و اہمیت، اڑیسہ کے سماجی صورتحال، جہیز کا مسئلہ، مہر کی اہمیت، طلاق کی اجازت اور مطلقہ خواتین کا مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ انھوں نے بھوبھنیشور اور کٹک میں اصلاح معاشرہ کمیٹی (برائے خواتین) کے قیام کی ضرورت پر زور دیا۔ اور خواتین سے اپیل کی کہ وہ اس کیلئے وقت نکالیں۔

اعزازی مہمان محترمہ زینت مہتاب صاحبہ، رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، نئی دہلی نے ''اصلاح معاشرہ'' کے عنوان پر مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کا گہرائی سے مطالعہ کرنے سے ہمیں اصلاح معاشرہ کے کاموں میں بڑی مدد ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کی بناء پر ہی سماج میں ایک عظیم انقلاب برپاء کیا تھا۔ انھوں نے اس یہودی خاتون کے واقعہ کو بیان کیا جو آپ ﷺ پر روزانہ کچرا ڈالتی تھی، جب دو تین دن آپ ﷺ پر کچرا ڈالنے میں وقفہ آیا تو آپ ﷺ کو اس خاتون کی فکر ہوئی، آپ ﷺ کو جب اس کے بیمار ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ اسکی عیادت کو پہنچ گئے۔ اس کا اثر اس یہودی خاتون پر اتنا زیادہ ہوا کہ وہ تائب ہوکر اسلام کے دامن رحمت میں داخل ہوگئی۔۔ یہ ہے ہمارے نبی پاک ﷺ کا اخلاق و کردار۔

اسلام اخلاق سے پھیلا ہے۔ انھوں نے سورہ حجرات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہم مسلمان اپنی اور اپنے معاشرے کی اصلاح کریں۔ اپنے اخلاق کو سنواریں۔ جھوٹ، بدگوئی، غیبت، چغلی، بدگمانی سے بچیں، ہم سچی توبہ کریں، اسلام کی تعلیمات پر عمل کریں۔ قرآن کریم اور احادیث سے قریب ہوں۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت ہے۔ رسول اللہؐ رحمۃ اللعالمین بنکر آئے، سارے عالم کیلئے وہ سراپائے رحمت ہیں۔ ہم خیر امت ہیں۔ ہم پر ذمہ داری ہے کہ یہ تعلیمات سب تک عام کریں۔ اصلاح معاشرہ اور تحفظ شریعت کے پروگرامس سارے ملک میں منعقد ہورہے ہیں۔ اسکا حصہ بنیں اور اپنی اور معاشرہ کی تربیت کیلئے یکسو جائیں۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے دونوں جگہ خواتین و طالبات کو ''اصلاح معاشرہ کے کام میں ہم خواتین کیا

رول ادا کرسکتی ہیں'' کے عنوان پر قرآنی آیات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نیکیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے اور ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم کو ایک اچھی امت بنایا، بہترین امت بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو لقب دیا ہے وہ خیر امت کا ہے، تو یہ ایک ایسی امت ہے جو دوسروں تک خیر و بھلائی کو پھیلانے کا کام کرنا ہے۔ خیر کے معنی ہیں نیکی کا کام کرن، بھلائی کا کام کرنا، فائدے کا کام کرنا، یعنی کہ خود اپنے بھی فائدہ کا کام کرنا اور دوسروں کے فائدے کا بھی کام کرنا ہے۔ ہر ایک کی بھلائی اور بہتری کا کام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ذمہ داری ہم پر آپ پر ڈالی ہے، ہم اسی لئے بھیجے گئے ہیں۔ اور ایک کام جو اللہ تعالیٰ نے ہم پر ڈالی ہے' وہ ہے برائی سے روکنا، یعنی نہی عن المنکر کا کام کرنا ہے۔ یعنی جہاں تم یہ دیکھو جھوٹ ہے، غلط ہے، ناانصافی ہے، سماج میں نابرابری ہے، ظلم و زیادتی ہے، جو طاقتور ہے کمزور پر ظلم کررہا ہے، جو پیسے والا ہے، وہ امیر بنتے جارہا ہے، جو غریب ہے وہ دبتا جارہا ہے، جو ہمارے وسائل ہیں، ریسورسس ہیں، وہ کچھ لوگوں تک محدود ہیں۔ باقی لوگ اس سے فائدہ نہیں پہچاتے ہیں انسان انسان پر ظلم کررہا ہے، یہ سب چیزیں جو سماجی ناانصافی کی ہیں، ظلم و بربریت کی ہیں، جہاں پر کمزور طبقوں پر ظلم ہورہا ہے، چاہے وہ اس زمانے، اس دور میں جب آپ ﷺ مبعوث کئے گئے تھے، تو اس دور میں جو یتیم کمزور تھے، عورتیں کمزور تھیں تو اس زمانے میں آپ ﷺ کا جو انقلاب تھا، پیغام تھا اس نے ایسی تبلیغ کی کہ تمام پچھڑے طبقے تھے، کمزور طبقے تھے، انکو انکا حق دیا گیا۔ ان کے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا گیا۔ انکو سماج میں برابری کا، باعزت اور باوقار مقام دیا گیا۔ اسطرح اللہ تعالیٰ نے جو خیر امت کا کام ہم کو دیا بھلائی کو پھیلائیں، خیر کو پھیلائیں، لوگوں کے کام آئیں۔ برائی دیکھیں تو برائی کو روکیں۔ اور یہ سب کام اس لئے نہیں کہ لوگ ہم کو ایواڈ دیں، میڈل دیں، یا پھولوں کا ہار پہنائیں، جی نہیں، ہم کو یہ کام اس لئے کرنا ہیکہ ہمارا ایمان اللہ پر ہے، اللہ کو راضی کرنے کیلئے کرنا ہے۔ یہ کام بھی اسی طرح کرنا ہے، جیسا نماز پڑھنا ہے، روزہ رکھنا ہے، زکوٰۃ دینا ہے، حج کرنا ہے۔ یہ سب کام ثواب کے ہیں۔ اسی طرح خیر کا کام بھی ثواب کا ہی کام ہے۔ آج جب ہم یہاں خواتین جمع ہوئے ہیں، یہ جلسہ رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا کام دیا ہے، ہماری ذمہ داری کیا ہے۔

انھوں نے کہا کہ آج جب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں، ٹی وی میں دیکھتے ہیں، تو بات یہ چلتی ہیکہ مرد و عورت میں برابری نہیں ہے۔ ناانصافی ہے، جنڈر جسٹس نہیں ہے،، بلکہ عورتوں پر ظلم ہورہا ہے، کہیں یہ گھروں میں عورتیں گھریلو تشدد کا شکار ہے،، کہیں پر جہیز کا مسئلہ ہے، کہیں پر عورت باہر پڑھنے جاتی ہے، یا کمانے جاتی ہے تو سرکھشا کا مسئلہ ہے۔ بچیاں اسکول میں پڑھنے جاتی ہیں، اسکولوں میں پڑھائی نہیں ہوتی، سماجی صورتحال، معاشی صورتحال گھروں اور خاندانوں میں عورت کا مقام کیا ہے، ہم اس ملک میں رہتے ہیں۔ تمام مذہبوں کی سماجی صورتحال کو اگر ہم دیکھیں تو سب بڑا مسئلہ اسکے مقام و مرتبہ کا ہے، ہر مذہب میں عورت کے تحفظ اور سرکھشا کا ہے، عورتوں کے حقوق کے بارے میں باتیں تو بہت کی جاتی ہیں مگر اسکا نفاذ کسی بھی مقام پر صحیح اور بہتر طریقے پر نہیں ہو پاتا ہے۔ ایسے میں ہم خواتین میں بیداری آنا لازمی ہیں، ہم اپنی ذمہ داری کو سمجھیں، گھر، خاندان، معاشرہ اور ملک میں ایک صحیح تبدیلی لانے کی کوشش کریں۔ ہم مسلمان ہر سطح پر پچھڑے پن کا شکار ہیں، سماجی، معاشی، تعلیمی، سماجی و تمدنی اور غریبی، ہر سطح پر ہم میں پچھڑا پن کا شکار ہیں۔ اس سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہیکہ ہم اپنے آپ کو پہنچانے، اپنی توانیاں اصلاح معاشرہ کے کام میں صرف کریں۔

محترمہ سنیہا نجلی سونا ہٹی ممبر اڑیسہ اسٹیٹ کمیشن فار ویمنس، بھوبھنیشور، نے اجلاس عام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ہم خواتین مذہب کو بیچ میں لائے بغیر سب سے پہلے اپنے مقام کو پہنچانیں، اپنے آپ کی عزت کریں، اپنی قدر کریں، جب آپ میں یہ سب سمجھ آئیگی تو پھر آپ گھر، خاندان اور سوسائٹی میں اپنے مقام و مرتبہ کو قائم کرپائینگی۔ اپنے اور دوسروں کے حقوق کے حصول کیلئے صحیح طریقے کو اپنا ئینگی، اور اپنی عورت ہونے کی ذمہ داری کا فرض بھی ادا کریں گی۔

کنوینر اجلاس عام محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ نے آل انڈیا مسلم ویمن ہلپ کا تعارف کروایا اور ہلپ لائن کے ٹول فری نمبر پر خواتین کو اپنے مسائل کیلئے ربط پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ خواتین وطالبات کی کثیر تعداد اس اجلاس عام میں شریک تھیں۔

(۴) نئی دہلی: ۲۸ رجنوری ۲۰۱۸ء

ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے خواتین وطالبات کیلئے ''تین طلاق بل کی مخالفت میں'' ایک عظیم الشان اجلاس عام مؤرخہ ۲۸ر جنوری ۲۰۱۸ء بروز: اتوار، بمقام: ملی ماڈل اسکول، نئی دہلی، اوکھلا، ۲ر بجے دن، زیر صدارت: ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل آنڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ منعقد ہوا۔

اس عظیم الشان اجلاس عام کا آغاز محترمہ آمنہ رضوان موماناتی صاحبہ رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی قرأت کلام پاک سے ہوا۔ محترمہ ممدوحہ ماجد صاحبہ، رکن عاملہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے افتتاحی کلمات پیش کرتے ہوئے کہا کہ طلاق کے واقعات مسلمانوں میں بہت کم ہیں، یہ کوئی مسئلہ ہے ہی نہیں بلکہ اس کو سوچی سمجھی سازش کے تحت مسئلہ بنایا جارہا ہے۔ میڈیا میں اسے غیر ضروری بڑھا چڑھا کر اچھالا جارہا ہے۔ تین طلاق بل بچوں اور عورتوں کیلئے ایک مصیبت ہے۔ شوہر جب جیل چلا جائیگا تو انکے نان و نفقہ کا ذمہ دار کون ہوگا۔ یہ بل سراسر ناقص اور کمزور ہے اور اس بل میں کئی تضاد ہے، یہ بل مسلمانوں کیلئے ناقابل قبول ہے۔

ڈاکٹر آصفہ نثار صاحبہ، کونسلر مسلم ویمن ہلپ لائن، بنگلور، کرناٹک نے اجلاس عام میں خواتین وطالبات کو مسلم ویمن ہلپ لائن کی کارکردگی سے واقف کروایا اور اسکا تعارف پیش کرتے ہوئے اب تک جو خدمات اسکی رہی ہیں خواتین کو اس سے واقف کرایا۔

لکھنؤ سے تشریف لائیں مسلم پرسنل لا بورڈ کی اہم رکن محترمہ آمنہ رضوان موماناتی صاحبہ نے اجلاس عام کو مخاطب کرتے ہوئے ''مسلم پرسنل لا کے تعارف اور تاریخ پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ ہمارا مسلم پرسنل لا بورڈ اس وقت ہند میں سرمایہ ملت کے نگہبان کی حیثیت رکھتا ہے، اس ادارہ کا قیام ہی تحفظ شریعت کی خاطر ہوا ہے، ہم سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم مسلم پرسنل لا بورڈ کی آواز پر لبیک کہیں اور اپنے

گرمجوشانہ تعاون کے ساتھ اس ادارہ کے ذمہ دار جو اس وقت اس ملک کی سسکتی و بلکتی ملت کے نبض شناس قائدین ہیں، ان پر بھروسہ رکھیں اور کاندھے سے کاندھا ملا کر بورڈ کی آواز پر لبیک کہیں ورنہ آنے والی نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی اس ملک میں شریعت کی حفاظت ہم سب کی ذمہ داری ہے اور ایمانی فریضہ بھی ہے۔

ڈاکٹر مہ جبیں ناز صاحبہ پٹنہ بہار سے تشریف لائیں انہوں نے اجلاس عام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے نکاح، طلاق، وراثت اور ازدواجی زندگی کے بارے میں بہت کھول کر احکام بیان کئے ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہیکہ اس کا غور سے مطالعہ کریں اور سمجھیں اور اس پر خود بھی عمل کریں، گھر والوں کو عمل کرانے کے ساتھ ساتھ اپنے سماج گاؤں اور محلوں میں اسکی کوشش کریں جب تک ہم شریعت پر خود مضبوطی سے عمل نہیں کریں گے اس وقت تک شریعت کا بچاؤ ممکن نہ ہوگا۔

محترمہ نگہت پروین خان صاحبہ نے کہا کے ہماری ہمدردی کی اتنی باتیں کہیں جارہی ہیں ذرا ملک کی صورتحال کا بھی جائزہ لیں۔ خواتین کے خلاف کتنے مظالم ہورہے ہیں، ریپ ہورہے ہیں مرڈر ہورہے ہیں، ہریانہ میں بچیوں کی کیا صورتحال ہے کیا اس کی فکر نہیں ہے، خواتین کی مجموعی فکر چھوڑ کر صرف مسلم خواتین کی ہمدردی کی بات کہہ کر یہ حکومت کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں اور اس وقت ہمارے ملک میں ایک بڑی تعداد ان بہنوں کی ہے جن کے شوہروں نے انہیں الگ کررکھا ہے نہ طلاق دیتے ہیں نہ نان ونفقہ دیتے ہیں، ان کے لئے پہلے حکومت کو اقدام کرنا چاہئے۔

محترمہ عطیہ صدیقہ صاحبہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اللہ کا بنایا ہوا قانون ہر طرح سے متوازن، مرد اور عورت دونوں کے لیے رحمت جن ممالک میں empowerment کے نام پر قوانین بدلے جارہے ہیں عورت مزید مصیبت کا شکار ہورہی ہیں۔

اجلاس سے خطاب کرتی ہوئی محترمہ مہرالنساء صاحبہ نے کہا کہ دستور میں دیئے گئے مذہبی حقوق کی آزادی کے مطابق ہم شریعت اسلامی میں کسی قسم کی مداخلت کو برداشت نہیں کریں گے، یہ ہمارا دستوری اور جمہوری حق ہے اور اس حق کو ہم ہر حال میں لے کر رہیں گے۔

صدر جلسہ محترمہ ڈاکٹر اسماء زہرہ صاحبہ، مسؤلہ ویمنس ونگ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ مسلمانوں کی تعلیم وترقی سے زیادہ حکومت کو مسلمانوں کے ایمان وعقائد اور اصول شریعت میں مداخلت کرنے، مسلمانوں کے خاندانی نظام کو تہس نہس کرنے میں دلچسپی ہے۔ انھوں نے کہا کہ دوسرے سماج اور خاندانوں میں اس وقت جو تباہی مچی ہوئی ہے۔ اسی طرح حکومت چاہتی ہے کہ مسلم سماج اور خاندانوں کو بھی تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا جائے۔

انھوں نے کہا کہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ یہ ہورہا ہیکہ ایک سول کنٹراکٹ کو کریمنل ایکٹ بنایا جارہا ہے۔ کہا تو یہ جارہا ہیکہ مسلم خواتین کو مسائل سے آزادی دلائینگے۔ بے تکی، بے ڈھنگی لاقانونیت کے قانون کو لاکر مسلمانوں پر مسلط کرنے کی کوشش ہے۔ اس ملک کے مسلمانوں نے 5 کروڑ دستخطیں مسلم پرسنل لا کی تائید میں دیئے اور واضح انداز میں کہا کہ شریعت اسلامی میں کسی بھی طرح کی مداخلت برداشت نہیں کرینگے۔

انھوں نے کہا کہ بغیر علماء کرام سے پوچھے عجلت میں پارلیمنٹ میں تین طلاق بل کو لایا گیا۔ جس کیلئے قانون بنایا جارہا ہے ان سے پوچھا بھی نہیں جارہا ہیکہ ان کی رائے کیا ہے۔ پریس ومیڈیا میں ایسی نام نہاد مرتد خواتین کو لاکر ہوّا کھڑا کرکے جھوٹے پروپگنڈے کئے جارہے ہیں۔ ایسے وقت ہم مسلم خواتین کی ذمہ داری ہیکہ شریعت کی تائید میں اور تین طلاق بل کی مخالفت میں جمہوری طریقہ پر احتجاج کریں۔ شریعت ہماری پسند ہے۔ مجبوری نہیں۔ اسلام کی اس نعمت کا ہم آخری دم تک حفاظت کریں گے۔

اس اجلاس میں اتر پردیش، ویسٹ بنگال، ٹاملناڈو، کرناٹک، تلنگانہ، مہاراشٹرا، مدھیہ پردیش، بہار، پٹنہ، اور دیگر ریاستوں کی خواتین نے بھی شرکت کیں۔ ڈھائی ہزار سے زائد خواتین وطالبات اس اجلاس عام میں شریک ہوئیں اور متفقہ طور پر درج ذیل قرارداد منظور کی گئی:

۱۔ ہم مسلم خواتین مسلم پرسنل لا میں کسی بھی قسم کی مداخلت کی سختی سے مذمت کرتے ہیں۔

۲۔ ہم مسلم خواتین راجیہ سبھا میں زیر بحث تین طلاق بل کو غیر دستوری، غیر قانونی نیز عورتوں اور بچوں پر ظلم وزیادتی قرار دیتے ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اسے فوری واپس لیا جائے۔

۳۔ ہم مسلم خواتین صرف اور صرف اپنے تمام معاملات ومسائل میں مسلم پرسنل لا چاہتی ہے اور ہم سب مسلم پرسنل لا بورڈ کے ساتھ ہیں۔ اور یہ اجلاس کامیابی کے ساتھ شام پانچ بجے اختتام پذیر ہوا۔

- **وفیات:**

رکن بورڈ جناب حاجی سکندر اعظم صاحب ۱۰؍دسمبر ۲۰۱۷ء، جناب محمد عبدالقدیر ایڈوکیٹ صاحب الہ آباد ۱۹؍جنوری ۲۰۱۸ء کو انتقال فرماگئے۔

غیر ارکان بورڈ میں رکن بورڈ مولانا سرفراز احمد ندوی صاحب کے والد مولانا محمد انعام الحق ندوی ۴؍ ۱۴کتوبر ۲۰۱۷ء، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عمری مدیر ماہنامہ راہ اعتدال آباد ۸؍نومبر ۲۰۱۷ء، نائب صدر بورڈ حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا محمد اسلم قاسمی ناظم تعلیمات وصدر مدرس دارالعلوم وقف دیوبند ۱۳؍نومبر ۲۰۱۷ء، سکریٹری بورڈ جناب ظفریاب جیلانی صاحب کی والدہ محترمہ ۲۳؍نومبر ۲۰۱۷ء، مفتی محمد عبداللہ پھولپوری صاحب ناظم مدرسہ عربیہ بیت العلوم سرائمیر اعظم گڑھ ۳۰؍نومبر ۲۰۱۷ء، رکن بورڈ مولانا محمد علی محسن تقوی کے مالد ماجد سید علی تقوی ۱۲؍دسمبر ۲۰۱۷ء کو انتقال فرماگئے۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔

آمین

ایجنڈا اور نظام الاوقات

چھبیسواں اجلاس عام آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، مقام: حیدرآباد (تلنگانہ) مؤرخہ ۹/۱۰/اور ۱۱/فروری ۲۰۱۸ء روز جمعہ، سنیچر اور اتوار

ادارہ

اجلاس مجلس عاملہ ۹/فروری ۲۰۱۸ء روز جمعہ بعد نماز مغرب متصلاً

اس اجلاس میں صرف ارکان عاملہ شرکت فرمائیں گے

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک ۲۔ تجاویز تعزیت

۳۔ سابقہ کارروائی کی توثیق

۴۔ بورڈ کی مجلس عاملہ منعقدہ ۱۰/ستمبر ۲۰۱۷ء کے بعد سے اب تک کی کارکردگی پر جنرل سکریٹری بورڈ کے افتتاحی کلمات

۵۔ طلاق ثلاثہ بل پر پارلیمنٹ کی کارروائی پر غور

۶۔ عدالتی کارروائی پر صرف ہونے والی رقومات کا جائزہ اور فراہمی مالیات پر تبادلہ خیال

۷۔ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں کی گئی پیش رفت کا جائزہ اور آئندہ کے لائحہ عمل پر غور وفکر

۸۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بورڈ کی کارکردگی سے لوگوں کو باخبر کرنے کے طریقہ کار پر غور

۹۔ بقیہ امور باجازت صدر محترم

۱۰۔ صدارتی کلمات

پہلی نشست ۱۰/فروری ۲۰۱۸ء روز سنیچر صبح دس بجے

اس اجلاس میں تمام ارکان اور مدعووین شرکت فرمائیں گے

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت قرآن مجید ۲۔ تجاویز تعزیت

۳۔ سابقہ کارروائی اجلاس بورڈ (کلکتہ) کی توثیق

۴۔ افتتاحی کلمات جنرل سکریٹری بورڈ

۵۔ خطبہ استقبالیہ

۶۔ خطبہ صدارت

۷۔ خطبہ صدارت پر اظہار خیال

۸۔ جنرل سکریٹری رپورٹ

۹۔ جنرل سکریٹری رپورٹ پر اظہار خیال

دوسری نشست ۱۰/فروری ۲۰۱۸ء روز سنیچر بعد نماز مغرب متصلاً

اس اجلاس میں بورڈ کے تمام ارکان اور مدعووین کرام شرکت فرمائیں گے

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ مالی صورتحال۔ خازن کی رپورٹ، گوشوارہ حساب وسالانہ بجٹ کی پیشی برائے منظوری

۳۔ بورڈ کے مالی استحکام پر غور خاص طور پر قانونی معاملات کے اخراجات کا جائزہ اور رقومات کی حصولیابی کے لئے ممکنہ تدابیر پر غور

۴۔ محترم اراکین اور مدعووین کا بورڈ کے کاموں میں سرگرم حصہ لینے کے طریقہ کار پر غور

۵۔ بورڈ کی مختلف کمیٹیوں کی رپورٹ (اصلاح معاشرہ، دارالقضاء کمیٹی، تفہیم شریعت کمیٹی، بابری مسجد کمیٹی، قانونی کمیٹی، مجموعہ قوانین اسلامی کمیٹی، آثار قدیمہ کمیٹی اور ویمنس ونگ)

تیسری نشست ۱۱/فروری ۲۰۱۸ء روز اتوار صبح دس بجے

اس اجلاس میں تمام ارکان اور مدعووین بورڈ شرکت فرمائیں گے

ایجنڈا:

۱۔ تلاوت کلام پاک

۲۔ بابری مسجد مقدمہ کا جائزہ اور سپریم کورٹ میں اب تک کی عدالتی سرگرمیوں کا خلاصہ اور آئندہ کے لائحہ عمل پر غور

۳۔ مسلم پرسنل لا سے متعلق مختلف ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ میں زیر سماعت مقدمات کی رپورٹ پر غور وخوض اور اظہار خیال

۴۔ طلاق ثلاثہ بل پر پارلیمانی کارروائی کا جائزہ اور اگلے لائحہ عمل پر غور

۵۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ بورڈ کی کارکردگی سے عام لوگوں کو باخبر بنانے کی کوشش

۶۔ دیگر امور باجازت صدر محترم

۷۔ اعلامیہ حیدرآباد

۸۔ خطاب صدر محترم دامت برکاتہم

۹۔ شکریہ منجانب مجلس استقبالیہ

اجلاس عام ۱۱/فروری ۲۰۱۸ء روز اتوار بعد نماز مغرب

میدان دار السلام حیدرآباد